مکالماتِ افلاطون

(جلد ششم)

مترجم

عارف حسین

مقتدرہ قومی زبان پاکستان

مکالماتِ افلاطون

(جلد ششم)

مترجم

عارف حسین

مقتدرہ قومی زبان ☆ پاکستان

۲۰۰۹ء

بسلسلہ درسیات: فلسفہ

عالمی معیاری کتاب نمبر ISBN ۹۷۸-۹۶۹-۴۷۴-۲۲۵-۰

☆

طبع اوّل ۲۰۰۹ء

تعداد ۱۰۰۰

قیمت .... =/۲۳۲روپے

فنی تدوین .... عبدالرحیم خان/ڈاکٹر انجم حمید

طابع .... ایس ٹی پرنٹرز، راولپنڈی

ناشر .... افتخار عارف
صدر نشین
مقتدرہ قومی زبان،
ایوانِ اُردو، پطرس بخاری روڈ،
ایچ۔۸/۴، اسلام آباد، پاکستان۔

☆

مطبوعات ترقیاتی منصوبہ : ۱۵

کابینہ ڈویژن، حکومت پاکستان

''سائنسی، تکنیکی و جدید عمومی موادِ مطالعہ کی قومی زبان (اُردو) میں تیاری''

پیش لفظ

مقتدرہ قومی زبان کے شعبۂ درسیات نے اپنے نئے ترقیاتی منصوبے ''سائنسی، تکنیکی و جدید عمومی موادِ مطالعہ کی قومی زبان میں تیاری'' کے تحت جہانِ علم و دانش کی اہم کتابوں کے تراجم کا ایک سلسلہ شروع کیا ہے۔ مکالماتِ افلاطون (چھ جلدیں) اسی سلسلۂ کتب کی اہم کڑی ہیں۔

مکالماتِ افلاطون کی جلد اوّل پروفیسر اے ڈی میکن نے، جلد دوم جناب عبدالحمید اعظمی نے، جلد سوم و چہارم بالترتیب ڈاکٹر ذاکر حسین اور جناب عبدالحمید اعظمی نے اور جلد پنجم جناب عارف حسین نے ترجمہ کی ہیں۔ پیش نظر کتاب جلد ششم کا ترجمہ جناب عارف حسین نے کیا ہے۔ مکالماتِ افلاطون کی تمام جلدیں شائع کر کے ایک طمانیت کا احساس ہو رہا ہے۔

یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ ہمارے ادارے نے نہایت محنت اور لگن سے اس علمی سرمائے کو اپنے قارئین کی نذر کیا ہے۔ ادارہ محترم مترجمین کا بے حد ممنون و احسان مند ہے جن کی محنت کے سبب یہ عظیم کاوش اپنے بہترین انجام کو پہنچی ہے۔

—— افتخار عارف

فہرست

عنوان	صفحہ
پیش لفظ: افتخار عارف	iii
☆ سوفسطائی (Sophist)	۱
☆ سیاسی مدبر(Statesman)	۸۱
☆ فلیبس (Philebus)	۱۵۹

☆☆☆

سوفسطائی

(SOPHIST)

شرکائے گفتگو:

تھیوڈورس (Theodorus)، **تھیاٹیٹس** (Theaetetus)، **سقراط** (Socrates)

ایلیا کا (Eleatic) **ایک اجنبی جسے تھیوڈورس اور تھیاٹیٹس اپنے ساتھ لائے۔**

چھوٹا سقراط جو ایک خاموش سامع ہے۔

تھیوڈورس: سقراط، ہم اپنے کل کے وعدے کے مطابق آپ کے پاس پہنچ گئے ہیں اور ہم اپنے ساتھ ایلیا کا ایک ایسا اجنبی بھی لائے ہیں جو زینو (Zeno) اور پارمینیڈس (Parmenides) کا پیروکار ہے اور ایک حقیقی فلسفی بھی ہے۔

سقراط: کیا وہ ایک دیوتا نہیں ہے، تھیوڈورس جو ہمارے پاس ایک اجنبی کے بھیس میں آیا ہے۔ کیونکہ ہومر (Homer) کہتا ہے کہ تمام دیوتا اور خصوصاً اجنبیوں کے دیوتا، انصاف اور حلیم الطبع کے ساتھی ہوتے ہیں اور وہ نیک و بدسب طرح کے لوگوں سے ملتے ہیں۔ کیا آپ کا ساتھی ان عظیم قوتوں میں سے ایک نہیں ہے؟ یعنی جرح کا ایک دیوتا جو بحث ومباحثہ میں ہماری کمزوری کا کھوج لگانے اور ہم پر بحث کے دوران جرح کرنے کے لیے آیا ہے؟

تھیوڈورس: نہیں۔ سقراط۔ وہ جھگڑالو فطرت کا مالک نہیں ہے۔ یہ ایک اچھا ساتھی ہے اور میری رائے میں، وہ کسی طور پر بھی دیوتا نہیں ہے تاہم وہ مقدس ضرور ہے کیونکہ یہ ایک خطاب ہے جو مجھے تمام فلسفیوں کو دینا چاہیے۔

سقراط: میرے عظیم دوست۔ میں اس میں یہ اضافہ کروں گا کہ وہ دیوتاؤں جیسے سخت گیر ہوتے ہیں جبکہ ایک حقیقی فلسفی موقع کے حوالے سے ایسے نہیں ہوتے۔ وہ یہاں مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں جن کے بارے میں عام آدمی جہالت کی وجہ سے نہیں جانتے اور ''وہ شہروں میں گھومتے

پھرتے ہیں''۔ جیسا کہ ہومر کہتا ہے انسانی زندگی کا مشاہدہ کرتے ہوئے کچھ لوگ ان کے بارے میں بہت کم جانتے ہیں جبکہ بعض دوسرے بالکل ہی نہیں جانتے اور کچھ دوسرے تو ان کے بارے میں سوچ ہی نہیں سکتے۔ کبھی وہ بادشاہوں کی مانند، کبھی سوفسطائیوں کی مانند، اور کئی لوگوں کو یہ پاگل لوگوں کے سوا اور کچھ نہیں لگتے۔ میں اپنے ایلیا سے آنے والے دوست سے پوچھنا چاہوں گا کہ کیا وہ ہمیں بتائے گا کہ ان کے بارے میں اٹلی میں کیا خیال کیا جاتا ہے اور یہ اصطلاحات کن کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔

تھیوڈورس: کون سی اصطلاحات؟

سقراط: سوفسطائی، حکمران اور فلسفی۔

تھیوڈورس: آپ کو ان کے بارے میں کیا مشکل ہے اور آپ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں؟

سقراط: میں جاننا چاہتا ہوں کہ ان کے ملک کے لوگ انھیں ایک یا دو مانتے ہیں۔ یا وہ جیسا کہ یہ تین نام ہیں، ان کو تین اقسام بھی کہتے ہیں اور ہر ایک کو ایک علیحدہ نام دیتے ہیں؟

تھیوڈورس: میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گا کہ اجنبی اس سوال کے جواب میں کوئی اعتراض نہیں کرے گا۔ آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں، اجنبی؟

اجنبی: میں اعتراض کرنے سے دور ہوں، تھیوڈورس اور نہ ہی مجھے اس سوال کا جواب دینے میں کوئی مشکل ہے کہ ہم انھیں تین سمجھتے ہیں۔ لیکن ان کے بارے میں علیحدہ علیحدہ تعریف کرنا اور ان کی فطرت بیان کرنا کوئی آسان کام نہیں۔

تھیوڈورس: یہاں آنے سے پہلے ہم اپنے دوست سے جو سوال پوچھ رہے تھے ان میں ہر سوال میں آپ کو مرکزی حیثیت حاصل تھی، سقراط لیکن اس نے معذرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ آپ کو نہیں جانتا۔ اگرچہ اس نے یہ تسلیم کیا کہ یہ معاملہ پوری طرح زیر بحث آیا تھا اور یہ کہ اس کا جواب بھی اسے یاد ہے۔

سقراط: تو کیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ اجنبی ہمیں اپنی حمایت دینے سے انکار کر رہا ہے۔ جو ہم اس سے مانگ رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ ایسا نہیں کریں گے۔ اسی لیے میں آپ سے درخواست کروں گا کہ کیا آپ کسی ایسے موضوع پر جو آپ بیان کرنا چاہتے ہیں، طویل گفتگو کر سکتے ہیں یا آپ سوالات و جوابات کے طریقے سے آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ مجھے اپنی جوانی کی ایک بہت عظیم اور

پر وقار بحث یاد ہے جس میں پارمینیڈس نے سوالات و جوابات کا طریقہ اختیار کیا تھا اور اس وقت وہ عمر میں مجھ سے کہیں بڑا تھا۔

اجنبی: جناب میں ایسے آدمی سے بات کرنے کو ترجیح دیتا ہوں جو خوشگوار انداز میں جواب دے اور اس طرح ہم درست جواب تک پہنچ جائیں۔ اگر ایسا نہیں تو پھر میں اپنی مرضی سے بات کروں گا۔

سقراط: اس وقت یہاں موجود کوئی بھی شخص آپ کے سوالوں کا بخوشی جواب دے گا اور اس کے لیے آپ جس کا چاہیں انتخاب کر سکتے ہیں۔ تاہم میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر آپ کی اپنی کوئی ترجیح نہ ہو تو آپ کسی جوان آدمی کا انتخاب کریں، مثال کے طور پر تھیاٹیٹس۔

اجنبی: میں شرم محسوس کرتا ہوں۔ سقراط۔ آپ کے معاشرے میں نو وارد ہونے کی وجہ سے مجھے کم بولنے اور دوسروں کو زیادہ سننے کی بجائے، خارج ہونا ہوگا۔ ایسے میں میں کچھ کہنا چاہتا تھا کیونکہ درست جواب طویل ہوگا۔ ایک لمبا کام جو ایک مختصر سوال کے جواب میں توقع سے بھی زیادہ طویل ہوگا۔ اس وقت مجھے ڈر ہے کہ شاید مجھے سخت اور بے رحمانہ رویے کا سامنا کرنا پڑے گا اگر میں نے آپ کی فراخدلانہ پیشکش کو رد کیا خاص طور پر اس کے بعد جو کچھ آپ نے کہا ہے۔ میں آپ کی تجویز پر اعتراض نہیں کر سکتا کہ تھیاٹیٹس کو جواب دینا چاہیے۔ اس سے پہلے میں گفتگو کر چکنے اور آپ کی سفارش کے بعد کہ اس کو منتخب کیا جائے میں نے یہی فیصلہ کیا ہے۔

تھیاٹیٹس: لیکن، کیا اجنبی آپ کو یقین ہے کہ سقراط کی طرح دوسرے بھی اس انتخاب کو قبول کر لیں گے؟

اجنبی: کیا آپ نے ان کو اس نام پر تالیاں بجاتے سنا ہے؟ اس بارے میں اس سے زیادہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ پھر خوب۔ مجھے آپ سے بحث کرنی ہے اور آپ اس سے تھک جائیں تو اس کے لیے آپ اپنے دوستوں کی شکایت کریں گے نہ کہ میری۔

تھیاٹیٹس: میرا خیال نہیں کہ میں تھک جاؤں گا اور اگر ایسا ہوا تو میں اپنی جگہ اپنے کسی دوست کو یہ ذمہ داری سونپ دوں گا۔ شاید چھوٹے سقراط کو جو کہ میری عمر کا ہے اور جم خانہ میں بھی میرا ساتھی ہے اور میرے ساتھ مسلسل کام کرنے کی وجہ سے مجھ سے اچھی طرح واقف ہے۔

اجنبی: بہت خوب۔ آپ خود اس طرح کا فیصلہ کر سکتے ہیں، ہم بحث کا آغاز کرتے ہیں، اس دوران سوفسطائیوں کی فطرت کے بارے میں مزید معلوم کرتے ہیں۔ سب سے پہلے میں ان تین قسموں میں سے پہلی قسم یعنی سوفسطائیوں کے بارے میں جاننا چاہوں گا، آپ بتائیں وہ کس قسم کے

ہوتے ہیں۔اس وقت ہم صرف ان کے نام سے اتفاق کرتے ہیں لیکن جس کے لیے یہ نام دیا گیا ہے اس کے بارے میں شاید میرا اور آپ کا خیال مختلف ہوگا۔ جبکہ ہمیں کسی چیز کی تعریف کے حوالے سے صرف نام کی بجائے، ایک تعریف پر اتفاق کرنا چاہیے۔اب سوفسطائیوں کا قبیلہ جس کے بارے میں ہم بات کر رہے ہیں اس کی تعریف کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ دنیا بہت عرصے پہلے اس بات پر رضامند تھی کہ اگر کسی اہم معاملے کو مناسب انداز میں طے کیا جانا ہو تو بڑے پہلوؤں پر غور کرنے سے قبل اس سے نسبتاً آسان اور چھوٹے معاملات پر غور کیا جانا چاہیے۔ میں جانتا ہوں کہ سوفسطائیوں کا قبیلہ تکلیف دہ ہے اور مشکل سے قابو میں آتا ہے۔ مجھے اس بات کی درخواست کرنی چاہیے کہ اس معاملے میں ہمیں چھوٹا اور مختصر طریقہ اپنانا چاہیے تاوقتیکہ آپ اس کے لیے کوئی طویل راستہ تجویز نہیں کرتے۔

تھیاٹیٹس: حقیقتاً میں ایسا نہیں کرسکتا۔

اجنبی: پھر فرض کریں کہ ہم کوئی چھوٹی مثال لیتے ہیں جو کہ کسی بڑے معاملے کے لیے طریقہ کار یا نمونہ ہو؟

تھیاٹیٹس: بہت اچھا۔

اجنبی: وہ کیا چیز ہے جو عام طور پر معلوم بھی ہے اور بڑی بھی نہیں لیکن پھر بھی وہ بہت اہم چیز کی تعریف کی بحث کے لیے قابل قبول اور مناسب ہے؟ کیا میں یہ کہوں کہ وہ مچھلی کا ایک شکاری ہے؟ اس سے ہم سب بخوبی واقف بھی ہیں، وہ کوئی زیادہ دلچسپ اور اہم آدمی بھی نہیں۔

تھیاٹیٹس: ہاں وہ تو نہیں ہے۔

اجنبی: اس کے باوجود بھی مجھے لگتا ہے کہ وہ ہمیں اس کی تعریف کرنے میں وہ رہنمائی فراہم کرے گا جو ہم چاہتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: بہت خوب۔

اجنبی: آئیں بحث کا آغاز اس بات سے کریں کہ کیا وہ ایسا شخص ہے جو فن جانتا ہے یا نہیں جانتا۔ مگر یہ کہ وہ کسی اور طاقت کا حامل ہے؟

تھیاٹیٹس: یقیناً وہ صاحب فن شخص ہے۔

اجنبی: فن کی دو اقسام ہیں؟

تھیاٹیٹس: وہ کون سی ہیں؟

اجنبی: یہاں زراعت اور غیر دائمی مخلوقات، تعمیرات کا فن یا جہاز بنانے کا فن اور نقل کرنے کا فن موجود ہے۔ ان سب کو مناسب طور پر ایک ہی نام سے ظاہر کیا جائے گا۔

تھیاٹیٹس: اس سے آپ کا مطلب کیا ہے؟ اور وہ ایک نام کیا ہے؟

اجنبی: وہ جو کوئی ایسی چیز بناتا ہے جو پہلے نہیں ہوتی، اسے بنانے والا کہا جاتا ہے۔ اور جو چیز بنائی جاتی ہے اسے تخلیق کردہ چیز کہا جاتا ہے۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: تمام فنون جن کا ابھی ذکر کیا گیا اسی پیدا کرنے کی قوت کا سرچشمہ ہیں؟

تھیاٹیٹس: وہ ہیں۔

اجنبی: آئیں انھیں تخلیقی یا تعمیری فن کا نام دیں۔

تھیاٹیٹس: بہت خوب۔

اجنبی: اس کے بعد جاننے اور پہچاننے کا تمام سلسلہ چلا آتا ہے، پھر تجارت، جنگ، شکار کی باری آتی ہے۔ جب ان میں سے کوئی بھی کچھ پیدا نہیں کرتا۔ صرف الفاظ یا کارناموں کے ذریعے فتح کرنے میں مصروف ہوتا ہے یا دوسروں کو فتح کرنے سے روکنے میں مصروف ہوتا ہے جو پہلے سے موجود ہے۔ ان تمام شاخوں یا اقسام میں فن کی ایک قسم دکھائی دیتی ہے جسے اکتسابی کہا جاتا ہے۔

تھیاٹیٹس: ہاں۔ یہ ایک مناسب نام ہے۔

اجنبی: یہ دیکھتے ہوئے کہ تمام فن یا تو تعمیری ہوتے ہیں یا اکتسابی۔ ہم مچھلی کے شکار کو فن کی کس قسم میں شمار کریں گے؟

تھیاٹیٹس: صاف ظاہر ہے اکتسابی قسم میں۔

اجنبی: اور اکتسابی فن کو شاید دو اقسام میں تقسیم کیا جائے گا۔ اس میں ایک تبادلہ موجود ہے جو کہ رضا کارانہ ہے اور تحائف سے اجرت و خرید و فروخت اثر پذیر ہوتا ہے اور اکتساب کی دوسری قسم جو قول یا فعل کے زور پر حاصل ہوتی ہے، کیا اسے فتح کا نام دیا جاسکتا ہے؟

تھیاٹیٹس: یہ اس پر دلالت کرتا ہے جو کہا گیا ہو۔

اجنبی: اور کیا فتح کو مزید تقسیم نہیں کیا جائے گا؟

تھیاٹیٹس: کیسے؟

اجنبی: کھلی طاقت کے استعمال کو جنگ اور خفیہ طاقت کے استعمال کو عام الفاظ میں شکار کہا جائے گا؟

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: اور کوئی وجہ نہیں کہ شکار کے فن کو مزید تقسیم نہ کیا جائے۔

تھیاٹیٹس: آپ یہ تقسیم کیسے کر سکتے ہیں؟

اجنبی: اسے جاندار اور بے جان چیزوں کے شکار کی صورت میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں، اگر دونوں موجود ہوں۔

اجنبی: یقیناً۔ ان کا وجود ہے لیکن بے جان چیزوں کے شکار کا کوئی خاص نام نہیں، سوائے چند ایک کے مثلاً غوطہ خوری یا دوسرے چھوٹے معاملات کے جنھیں خارج از بحث کیا جا سکتا ہے۔ زندہ چیزوں کے شکار کو جانوروں کے شکار کا نام دیا جا سکتا ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: جانوروں کے شکار کو دو اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ زمین پر موجود جانوروں کا شکار اور آبی جانوروں کا شکار؟

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: جانوروں میں ایک قسم پانی میں اور دوسری قسم ہوا میں اڑنے والی ہے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: یہ عام قسم ہے جس میں تمام قسم کے شکار شامل ہیں۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: آبی جانوروں کے شکار کو مچھلیاں پکڑنے کا نام دیا گیا ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: اس قسم کے شکار کو مزید دو بڑی اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے؟

تھیاٹیٹس: وہ کیا ہیں؟

اجنبی: ایک قسم کو جال کے ذریعے پکڑا جاتا ہے، جبکہ دوسری قسم کو مار کر پکڑا جاتا ہے۔

تھیاٹیٹس: اس سے آپ کی کیا مراد ہے اور آپ ان میں کیسے تمیز کرتے ہیں؟

اجنبی: پہلی قسم کے لیے، وہ سب کو جو گھیرتا اور باہر نکل جانے سے روکتا ہے، اسے درست طور پر

گھیراؤ کرنے والا کہا جائے گا۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: جبکہ جال پھینکنا، کانٹے، کھونٹے اور اس طرح دوسری چیزوں کا استعمال ''گھیراؤ والا'' کہلاتا ہے؟

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: اس لیے پہلی قسم کے پکڑنے کو ہم گھیراؤ یا اسی قسم کا نام دے سکتے ہیں؟

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: دوسری دو اقسام جھٹکے اور تیسری نیزوں کے لیے بروئے کار لائی جاتی ہیں۔ ان کو ایک نام دیا جائے تو شاید اسے حملہ کرنا کہا جائے گا۔ تھیاٹیٹس جب تک کہ آپ اسے کوئی بہتر نام نہ دے دیں؟

تھیاٹیٹس: نام کے بارے میں پروا نہ کریں، جو آپ نے تجویز کیا بہت اچھے طریقے سے چلے گا۔

اجنبی: حملہ کرنے کا ایک طریقہ رات کو استعمال کیا جاتا ہے اور آگ کی روشنی میں اسے شکاری آگ جلانے کا نام دیتے ہیں یا آگ کی مدد سے نیزہ چلانے کے نام سے پکارتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: جبکہ دن کے وقت مچھلی کا شکار کرنے کو کانٹے کا نام دیا گیا ہے۔ کیونکہ نیزے کے منہ پر کانٹا لگایا جاتا ہے جس سے شکاری، مچھلی کا شکار کرتا ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں اس کے لیے یہی نام رکھا گیا ہے۔

اجنبی: کانٹے سے مچھلی کا شکار کرنے کے علاوہ نیزے کے ذریعے مچھلی کا شکار کرنے کو نیزہ بازی کا نام دیا گیا ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں اس کو اکثر ایسے کہا جاتا ہے۔

اجنبی: اب صرف اس کی ایک قسم باقی رہ گئی ہے۔

تھیاٹیٹس: وہ کیا ہے؟

اجنبی: جب ہک کا استعمال کیا جاتا ہے اور مچھلی کو ضرب نہیں لگائی جا سکتی۔ سوائے اس کے سر یا منہ کے اور پھر شکار کی گئی مچھلی کو چھڑی یا تار کے ذریعے پانی سے باہر کھینچا جاتا ہے۔ اس قسم کے شکار کے طریقے کا درست نام کیا ہے؟

تھیاٹیٹس: مجھے لگتا ہے کہ ہم نے اپنی تحقیق کا مطلب پا لیا ہے؟

اجنبی: تب میں اور آپ شکاری کے نام سے نہیں بلکہ اس کے فن کے حوالے سے ایک متفقہ رائے پر پہنچ گئے ہیں بلکہ چیزوں کی تعریف کے حوالے سے بھی سارے فن کا نصف اکتسابی اور نصف فتح کرنے کا اکتسابی فن ہے۔ اس کا نصف شکار اور نصف آبی جانور کا شکار ہے، ایک بار پھر ان کا نصف کانٹے سے شکار، نصف حملہ کرنے سے اور نصف ہک کے ذریعے پھنسا کر مچھلی کو چھڑی یا تار کے ذریعے پانی سے باہر کھینچنے کا طریقہ ہے۔ اس طرح مچھلی کا شکار ان اقسام پر مشتمل ہے۔

تھیاٹیٹس: اس بحث کا نتیجہ کافی حوصلہ افزا اور تسلی بخش ہے۔

اجنبی: آئیں اب اس طریقہ کار کے تحت یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ سوفسطائی کیا ہے؟

تھیاٹیٹس: ضرور۔

اجنبی: شکاری کے بارے میں پہلا سوال یہ تھا کہ کیا وہ ایک ماہر فنکار تھا یا نہیں؟

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: کیا ہم نئے دوست کو غیر ہنر مند کہیں گے یا اپنے فن کا استاد۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔ غیر ہنر مند نہیں کہیں گے۔ کیونکہ اس کے نام سے اس کی فطرت ظاہر ہونی چاہیے جیسا کہ ہم نے یہ نتیجہ نکالا تھا۔

اجنبی: پھر اس کے بارے میں فن جاننے کا اظہار ہونا چاہیے۔

تھیاٹیٹس: کون سا فن؟

اجنبی: آفاقی طور پر وہ قریبی عزیز، یہ کبھی ہمارے ساتھ نہیں ہوا۔

تھیاٹیٹس: قریبی عزیز کون ہیں؟

اجنبی: مچھلی کا شکاری اور سوفسطائی۔

تھیاٹیٹس: وہ کس طرح سے ایک دوسرے سے متعلق ہیں؟

اجنبی: وہ دونوں مجھے شکاری دکھائی دیتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: سوفسطائی کیسے؟ دوسرے کے بارے میں ہم بات کر چکے ہیں۔

اجنبی: آپ کو ہماری تقسیم یاد ہے۔ شکار کو زمین پر موجود جانوروں اور پانی میں موجود جانوروں کے شکار کی اقسام۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: کیا آپ کو یاد ہے کہ ہم نے زمینی اور آبی جانوروں کو مزید اقسام میں تبدیل کیا اور کہا کہ ان کی کئی اقسام ہیں؟

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: اس طرح سوفسطائی اور شکاری فن جاننے کا عمل شروع کر کے ایک ہی راستہ اختیار کرتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: یہ ایسے ہی دکھائی دیتا ہے۔

اجنبی: جب وہ جانوروں کے شکار کے فن تک پہنچتے ہیں تو ان کے راستے تبدیل ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک ساحل سمندر، دریاؤں اور ندی نالوں کے پانی میں موجود جانوروں کے شکار کا طریقہ اختیار کیے ہوئے ہے۔

تھیاٹیٹس: بہت خوب۔

اجنبی: جبکہ دوسرا زمین اور پانی میں موجود جانوروں کو پکڑنے کا خواہاں ہے۔

تھیاٹیٹس: آپ کی اس سے کیا مراد ہے؟

اجنبی: زمین پر شکار کی دو اقسام ہیں۔

تھیاٹیٹس: وہ کیا ہیں؟

اجنبی: ایک قسم سدھائے ہوئے جانوروں کا اور دوسری قسم بغیر سدھائے جانوروں کا شکار ہے۔

تھیاٹیٹس: کیا سدھائے ہوئے جانوروں کا بھی کبھی شکار ہوتا ہے؟

اجنبی: ہاں۔ اگر آپ آدمی کو سدھائے ہوئے جانوروں کی قسم میں شمار کر لیں۔ اگر آپ پسند کریں تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ کوئی جانور سدھایا ہوا نہیں ہے اور اگر ہے تو آدمی ان میں شامل نہیں ہے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ آدمی سدھایا ہوا جانور ہے لیکن اس کا شکار کیا جاتا ہے تو آپ کو فیصلہ کرنا چاہیے کہ ان میں سے آپ کون سا متبادل چاہتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: اجنبی مجھے یہ کہنا ہے کہ آدمی ایک سدھایا ہوا جانور ہے اور میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ اس کا شکار کیا جاتا ہے۔

اجنبی: پھر آئیں۔ سدھائے ہوئے جانور کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: ہم یہ تقسیم کیسے کریں گے؟

اجنبی: آئیں انسان کے اغوا، تشدد اور فوجی کارروائیوں اور آمریت کو ایک نام دیں جو کہ تشدد سے شکار

کرتا ہے۔

تھیاٹیٹس: بہت خوب۔

اجنبی: جبکہ وکیل کا فن، پسندیدہ مقرر کا فن اور گفتار کے فن کو ترغیب کے فن کا نام دیا جا سکتا ہے۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: ترغیب کو بھی دو اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

تھیاٹیٹس: وہ کون سی اقسام ہیں؟

اجنبی: ایک کو خصوصی اور دوسری کو عمومی کہا جا سکتا ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔ ان میں ہر ایک، ایک قسم کو تشکیل دیتی ہے۔

اجنبی: خصوصی شکار، ایک قسم کا معاوضہ وصول کرتا ہے جبکہ دوسری قسم تحائف کے حصول کا ذریعہ بنتی ہے۔

تھیاٹیٹس: میں آپ کی بات سمجھ نہیں پایا۔

اجنبی: لگتا ہے کہ آپ نے کبھی وہ انداز نہیں دیکھا جس سے شکاری شکار کرتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: آپ کس کا حوالہ دے رہے ہیں؟

اجنبی: میرا مطلب ہے کہ وہ ان کو قیمتی تحائف دیتے ہیں جو وہ اضافی طور پر شکار کرتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: آئیں۔ یہ تسلیم کریں کہ یہ ایک شوقیہ فن ہے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: لیکن اس قسم کا مزدور جس کی گفتگو خوشگوار ہے اور جو خوشی کے ساتھ اپنا پھندا لگاتا ہے اور اس سے کچھ نہیں پاتا سوائے اس کی مرمت کے۔ اگر میں غلطی نہیں کر رہا تو اسے خوش آمد یا چیزوں کو اچھا بنانے کا فن کہا جائے گا۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: اور فن کی وہ قسم جو نیکی کے تحفظ کی بنیاد رکھتی ہو۔ مگر اس کا مقصد مال کی صورت میں انعام پانا ہو، اسے کسی دوسرے نام سے پکارا جانا چاہیے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔ اس کا نام مختلف ہونا چاہیے۔

اجنبی: اور یہ نام کیا ہو، کیا آپ مجھے بتائیں گے؟

تھیاٹیٹس: صاف ظاہر ہے، کیونکہ مجھے یقین ہے کہ جہاں تک میں سمجھا ہوں ہم نے سوفسطائی کو دریافت کرلیا ہے یہی اس فن کے لیے مناسب نام ہے۔

اجنبی: اس کے فن کو اکتسابی خاندان کی شاخ کے طور پر لیا جاسکتا ہے، جس میں ان جانوروں کا شکار کیا جاتا ہے جو زمین پر رہتے ہیں۔ جانوروں کو سدھا تا ہے اور علیحدگی میں آدمی کا شکار کرتا ہے اور اس کے عوض رقوم حاصل کرتا ہے۔ اس کو غلط استدلال کہا جاتا ہے۔ اس فن کے حامل افراد اعلیٰ مقام کے امیر لوگوں کا شکار کرتے ہیں، یہ اس بحث کا نتیجہ ہے۔

تھیاٹیٹس: ایسا ہی ہے۔

اجنبی: آئیں اس نسب نامے کی ایک اور شاخ پر غور کریں۔ کیونکہ سوفسطائی کے فن کے کئی پہلو ہیں اور اگر ہم دوبارہ اس پر غور کریں جو پہلے بحث ہو چکی تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس کا ایک اور پہلو بھی ہے۔

تھیاٹیٹس: کس طریقے سے؟

اجنبی: اکتسابی فن کی دو اقسام تھیں۔ ایک کا تعلق شکار سے اور دوسری کا تبادلے سے تھا۔

تھیاٹیٹس: ہاں، ایسا تھا۔

اجنبی: تبادلے کے فن کو مزید دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک دینے اور دوسری بیچنے کی قسم۔

تھیاٹیٹس: اس کو ایسا ہی فرض کر لیتے ہیں۔

اجنبی: ہم فرض کریں گے کہ بیچنے کے فن کو مزید دو حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

تھیاٹیٹس: وہ کیسے؟

اجنبی: ایک قسم آدمی کی اپنی بنائی ہوئی چیز کی فروخت ہے جبکہ دوسری دوسروں کی چیز کے تبادلے میں فروخت کی قسم ہے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: کیا شہر میں ہونے والی چیزوں کی خرید و فروخت جسے پرچون فروشی کا نام دیا گیا ہے، اس دوسری قسم کا نصف ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: اور جو سامان کی خرید و فروخت ایک شہر سے دوسرے شہر میں لے جا کر کرتے ہیں وہ سوداگر کہلاتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: یقیناً، ایسا ہی ہے۔

اجنبی: آپ جانتے ہیں کہ سوداگری کی بھی دو اقسام ہیں۔ اس کا کچھ تعلق خوراک سے اور کچھ روح کی غذا سے ہے جو روپے پیسے کی صورت میں ملتی ہے۔

تھیاٹیٹس: اس سے آپ کا کیا مطلب ہے؟

اجنبی: آپ جاننا چاہتے ہیں کہ روح کی غذا کا کیا مطلب ہے۔ دوسری قسم کو آپ یقیناً جانتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: موسیقی کی مثال لے لیں۔ مصوری اور ایسی ہی دوسری چیزوں کی بھی جن کی کسی شہر میں خرید ہوتی ہے اور اسے لے جا کر دوسرے شہر میں فروخت کر دیا جاتا ہے یہ روح کا سامان ہے۔ جس کی پھیری لگائی جاتی ہے، کیا وہ آدمی جو اس سامان کی شہر میں پھیری لگاتا ہے اسے اس آدمی کی طرح سوداگر نہیں کہا جا سکتا جو گوشت اور شراب فروخت کرتا ہے؟

تھیاٹیٹس: یقیناً کہا جا سکتا ہے۔

اجنبی: اور وہ جو ایک شہر سے علم سیکھتا ہے اور دوسرے شہر میں جا کر اسے بیچتا ہے کیا اسے بھی اسی نام سے نہیں پکارا جائے گا۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔ ایسا ہی پکارا جانا چاہیے۔

اجنبی: اس روح کی سوداگری میں کیا اسے نمائش کا فن نہیں کہا جائے گا۔ اس کا ایک اور پہلو بھی ہے جو اس سے کم مضحکہ خیز نہیں ہے؟ لیکن سیکھنے کی تجارت کی وجہ سے اس کو کوئی دوسرا نام دیا جانا چاہیے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: بعد والے کے دو نام ہونے چاہئیں۔ ایک نیکی کے علم کی فروخت کے بارے میں بات کرتا ہے جبکہ دوسرا دوسری قسم کے علم کی فروخت۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: بعد میں جس کا ذکر کیا گیا اس کا مناسب نام فن بیچنے والا ہوگا۔ لیکن آپ کو مجھے دوسرے کا نام بتانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

تھیاٹیٹس: وہ یقیناً سوفسطائی ہوگا، جس کے بارے میں ہم تحقیق کر رہے ہیں۔ کیا اس کو کوئی دوسرا نام نہیں دیا جا سکتا ہے۔

اجنبی: کوئی اور نہیں۔ اس طرح ہمارا یہ تاجر دوست بھی سوفسطائی دکھائی دیتا ہے۔جس کے فن کو خرید وفروخت، تجارت سوداگری کے فن میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔اس طرح روح کی سوداگری جو اچھائی کے لیے علم اور گفتار سے متعلق ہے۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: اس کا تیسرا وجود ہوسکتا ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہ کسی ایک شہر میں آباد ہو چکا ہو اس طرح شاید وہ سامان بنانے اور خریدنے والا ہو۔اور اپنی ضروریات زندگی بیچنے کے عمل سے پوری کرنا چاہتا ہو لیکن اس صورت میں اس کا نام سوفسطائی ہی ہوگا۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: پھر اکتسابی فن کا خرید وفروخت سے متعلق حصے،(وہ اس کے اپنے یا دوسروں کے سامان کی خرید وفروخت ہو یا علم کی) اسے دوبارہ غلط استدلال کا نام ہی دیا جائے گا۔

تھیاٹیٹس: اگر مجھے بحث میں شامل رہنا ہے تو مجھے ایسا ضرور ماننا چاہیے۔

اجنبی: آئیں دیکھیں کہ کیا سوفسطائیت کا کوئی اور پہلو بھی ہے؟

تھیاٹیٹس: وہ کون سا ہے۔

اجنبی: اکتسابی فن میں ایک حصہ لڑائی اور جنگ کے فن کا تھا۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں، تھا۔

اجنبی: شاید اسے بھی تقسیم کرنا بہتر ہوگا۔

تھیاٹیٹس: کس طرح؟

اجنبی: اس کی تقسیم مقابلے اور جھگڑالو پن جیسی دو اقسام میں ہوگی۔

تھیاٹیٹس: بہت خوب۔

اجنبی: جھگڑے کا وہ پہلو جس میں جسمانی قوت کا استعمال کیا جائے اس کا بہتر نام تشدد ہوگا۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: اور جب جنگ الفاظ کی ہو تو اسے تنازع کا نام دیا جائے گا۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: تنازع کی دو اقسام ہوں گی۔

تھیاٹیٹس: وہ کون سی ہیں؟

اجنبی: جب طویل گفتگو کا جواب طویل گفتگو سے دیا جاتا ہے اور عوام کے انصاف اور ناانصافی کی بات ہو تو اسے عدالتی تنازع کہا جائے گا۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: اور جب عام قسم کا تنازع ہو۔ جس میں سوال و جواب ہوتے ہیں تو اس کو عام طور پر مباحثہ کہا جائے گا۔

تھیاٹیٹس: ہاں اس کا یہی نام ہے۔

اجنبی: مباحثہ کی وہ قسم جس میں صرف معاہدوں کی بات ہو جو کبھی کبھار ہوتی ہے اس کو مختلف قسم کہا جاتا ہے لیکن اس کا نہ تو کوئی مختلف نام ہے اور نہ ہی ہم اسے کوئی اور نام دیں گے۔

تھیاٹیٹس: یہ مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ہیں۔

اجنبی: لیکن وہ جو انصاف اور ناانصافی کے متعلق تنازع کے تحت سامنے آتے ہیں اور دوسری چیزوں کے بارے میں بھی، ہم اسے بحث کہتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: دلیل کی ایک قسم رقم ضائع کرتی اور دوسری رقم بناتی ہے۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: فرض کریں ہم ان کو مختلف نام دیتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: آئیں، ایسا کریں۔

اجنبی: میری رائے ہے کہ کسی آدمی کی ایسی عادت جو اسے صرف گفتگو کے لیے اپنے معاملے سے غافل کرے اور جس کے بارے میں اس کے سننے والے کسی طور پر بھی رضامند نہ ہوں تو اسے بکواس اور فضول گوئی کہا جائے گا۔

تھیاٹیٹس: اس کے لیے یہ عام نام ہے۔

اجنبی: لیکن اب وہ دوسرا کیا ہے، جو عام مباحثے سے پیسہ بناتا ہے۔ اس کے بارے میں کچھ کہنے کی اب آپ کی باری ہے۔

تھیاٹیٹس: اس کا صرف ایک درست جواب ہے اور وہ حیران کن شخص سوفسطائی ہوگا جس کے بارے میں ہم غور کر رہے ہیں اور جو چوتھی دفعہ سامنے آیا ہے۔

اجنبی: جی ہاں۔ کیونکہ وہ بحث، تنازع، جھگڑا، مباحثہ، کسی بھی طور پیسے بنانے والا، اکتسابی خاندان سے ہے جس کو بحث پہلے ہی ثابت کر چکی ہے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: یہ رائے کس قدر درست تھی کہ وہ کئی اقسام کا جانور ہے جسے ایک ہاتھ سے (یعنی بآسانی) پکڑا نہیں جا سکتا۔

تھیاٹیٹس: پھر آپ کو اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اجنبی: جی ہاں۔ اگر ہم ایسا کر سکتے ہوں تو اس مقصد کے لیے آئیں اس معاملے کے ایک اور پہلو پر غور کریں۔ آپ کو معلوم ہے کہ ملازمین میں کچھ نیچ قسم کے پیشے پائے جاتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔ اس طرح کے کئی ہیں۔ ان میں سے آپ کی مراد کس سے ہے۔

اجنبی: ان سے میری مراد چھاننا، رنگ کرنا، کپڑا بننا اور کتائی و مرمت وغیرہ ہیں۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: ان پیشوں کے علاوہ بھی کئی دوسرے ہیں جن میں روئی دھننا، کپڑا بنانا اور اسی طرح کے اور دوسرے، بہت سے پیشے جو کہ فنون میں شمار ہوتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: وہ کیا چیز ہے کہ جس کی سرپرستی کی جائے اور ہم ان سب سے کیا کر سکتے ہیں؟

اجنبی: میرے خیال میں ان سب میں تقسیم کا عنصر محیط ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: اگر جیسا کہ میں کہہ رہا تھا کہ ایک فن میں یہ سب شامل ہیں۔ تو کیا اس فن کا ایک نام نہیں ہونا چاہیے۔

تھیاٹیٹس: فن کا وہ نام کیا ہے؟

اجنبی: امتیاز یا تفریق کرنے کا فن ہے۔

تھیاٹیٹس: بہت اچھے۔

اجنبی: سوچیں کہ کیا آپ اس کی تقسیم نہیں کر سکتے؟

تھیاٹیٹس: مجھے ایسا پہلے سوچنا چاہیے تھا۔

اجنبی: کیا پچھلے سارے عمل میں ہم نے یکساں کو یکساں سے یا بُرے سے اچھے کو علیحدہ کیا ہے؟

تھیاٹیٹس: مجھے اب سمجھ آ رہی ہے کہ آپ کا کیا مطلب ہے۔

اجنبی: پہلی قسم کی تقسیم کے لیے کوئی نام نہیں ہے جبکہ دوسری کے لیے جو بُرے کو رد اور اچھے کو محفوظ کرتا ہے، میں اس کا ایک نام ضرور جانتا ہوں۔

تھیاٹیٹس: وہ کیا ہے؟

اجنبی: ہر قسم کی تمیز اور فرق جیسا کہ میں نے مشاہدہ کیا، اسے تطہیر کہا جاتا ہے۔

تھیاٹیٹس: ہاں۔ عام طور پر یہی بیان کیا جاتا ہے۔

اجنبی: کوئی شاید تجزیہ کرے کہ تطہیر کی دو اقسام ہیں۔

تھیاٹیٹس: شاید ایسا ہی ہے۔ اگر اسے سوچنے کا وقت دیا جائے لیکن میں اس وقت ایسا نہیں دیکھتا۔

اجنبی: جسم کی کئی اقسام کی تطہیر ہے۔ جنھیں ایک نام کے تحت ظاہر کیا جا سکتا ہے۔

تھیاٹیٹس: وہ کیا ہیں اور ان کا ایک نام کیا ہے؟

اجنبی: زندہ اجسام کے اندرونی اور بیرونی حصوں میں تطہیر کا عمل ہوتا ہے۔ جس میں سے اندرونی حصہ ادویات اور جمناسٹک سے متاثر ہوتا ہے جبکہ بیرونی حصے کو نہلانے والے کے پروقار عمل سے تطہیر نہیں ہوتی۔ اسی طرح بے جان چیزوں کی تطہیر بھی ہوتی ہے۔ یہ فن بھرنے اور خارج ہونے کا عمل ہے، اس کی کئی اقسام اور ان کے کئی نام ہیں جن کو اگرچہ مضحکہ خیز خیال کیا جاتا ہے۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: اس میں کوئی شک نہیں کہ انھیں مضحکہ خیز تصور کیا جاتا ہے۔ تھیاٹیٹس، لیکن علم الکلام کے فن سے اس بات پر کبھی غور نہیں کیا جاتا کہ آیا ان کی تطہیر سے حاصل کیا گیا فائدہ اسفنج سے زیادہ ہے یا کم اور کیا اس کا ایک سے دوسرے میں زیادہ مفاد نہیں ہے۔ وہ یہ جاننے کی کوشش کرتی ہے کہ ان تمام فنون میں کیا تعلق ہے اور کیا نہیں۔ ذہانت کے حصول کے نقطۂ نظر سے اور اسے خیال میں رکھ کر کہ وہ ان سب کا یکساں احترام کرتی ہے اور جب ان میں موازنہ کیا جاتا ہے تو وہ ان میں کسی کو دوسرے سے زیادہ مضحکہ خیز شمار نہیں کرتی اور نہ ہی وہ کسی ایسے کو پسند کرتی ہے جو اس کی شکار کی مثال کا ثبوت دیتے ہیں، عام فن ہے، آخر ایک سے دوسرا زیادہ شایستہ جو تباہ کن حشرات کے بارے میں بیان کرتا ہے۔ لیکن صرف دونوں کے دھوکا دینے والے کی طرح۔ جہاں تک آپ کا نام دینے کا سوال ہے۔ جس میں یہ تمام اقسام کے تطہیر کے ستون شامل ہیں۔ یعنی جاندار یا بے جان اجسام کے۔ علم الکلام

صرف عمدہ الفاظ کا استعمال نہیں۔ اگر انھیں ایک نام دیا جائے۔ ان کو اکٹھا کرنا اور تطہیر کے بعد روح اور دانش کو علیحدہ کر دینا۔ اس لیے کہ یہ تطہیر ہے جس پر وہ پہنچنا چاہتی تھی۔ یہ ہمیں سمجھنا چاہیے کہ یہ اس کا مقصد ہوگا۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔ میں سمجھ رہا ہوں اور اس سے اتفاق کرتا ہوں کہ تطہیر کی دو اقسام ہیں جن میں سے ایک کا تعلق روح سے اور دوسری کا تعلق جسم سے ہے۔

اجنبی: بہت خوب۔ اچھا۔ اب سنیں میں کیا کہنے والا ہوں کہ ان میں سے پہلی قسم کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: آپ تقسیم کے لیے کوئی بھی طریقہ کار اختیار کریں گے میں اس میں آپ کا ساتھ دوں گا۔

اجنبی: کیا ہم تسلیم کرتے ہیں کہ نیکی روح میں خرابی سے مختلف ہے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: اور یہ کہ تطہیر کا نتیجہ اچھا اور ہر قسم کی خرابی کا خاتمہ ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: روح میں بُرائی دو اقسام کی ہو سکتی ہیں۔

تھیاٹیٹس: کون سی؟

اجنبی: ایک کا موازنہ جسم کی بیماری سے اور دوسری کا بگاڑ سے ہے۔

تھیاٹیٹس: میں سمجھ نہیں سکا۔

اجنبی: شاید۔ آپ نے یہ کبھی نہیں سنا کہ بیماری اور جھگڑا ایک ہی چیز ہے۔

تھیاٹیٹس: یہ بھی مجھے معلوم نہیں کہ میں اس کا کیا جواب دوں۔

اجنبی: کیا آپ یہ خیال نہیں کرتے کہ جھگڑا اچھے عناصر کا خاتمہ ہے اور بیماری کی طرح ہی تضاد کے باعث جنم لیتا ہے۔

تھیاٹیٹس: ایسا ہی ہے۔

اجنبی: اور کیا مشکل کا بگاڑ کوئی چیز ہے۔ جس کا مقصود کسی چیز کی پیمائش ہے جو کہ ہمیشہ دکھائی نہیں دیتی۔

تھیاٹیٹس: بالکل۔

اجنبی: اور کیا ہم یہ نہیں دیکھتے کہ رائے خواہش سے متضاد ہے۔ غصے کے لیے خوشی، تکلیف کی وجہ اور

بُرے آدمی کی روح میں یہ تمام چیزیں ایک دوسرے کی مخالفت کرتی ہیں۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: پھر بھی یہ تمام ایک ہیں۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: پھر ہم کہتے ہیں کہ بُرائی کو روح کی بیماری اور جھگڑا کہنے میں حق بجانب ہوں گے۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: جب کسی چیز میں حرکت یا کسی خاص وجہ کے باعث اپنے مقصد کو کھو بیٹھتے ہیں تو کیا ہم کہیں گے کہ ان میں ترتیب کا اثر ہے۔کیا کسی ترتیب کے حصول کے لیے ایسا ہوتا ہے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً موزونیت کے حصول کے لیے۔

اجنبی: لیکن ہم یقیناً جانتے ہیں کہ روح رضا کارانہ طور پر کسی چیز سے غافل نہیں۔

تھیاٹیٹس: یقیناً نہیں۔

اجنبی: جہالت کیا ہے؟ ذہن کا بھٹکنا جو سچ پر حاوی ہو جاتا ہے؟ اور اس کی وجہ سے سمجھنے کا عمل درہم برہم ہو جاتا ہے۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: پھر ہم ایک غیر ذہین روح کو بگڑا ہوا اور موزونیت سے محروم کہیں گے۔

تھیاٹیٹس: بالکل سچ۔

اجنبی: ہر روح میں دو اقسام کی برائیاں ہوتی ہیں، ایک جس کو عام طور پر خبیث کہا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ روح کی بیماری ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: ایک اور ہے جس کو جہالت کہا جاتا ہے اور روح میں ہونے کی وجہ سے اسے خبیث نہیں کہا جا سکتا۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ جس سے میں نے پہلے اختلاف کیا کہ روح میں دو اقسام کی برائیاں ہیں اور ہمیں یہ ماننا چاہیے کہ بزدلی، ناانصافی اور بے اعتدالی بھی روح کی ہی بیماریاں ہیں جبکہ جہالت جس کی یہ قسم ہے، بگاڑپن ہے۔

اجنبی: اور جسم کی صورت میں کیا اس فن کی دو اقسام نہیں ہیں، جنھیں دو جسمانی حالتوں کے ساتھ کام کرنا

چاہیے۔

تھیاٹیٹس: وہ اقسام کیا ہیں؟

اجنبی: جمناسٹک جسم کے بگاڑ کا اور ادویات بیماری کا علاج کرتی ہے۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: اور جہاں کہیں تکبر، ناانصافی اور بزدلی ہو، کیا اس کے لیے سرزنش مطلوبہ فن نہیں ہے؟

تھیاٹیٹس: یہ یقیناً بنی نوع انسان کی رائے ہے۔

اجنبی: مزید برآں، مختلف اقسام کی جہالت کو کیا درست طور پر تلافی کے لیے ہدایات نہیں دی جائیں گی۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: ہدایات دینے کے فن کے بارے میں، کیا ہم کہیں گے کہ اس کی ایک قسم ہے یا کئی۔ کسی بھی قیمت پر اس کی بنیاد دو بڑی اقسام ہیں، اس بارے میں سوچیں۔

تھیاٹیٹس: میں ایسا کروں گا۔

اجنبی: مجھے یقین ہے کہ ہم اس سوال کے جواب تک کس قدر جلد پہنچ سکتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: وہ کیسے؟

اجنبی: اگر ہم وہ لکیر دریافت کرسکیں جو جہالت کو دو برابر حصوں میں تقسیم کرتی ہے۔ جہالت کی دو قسم میں تقسیم یقیناً اس بات کی غماز ہے کہ ہدایات کے فن کی بھی دو اقسام ہیں جو جہالت کی دو اقسام سے مطابقت رکھتی ہیں۔

تھیاٹیٹس: خوب۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ ہم کس چیز کی تلاش میں ہیں؟

اجنبی: میں اپنے آپ کو جہالت کی ایک بہت بڑی اور بدترین قسم میں دیکھ پاتا ہوں اور اس بڑی اور بدترین جہالت کو دوسری تمام اقسام کی جہالتوں کے برابر قرار دیا جاسکتا ہے۔

تھیاٹیٹس: وہ کیا ہے؟

اجنبی: جب کوئی آدمی یہ سوچ لیتا ہے کہ وہ سب کچھ جانتا ہے حالانکہ وہ نہیں جانتا، یہ تمام قسم کی غلطیوں کا بنیادی سبب دکھائی دیتا ہے۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: اور یہ کہ اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو یہ ایک قسم کی جہالت ہے جسے بیہودگی کہا جاسکتا ہے۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: پھران ہدایات کو کیا نام دیا جائے جو اس کی نجات کا ذریعہ ہے۔

تھیاٹیٹس: اجنبی، جس ہدایات سے آپ کی مراد ہے۔ مجھے خیال کرنا چاہیے کہ یہ دستکاری کے فن کی تعلیم نہیں۔لیکن کیا ہمارے لیے شکریہ کا ذریعہ ہے وہ ہے مجھے اس دنیا میں تعلیم کا نام دیا گیا ہے۔

اجنبی: جی ہاں۔تھیاٹیٹس۔تمام قدیم یونانی باشندوں کی بھی یہی رائے ہے لیکن ہمیں مزید اس بات پر غور کرنا ہے کہ کیا تعلیم کی بھی کوئی تقسیم ہوسکتی ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں، ہمیں کرنا چاہیے۔

اجنبی: میرا خیال ہے کہ اس قسم کی تقسیم ممکن ہے۔اس کے لیے ایک نکتہ موجود ہے؟

تھیاٹیٹس: کہاں؟

اجنبی: تعلیم کا، ایک طریقہ سخت اور دوسرا نرم ہے۔

تھیاٹیٹس: ہم ان دونوں میں فرق کیسے کریں گے؟

اجنبی: وقت کے ساتھ آزمایا ہوا طریقہ موجود ہے جو باپ اپنے بیٹوں کے لیے استعمال کرتے رہے ہیں اور جس کو اب بھی کئی لوگ استعمال کرتے ہیں۔یعنی سختی کے ذریعے سے غلطی کے سدباب کا طریقہ یا انھیں شریفانہ انداز میں نصیحت کرنے کا طریقہ، غلطی کے تدارک کے لیے لعن طعن کا کوئی بھی طریقہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: لیکن جبکہ کچھ لوگ اس نتیجے پر پہنچتے دکھائی دیتے ہیں کہ تمام اقسام کی جہالت غیر رضا کارانہ ہے اور کوئی بھی جو اپنے آپ کو عقلمند سمجھتا ہے۔وہ ان چیزوں میں سے کسی ایک کے بارے میں سیکھنے کو تیار نہیں جن میں وہ خود اپنے آپ کو عقلمند تصور کرتا ہے۔اس طرح کے معاملات میں لعن طعن کرنے والی ہدایات مزید مشکلات کا باعث بنتی ہیں جبکہ ان سے فائدہ کم ہوتا ہے۔

تھیاٹیٹس: یہ بالکل درست ہے۔

اجنبی: اس طرح وہ ایک دوسرے طریقے سے اپنے خیال کو دور کرنے کے لیے کام شروع کرتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: کس طریقے سے۔

اجنبی: وہ دوسرے شخص کے الفاظ پر جرح کرتے ہیں جب وہ سوچتا ہے کہ وہ کچھ کہہ رہا ہے لیکن حقیقتاً وہ

کچھ نہیں کہہ رہا ہوتا اور اس طرح آسانی سے اس کے بارے میں ایک غلط رائے قائم کر لیتے ہیں۔ وہ علم الکلام کے عمل سے مختلف چیزیں اکٹھا کر لیتے ہیں اور ان کا موازنہ کر کے یہ ثابت کرتے ہیں کہ ایک ہی چیز کے بارے میں ان کی رائے میں تضاد ہے۔ یہ دیکھ کر وہ اپنے آپ سے ناراض ہوتا ہے اور دوسروں کی طرف نرم رویہ اختیار کرتا ہے۔ اس دوران وہ سننے والوں کے لیے مذاق بن جاتا ہے تاہم اس کا اثر مثبت نتیجے کے طور پر سامنے آتا ہے۔ کیونکہ طبیبوں کا خیال ہے کہ جسم خوراک سے اس وقت تک بہتر نتائج حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ اندرونی رکاوٹ کو دور نہ کیا جائے۔ اس لیے روح کی تطہیر کرنے والے اس بات سے آگاہ ہیں کہ اس کا مریض اس وقت تک علم سے فائدہ حاصل نہیں کر پائے گا جب تک اسے رڈ نہ کیا جائے اور وہ اس رڈ کیے جانے سے جدت پسندی نہ سیکھے۔ پہلے اسے اس کے ذہن میں موجود غلط رائے کو دور کیا جانا ضروری ہے اور پھر اسے یہ سوچنے پر آمادہ کیا جائے کہ وہ صرف وہی کچھ جانتا ہے جو وہ واقعی جانتا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

تھیاٹیٹس: یہ یقیناً ذہن کی بہترین اور عمدہ حالت ہے۔

اجنبی: ان تمام وجوہات کی بنا پر، تھیاٹیٹس، ہمیں تسلیم کرنا چاہیے کہ جھوٹ ثابت کرنا تطہیر کا سب سے اہم اور بڑا طریقہ ہے اور وہ جس کی اصلاح نہ کی جائے وہ خواہ بڑا بادشاہ ہی کیوں نہ ہو، اس کی حالت بدترین ملاوٹ کی سی ہوگی۔ اس کو ہدایات نہیں دی جاتی اور ان خوبیوں میں جو اسے فطرت نے دی ہیں۔ ان میں بگاڑ بغیر اصلاح کے رہتا ہے جن کی اگر اصلاح کر دی جائے تو وہ بہترین اور مفید ہو سکتی ہیں۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: اس فن کے مشیر کون ہیں۔ میں سوفسطائیوں کو اس کا استاد کہنے سے ڈرتا ہوں۔

تھیاٹیٹس: کیوں؟

اجنبی: اس لیے کہ کہیں ہم انھیں بہت بڑا اختیار نہ سونپ دیں۔

تھیاٹیٹس: پھر بھی سوفسطائی ہمارے تطہیر کے مشیر سے ایک خاص مشابہت رکھتا ہے۔

اجنبی: ہاں۔ اسی قسم کی یکسانیت، بھیڑیے کی (سب سے زیادہ خونخوار جانور)، کتے کے ساتھ ہے جو کہ وفادار جانور ہے۔ لیکن جو موازنہ کرنے کے بارے میں نہیں جانتا اسے اس بارے میں انتہائی محتاط

ہونا چاہیے، کیونکہ یہ سب سے زیادہ نزاکت والا کام ہے۔ چلیں ہم فرض کرتے ہیں جیسا میں پہلے کہتا رہا ہوں کہ سوفسطائی آدمی ہیں کیونکہ اگر مناسب احتیاط برتی جائے تو وہ لکیر جو انھیں تقسیم کرتی ہے کافی واضح ہوگی۔

تھیاٹیٹس: کافی حد تک ایسا ہی ہے۔

اجنبی: آئیں ہم یہ تسلیم کریں کہ اختلاف کے عمل سے تطہیر ہوتی ہے اور تطہیر کے عمل سے اس ایک حصے کو علیحدہ کیا جا سکتا ہے جس کا تعلق روح سے ہے۔ ذہنی تطہیر کی ہدایات اس کا ایک حصہ ہے اور ہدایات کا تعلیم حصہ ہے، تردید ایک مفید چیز ہے جو کہ اس موجودہ بحث کا حصہ ہے اور اسے سوفسطائیت کے فن کا حصہ کہا جائے گا۔

تھیاٹیٹس: بہت خوب، تاہم وہ تمام صورتیں جن میں اس نے اپنے آپ کو پیش کیا، مجھے شک ہونا شروع ہو گیا ہے کہ میں کس طرح کسی سچائی یا اعتماد کے ساتھ سوفسطائی کی اصل فطرت کے بارے میں بیان کر سکوں گا۔

اجنبی: آپ قدرتی طور پر پریشانی محسوس کر رہے ہیں اور تاہم میں اب بھی سوچتا ہوں کہ اسے بچانے کے لیے ہمیں اب مزید فکر مند ہونا چاہیے۔ جیسا کہ کہاوت ہے کہ جب ہر راستہ بند ہو جاتا ہے اور بچنے کا کوئی راستہ نہ ہو تو وہ وقت اس مصیبت پر پل پڑنے کا ہوتا ہے۔

تھیاٹیٹس: سچ۔

اجنبی: پہلے آئیں۔ ایک لمحے کے لیے رک کر انتظار کرتے ہیں اور سانس درست کرتے ہیں اور جب ہم آرام کر رہے ہوتے ہیں تو ہم اس پر غور کر سکیں گے کہ یہ کتنی اقسام میں ظاہر ہو چکا ہے۔ سب سے پہلے وہ دولت اور جوانی کے بعد اجرتی شکاری کے طور پر سامنے آیا تھا۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: دوسرے موقع پر وہ روح جیسی چیزوں کا سوداگر تھا۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: جبکہ تیسری صورت میں وہ اسی قسم کی چیزوں کے پرچون فروش کے طور پر سامنے آیا۔

تھیاٹیٹس: ہاں۔ اور چوتھی چیز یہ کہ وہ جو چیزیں بیچتا ہے وہ خود تیار کرتا ہے۔

اجنبی: بالکل ٹھیک۔ میں پانچواں خود ہی یاد رکھنے کو کوشش کروں گا۔ وہ جنگجو طبقے سے تعلق رکھتا ہے اور مزید

اسے مذاکرات کا ہیرو بیان کیا گیا تھا۔ جو گفتار کے فن کے بارے میں پیش گوئی کرتا ہے۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: چھٹا نکتہ مبہم تھا پھر بھی ہم نے بالآخر اتفاق کیا تھا کہ وہ روح کا تزکیہ کرنے والا ہے جس نے علم کی راہ میں رکاوٹ کو دور کیا۔

تھیاٹیٹس: بالکل ٹھیک۔

اجنبی: کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جب کسی فن کا استاد ایک نام اور علم کی کئی شاخوں کو جانتا ہو تو اس سے کچھ نہ کچھ خرابی ہو گی؟ کئی نام جو اس سے منسوب کیے جاتے ہیں وہ اس بات کا اظہار کرتے ہیں وہ اس اصول کو نہیں سمجھتا جس سے علم کی شاخیں منسوب ہوتی ہیں۔

تھیاٹیٹس: مجھے سوچنا چاہیے کہ یہی معاملہ ہو گا۔

اجنبی: ہر قیمت پر ہم اسے سمجھیں گے اور کاہلی ہمیں اس کام سے نہیں روکے گی۔ آئیں، دوبارہ شروع کریں اور سوفسطائی کے بارے میں اپنے بیانات کا جائزہ لیں۔ ایک چیز تھی جو میرے نزدیک اس کی خوبی کے طور پر میرے سامنے آئی۔

تھیاٹیٹس: آپ کس چیز کا حوالے دے رہے ہیں؟

اجنبی: ہم اس کے بارے میں کہہ رہے تھے کہ اگر میں غلطی نہیں کر رہا تو وہ یہ ہے کہ وہ ایک مباحثہ کرنے والا ہے۔

تھیاٹیٹس: ہم نے کہا تھا۔

اجنبی: کیا وہ دوسروں کو مباحثہ کرنے کا فن نہیں سکھاتا۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔ وہ ایسا کرتا ہے۔

اجنبی: وہ کس چیز کے بارے میں پیش گوئی کرتا ہے کہ وہ آدمیوں کو مباحثہ کرنا سکھاتا ہے۔ ابتدا میں ابتدا کرتے ہوئے کیا وہ انھیں آفاقی چیزوں کے بارے میں مباحثہ کرنا سکھاتا ہے جو آدمی کو عام طور پر دکھائی نہیں پڑتیں۔

تھیاٹیٹس: کسی بھی قیمت پر۔ اس کے بارے میں ایسا ہی کہا ہے۔

اجنبی: آپ آسمان اور زمین پر دکھائی دینے والی چیزوں کے بارے میں کیا کہیں گے؟

تھیاٹیٹس: یقیناً وہ ان پر مباحثہ کرتا ہے اور ان کے بارے میں مباحثہ کرنا سکھاتا ہے۔

اجنبی: مزید برآں عام گفتگو میں، جب نسلوں اور اختلافات کے حوالے سے کوئی عالمگیر بات کی جاتی ہے۔ہم جانتے ہیں کہ ایسے لوگ بڑے بحث کرنے والے ہیں۔اور اپنی خوبی دوسروں کو بتانے کے قابل ہوتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: بے شک وشبہ۔

اجنبی: اور کیا وہ آدمیوں کو قانون سے متعلق مباحثہ کرنے کے قابل نہیں بناتے اور بالعموم سیاست کے متعلق۔

تھیاٹیٹس: کیوں۔ان کو کہنے کے لیے کسی کے پاس کچھ نہیں ہوگا۔اگر انھوں نے یہ پیشہ اختیار نہ کیا ہو۔

اجنبی: تمام فنون میں، ایک فنکار کو ایک اچھی شکل میں کیے گئے سوال کے بارے میں کیا کہنا چاہیے اور جو کوئی پسند کرے وہ سیکھ سکتا ہے۔

تھیاٹیٹس: میں فرض کرتا ہوں کہ آپ کشتی اور دوسرے فنون کے بارے میں پروٹاغورس (Protagoras) کے خیالات کا حوالہ دے رہے ہیں۔

اجنبی: جی ہاں۔میرے دوست، اور کئی دوسری چیزوں کے بارے میں۔ایک لفظ میں مختصراً، کیا مباحثے کا علم تمام چیزوں کے بارے میں مباحثہ کرنے کی قوت نہیں۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔اس میں کوئی چیز ایسی دکھائی نہیں دیتی جو چھوڑ دی گئی ہو۔

اجنبی: لیکن او میرے عزیز نوجوان! کیا آپ ممکن تصور کرتے ہیں؟ کیونکہ شاید آپ کی نوجوان آنکھیں وہ چیز دیکھ سکیں جو ہماری کمزور نظر نہ دیکھ سکتی ہو۔

تھیاٹیٹس: آپ کس چیز کی طرف اشارہ کر رہے ہیں؟ میرا خیال نہیں ہے کہ میں آپ کا سوال سمجھ پایا ہوں۔

اجنبی: میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ کیا ہر کسی کو تمام چیزیں سمجھ میں آتی ہیں۔

تھیاٹیٹس: وہ آدمی خوش قسمت ہوگا۔اگر کسی کے لیے ایسا ممکن ہو۔

اجنبی: لیکن کیسے کوئی جاہل ایسے شخص کے خلاف مباحثہ کر سکتا ہے جو اسے جانتا ہے۔

تھیاٹیٹس: وہ نہیں کر سکتا۔

اجنبی: تب جدید فن کی اس قدر پراسرار قوت کیوں ہے؟

تھیاٹیٹس: آپ کس کا حوالے دے رہے ہیں؟

اجنبی: سوفسطائی نئے لوگوں کو کس طرح اپنی اعلیٰ ترین اور عالمگیر عقل کے بارے میں یقین دلاتے ہیں۔

کیونکہ اگر انھوں نے نہ تو کبھی مباحثہ کیا ہو اور نہ ہی ان کے بارے میں درست طور پر مباحثہ کے حوالے سے سوچا گیا ہو۔ نہ ہی ان کے لیے ایسا کرنا ان کی متنازعہ مہارت کی وجہ سے سوچا جاتا ہو۔ اس طرح اپنے ہی کہے کا حوالہ دیں تو نہ کوئی اپنی رقم دے گا یا ان سے فن سیکھنے کا متمنی ہوگا۔

تھیاٹیٹس: وہ یقیناً نہیں دیں گے۔

اجنبی: لیکن وہ ایسا کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔ وہ ایسا کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔

اجنبی: جی ہاں اور اس کی وجہ جیسا کہ مجھے تصور کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ وہ ان چیزوں کا علم سیکھنے کے خواہاں ہوتے ہیں جن کے بارے میں مباحثہ کرتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: اور کیا وہ تمام چیزوں کے بارے میں مباحثہ کرتے ہیں؟

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: اور اس لیے کیا وہ اپنے پیروکاروں کو مکمل طور پر دانشور دکھائی دیتے ہیں؟

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: لیکن وہ ایسے نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ ناممکن دکھایا گیا تھا۔

تھیاٹیٹس: ناممکن۔ یقیناً۔

اجنبی: پھر سوفسطائی ظاہری علم یا شعبدہ بازی کے علم کے ماہر دکھائے گئے ہیں۔ جو کہ سچ نہیں ہے۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست اس سلسلے میں اس سے بہتر بیان نہیں کیا جا سکتا۔

اجنبی: آئیں اب ایک وضاحت کریں۔ جو اس کی فطرت کو مزید وضاحت سے بیان کرے گا۔

تھیاٹیٹس: وہ کیا ہے؟

اجنبی: میں آپ کو بتاؤں گا اور آپ پوری توجہ کے ساتھ مجھے اس کا جواب دیں گے۔ فرض کریں کہ ایک آدمی نے کوئی پیش گوئی کرنی تھی۔ اس لیے نہیں کہ وہ گفتگو یا مباحثہ کر سکتا تھا بلکہ اس لیے کہ وہ ایک فن کے ذریعے ساری چیزیں جانتا تھا۔

تھیاٹیٹس: سارے کام؟

اجنبی: میں جانتا ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا آپ اس کے پہلے لفظ کو نہیں سمجھتے۔ کیونکہ آپ ''سب'' کے

معنی نہیں سمجھتے۔

تھیاٹیٹس: نہیں۔ میں نہیں سمجھا۔

اجنبی: سب چیزوں میں، میں اور آپ سارے جانور اور درخت بھی شامل ہیں۔

تھیاٹیٹس: آپ کی اس سے کیا مراد ہے؟

اجنبی: فرض کریں ایک آدمی کہے کہ وہ مجھے، آپ کو اور ساری مخلوق کو بنائے گا۔

تھیاٹیٹس: اس کا بنانے سے کیا مراد ہوگی۔ وہ کسان نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ آپ نے کہا کہ وہ جانوروں کو پیدا کرنے والا ہے۔

اجنبی: جی ہاں، اور میں یہ بھی کہتا ہوں کہ وہ دریاؤں سمندروں، آقاؤں، دیوتاؤں، آسمان سمیت ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور مزید برآں وہ ان چیزوں کو فوری طور پر پیدا کرسکتا ہے اور انھیں چند کوڑیوں کے عوض بیچتا ہے۔

تھیاٹیٹس: یہ ایک مذاق ہوگا۔

اجنبی: جب ایک آدمی کہتا ہے کہ وہ ساری چیزیں جانتا ہے اور انھیں بہت تھوڑے معاوضے کے عوض دوسروں کو سکھا سکتا ہے۔ اور وہ بھی تھوڑے وقت میں۔ کیا یہ مذاق نہیں ہے؟

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: کیا نقل سے کوئی مذاق کی نسبت، زیادہ پروقار طریقہ ہے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً نہیں۔ نقل بڑا قابل فہم لفظ ہے۔ اس ایک لفظ کے استعمال میں کئی چیزیں واضح ہوجاتی ہیں۔

اجنبی: ہم جانتے ہیں کہ وہ جو ایک فن سے سب چیزیں بنانے کی پیش گوئی کرتا ہے وہ ایک مصور ہے اور وہ اپنے فن سے چیزوں کو حقیقی اور اصل چیزوں جیسا بناتا ہے۔ جن کا وہی نام ہوتا ہے جو اصل اور حقیقی چیز کا ہوتا ہے۔ اور پھر وہ اس طرح کم عمر بچوں کو جو کم ذہین ہوتے ہیں انھیں اپنے اس علم سے دھوکا دے سکتا ہے۔ جنھیں وہ اپنی تصاویر کچھ فاصلے سے دکھاتا ہے۔ یقین دلاتے ہوئے کہ وہ جو چیزوں کو بنانا چاہے وہ بنانے کی مکمل طاقت رکھتا ہے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: اور کیا اسے چیزوں کی نقل کرنے کا فن نہیں کہا جائے گا۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ نوجوان لوگوں کی ان الفاظ میں تعریف کر کے حوصلہ افزائی کی جائے۔ جب کہ وہ اب بھی حقائق کی سچائی سے کچھ فاصلے پر

ہیں۔ان کے سامنے جعلی بحث کر کے انھیں یہ یقین دلایا جاتا ہے کہ یہ سب سچ ہے۔اور یہ کہ جو بول رہا ہے وہ ان تمام چیزوں کے بارے میں پورا علم رکھتا ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔اس کے علاوہ اور کوئی ایسا فن نہیں ہے۔

اجنبی: جیسا کہ وقت گزرتا ہے اور ان کے سننے والوں کی عمر میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ حقیقت سے قریب تر آتے ہیں۔اور بڑے تجربات کے باعث وہ زندگی کے حقائق سے آگاہ ہوتے ہیں۔تو کیا ان میں سے اکثریت اس رائے کو تبدیل کرنے پر مجبور نہیں ہو جاتی جو انھوں نے پہلے سے سن رکھا ہوتا ہے۔اس طرح کہ بڑا انھیں چھوٹا دکھائی دیتا ہے اور آسان مشکل اور ان کی زندگی کی، خوابوں پر مبنی تمام افواہیں زندگی کے حقائق میں بدل جاتی ہیں۔

تھیاٹیٹس: یہ میرا نقطۂ نظر ہے جہاں تک میں جا سکا ہوں۔اگرچہ میری عمر میں شاید میں بھی ان میں شامل ہوں گا جو چیزوں کو ایک فاصلے پر دیکھتے ہیں۔

اجنبی: اور ہم سب میں سے زیادہ عقل مند وہ ہوگا جو کہ آپ کا دوست ہے، جو آپ کو افسردہ حقائق کے بغیر زندگی کے حقائق اور سچ کے قریب لائے۔اب میں چاہوں گا کہ آپ مجھے بتائیں کہ کیا سوفسطائی بظاہر حقیقی چیزوں کا جادوگر اور نقال نہیں یا اب بھی ہم یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ شاید وہ ان چیزوں کے بارے میں سچا علم رکھتا ہے جن پر وہ مباحثہ کرتا ہے۔

تھیاٹیٹس: لیکن وہ کیسے کر سکتا ہے۔اجنبی۔کیا کوئی شک ہے۔اس کے بعد جو کچھ کہا گیا ہے اور یہ کہ اسے بچوں کے ڈراموں میں سے ایک حصہ قرار دیا جائے گا۔

اجنبی: تب ہمیں اسے جادوگر اور نقال کا درجہ دینا چاہیے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً ہمیں ایسا ہی کرنا چاہیے۔

اجنبی: اب ہمارا کام یہ ہے کہ ہم اسے اپنے جال سے باہر نہ نکلنے دیں اور ایک چیز ہے جس سے وہ بچ نہیں پائے گا۔

تھیاٹیٹس: وہ کیا ہے؟

اجنبی: یہ نتیجہ کہ وہ ایک مداری ہے۔

تھیاٹیٹس: مختصراً میری اپنی رائے اس کے بارے میں یہی ہے۔

اجنبی: پھر ہمارے لیے جس قدر جلدی ممکن ہو ہمیں تصویر بنانے کے فن کی تقسیم کرنی چاہیے اور اس جال

میں داخل ہونا چاہیے۔ اور اگر سوفسطائی ہم سے دور نہ بھاگے تو اسے ترتیب کے ساتھ پکڑنا چاہیے اور اسے بحث کے سبب کی نذر کرنا چاہیے جو کہ شکار کا آقا ہے اور اس کی گرفتاری کا اعلان کرتا ہے۔ اگر وہ تقلیدی فن کی گوشہ نشینی میں داخل ہو جائے اور اس میں اپنے آپ کو چھپا لے اور اس فن کی مزید تقسیم کرے جبکہ خود بھی فن کے اس تقسیم کردہ حصے میں پکڑا جائے کیونکہ ہمارا ہر کسی معاملے کو نمٹانے کا ایک طریقہ ہے۔ جس سے نہ وہ اور نہ ہی اور کوئی دوسری مخلوق فتح یاب ہو کر بچ نکلے گی۔

تھیاٹیٹس: بہت عمدگی سے یہ کہا گیا۔ آئیں ایسا کریں جیسا کہ آپ نے تجویز کیا۔

اجنبی: خوب تب یہی تجزیاتی طریقے کے تحت جیسا کہ میں پہلے سوچتا ہوں میں تقلیدی علم کی دو اقسام میں تقسیم کر سکتا ہوں لیکن اس وقت میں یہ جاننے کے قابل نہیں کہ کون سی قسم میں تقلیدی فن کی مطلوبہ قسم ہوگی۔

تھیاٹیٹس: کیا آپ مجھے پہلے بتائیں گے کہ وہ دو اقسام کون سی ہیں جن کا آپ ذکر کر رہے ہیں۔

اجنبی: ایک قسم اصل چیز ہے جیسا فن پارے تیار کرنا ہے۔ عام طور پر اس قسم کے فن میں کس چیز کا فن پارہ اصل چیز سے لمبائی، چوڑائی، گہرائی سمیت ہر طرح سے پوری مماثلت رکھتا ہے۔ ہر چیز کا رنگ اس کے اصل اور حقیقی رنگ جیسا ہوتا ہے۔

تھیاٹیٹس: کیا تقلید کا ہمیشہ یہی مقصد نہیں ہوتا؟

اجنبی: ہمیشہ نہیں۔ مصوری یا سنگ تراشی کے فن میں خواہ وہ کسی بھی مقدار یا درجے کا ہو اس کے بارے میں دھوکے کا امکان موجود ہے۔ کیونکہ اگر فنکاروں نے اپنے کام کی اعلیٰ درجے کی حقیقی تخلیق پیش کرنی ہے تو یہ کم تر درجے کی تخلیق سے تناسب سے مختلف ہوگا، جو کہ ان کے کام سے قریب تر ہوگا۔ اس طرح وہ کام میں حقائق کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور صرف وہی تناسب اپنے فن پاروں میں سامنے لاتے ہیں جو ان کے لیے کشش اور خوبصورتی کا باعث ہوتے ہیں۔ جو کہ اصل اور حقیقت کی نفی ہوتی ہے۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: اور وہ جو دوسرا ہونے کی بنا پر اس جیسا ہو تو کیا ہم اسے اس جیسا یا شبیہ نہیں کہیں گے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: شاید ہم اسے جیسا کہ میں نے اب کہا اس فن کی قسم کو یکسانیت یا شبیہ بنانے کا فن نہیں کہیں گے؟

تھیاٹیٹس: آئیں اسے یہی نام دیں؟

اجنبی: ہم خوبصورتی سے مماثلت رکھنے والے فن کو کس نام سے پکاریں گے جو دیکھنے والے کو غیر موزوں دکھائی دیتا ہے جبکہ اگر کوئی اس قسم کے فن کی تخلیق کا درست جائزہ لینے کی قوت رکھتا ہوتو یہ تخلیق اس جیسی بھی دکھائی نہیں دے گی جس کی اسے بنانے والے نے پیش گوئی کی تھی۔ کیا ہم ان تخلیقی فن پاروں کو دکھاوا نہیں گے کیونکہ یہ صرف دکھائی دیتی ہیں ان کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: مصوری میں اس قسم کی کئی چیزیں ہیں۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: اور کیا ہم اس قسم کے فن کو جس میں دکھاوا ہو اور شبیہ نہیں تو اسے خیالی فن نہیں کہیں گے؟

تھیاٹیٹس: بہت درست۔

اجنبی: تب یہ شبیہ بنانے کی دو اقسام ہیں۔ اصل جیسی شبیہ بنانے کا فن۔ یا دکھاوے والی چیزیں بنانے کا فن۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: مجھے شک تھا کہ سوفسطائی کو ان میں سے کس قسم کے فن میں شامل کروں۔ نہ ہی اب میں اس بارے میں کوئی واضح رائے قائم کر سکا ہوں۔ دراصل وہ ایک حیران کن ناقابل شناخت مخلوق ہے۔ اب ہوشیاری کے ساتھ وہ ناممکن جگہ میں داخل ہو چکا ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔ وہ اس میں داخل ہو چکا ہے۔

اجنبی: کیا آپ نصیحت آمیز انداز میں بولتے ہیں یا آپ نے جلد بازی میں جواب دینے کا طریقہ اختیار کیا ہے؟

تھیاٹیٹس: کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ نے کس کا حوالہ دیا ہے؟

اجنبی: میرے پیارے دوست۔ ہم بڑی مشکل بحث میں مصروف ہیں، اس بات میں کوئی شک نہیں۔ یہ ہمیشہ سے مشکل سوال رہا ہے کہ ایک جو چیز نہیں وہ کیسے نظر آ سکتی ہے؟ اور ایک آدمی کیسے کوئی بات کر سکتا ہے جو سچی نہیں ہے۔ کیا کوئی اس بارے میں کہہ سکتا ہے کہ کیا واقعی جھوٹ کا کوئی وجود ہے۔ اور اس میں پکڑے جانے میں تضاد ہوگا؟ دراصل تھیاٹیٹس۔ یہ کام بہت مشکل ہے۔

تھیاٹیٹس: کیوں۔

اجنبی: وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ جھوٹ کا وجود موجود ہے۔ وہ کسی چیز کے وجود سے انکار کرنے کا بے باکی سے کہہ سکتا ہے کیونکہ یہ جھوٹ کے وجود کے امکان کی صورت میں دلالت کرتا ہے لیکن میرے بیٹے جب میں لڑکپن میں تھا، تو پارمینیڈس (Parmenides) نے اس دعوے کے خلاف شدید احتجاج کیا تھا اور اپنی زندگی کے خاتمے تک اس نے اپنے اس موقف پر زور دیا۔ اس نے ہمیشہ شاعری اور دوسری اقسام میں اس کو دہرایا:

''اس قسم کی تحقیق کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ کبھی نہیں کہیں گے کہ نہ ہونے کا کوئی وجود ہے''۔

یہ اس کی شہادت ہے جب اس کہاوت سے انحراف کیا گیا تو جس کی اس بات سے بھی تصدیق ہوئی۔ کیا آپ کو ان الفاظ سے شروع کرنے پر کوئی اعتراض کریں گے۔

تھیاٹیٹس: میرے بارے میں کوئی فکر نہ کریں۔ میری صرف خواہش یہ ہے کہ آپ بحث کو بہتر طریقے سے جاری رکھیں اور مجھے اپنی اس بحث میں شریک رکھیں۔

اجنبی: بہت اچھے۔ اب بتائیں کہ کیا ہم نے ممنوعہ الفاظ ''نہ ہونا'' کہنے کی مہم جوئی کی۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔ ہم ایسا کرتے ہیں۔

اجنبی: آئیں تب سنجیدگی اختیار کریں۔ اور اپنے سوال کو نہ تو جھگڑے میں اور نہ ہی مذاق میں لیں۔ فرض کریں کہ پارمینیڈس کو سننے والے ایک شخص سے پوچھا گیا ''وہ کیا چیز ہے جس پر لفظ نہ ہونے کا اطلاق ہوگا۔ کیا آپ جانتے ہیں وہ اس کے جواب میں کیا کہے گا۔

تھیاٹیٹس: وہ ایک مشکل سوال ہے اور کوئی جو مجھ جیسا ہوگا وہ اس کا جواب نہیں دے پائے گا۔

اجنبی: یہ جاننے میں کسی صورت کوئی مشکل نہیں کہ نہ ہونے کا اقرار کسی ہونے والی چیز پر دلالت نہیں کرتا۔

تھیاٹیٹس: یقیناً کسی پر نہیں۔

اجنبی: اور اگر ہونے پر دلالت نہیں کرتا تو کسی چیز پر نہیں۔

تھیاٹیٹس: یقیناً نہیں۔

اجنبی: یہ بھی واضح ہے کہ کس چیز کے بارے میں بات کرتے ہوئے ہم ہونے کی بات کرتے ہیں کیونکہ ماخوذ چیز کو دوسرے سے علیحدہ کر کے بات کرنا ممکن نہیں ہے۔

تھیاٹیٹس: ناممکن۔

اجنبی: آپ کا یہ بات کہنے کا مقصد یہ ہے جو کوئی بات کرتا ہے وہ کسی ایک چیز کے بارے میں بات

کرتا ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: کچھ اگر واحد ہے تو آپ کہیں گے کہ یہ ایک کی علامت ہے کچھ اگر دہرا ہے تو دو کی علامت ہوگا اور اگر کچھ جمع ہے تو یہ بہت کی علامت ہوگی۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: تب وہ جو کہتا ہے ''کوئی چیز نہیں'' کے بارے میں کہنا چاہیے بالکل کوئی چیز نہیں۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: اور جیسا کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ کوئی شخص بولتا ہے لیکن کہتا کچھ نہیں۔ وہ جو کچھ نہیں کہتا وہ کچھ نہیں بولتا۔

تھیاٹیٹس: بحث کی مشکلات مزید آگے نہیں بڑھ سکتیں۔

اجنبی: ابھی نہیں۔ میرے دوست، کیا ایسے لفظ کے لیے کوئی وقت ہے۔ جب کہ ابھی بہت ساری مشکلات باقی ہیں جو معاملے کی تہ کو چھونے سے سامنے آئیں گی۔

تھیاٹیٹس: آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟ بات کرنے سے نہ گھبرائیں۔

اجنبی: اس کو جس کا کہ کوئی وجود ہے کسی دوسری چیز سے جو کہ موجود ہے، منسوب کیا جا سکتا ہے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: لیکن کیا کوئی چیز جس کا وجود ہے اس کو کسی ایسی چیز سے منسوب کیا جا سکتا ہے جس کا کوئی وجود نہیں۔

تھیاٹیٹس: ناممکن۔

اجنبی: سارے اعداد کا شمار ان چیزوں سے کرنا ہوگا جن کا وجود ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔ یقیناً عدد۔ اگر کسی چیز کا کوئی وجود ہے۔

اجنبی: پھر نہیں۔ ''نہ ہونے'' کو جمع یا واحد سے کوئی عدد منسوب نہیں کرنا۔

تھیاٹیٹس: بحث اس بات کا ثبوت ہے کہ ایسا کرنا ہماری غلطی ہوگی۔

اجنبی: لیکن کوئی آدمی الفاظ میں یا خیالات میں کیسے کسی ایسی چیز کا سوچ سکتا ہے جس کا وجود نہیں یا کوئی چیز ایسی جس کا کوئی عدد نہیں؟

تھیاٹیٹس: درحقیقت کیسے؟

اجنبی: جب ہم ان چیزوں کے بارے میں بات کرتے ہیں جن کا وجود نہیں تو کیا ہم اس سے نہ ہونے والی اشیا سے جمع کو منسوب نہیں کر رہے ہوتے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: لیکن دوسری طرف جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ''کیا نہیں ہے'' تو کیا ہم اس سے اتحاد کو منسوب نہیں کر رہے ہوتے۔

تھیاٹیٹس: یہ واضح ہے۔

اجنبی: تاہم۔ ہم اس بات کا اعادہ کرتے ہیں کہ آپ، موجود چیز کو نہ موجود ہونے والی چیز سے منسوب نہیں کرنا چاہیے اور آپ یہ نہیں کر سکتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: کیا آپ دیکھتے ہیں پھر یہ کہ خود نہ ہونے کے بارے میں بات نہیں کی جا سکتی اور نہ اس بارے میں سوچا جا سکتا ہے۔ یہ سوچنے کے قابل نہیں ہے، نہ ہی گفتگو یا بیان کے قابل ہے۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: لیکن اگر ایسا ہے تو میں ابھی آپ کو یہ بتانے میں غلطی پر تھا کہ جو مشکل اب آنے والی ہے وہ سب سے بڑی ہے۔

تھیاٹیٹس: کیا۔ کیا ابھی کوئی اور بڑی مشکل باقی ہے۔

اجنبی: خوب۔ میں حیران ہوں کہ جو کچھ پہلے ہی کہا جا چکا ہے۔ آپ اس میں مشکل نہیں پاتے جس میں کسی کا کسی چیز کے نہ ہونے کو رڈ کر دینے کا خیال ملوث ہے۔ کیونکہ اسے خود اپنے آپ کی نفی کرنے پر مجبور کیا گیا جس قدر جلدی میں وہ اس کی کوشش کرتا ہے۔

تھیاٹیٹس: آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟ زیادہ وضاحت سے بات کریں۔

اجنبی: مجھ سے وضاحتوں کی توقع نہ کریں کیونکہ میں جو اس کا دعویٰ کرتا ہوں نہ ہونے کا ایک یا کئی میں کوئی وجود نہیں۔ ابھی اس بارے میں بات ہوئی اور میں اب بھی اس کے ''نہ ہونے'' کی بات کر رہا ہوں۔ کیونکہ میں نہ ہونے کا کہتا ہوں۔ کیا آپ سمجھ گئے؟

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: تھوڑی دیر پہلے میں نے کہا نہ ہونے والی چیز نا قابل بیان، نا قابل گفتگو اور نا قابل ذکر ہے۔ کیا

آپ سمجھ گئے؟

تھیاٹیٹس: میں اس بات کو ایک اور انداز میں سمجھتا ہوں۔

اجنبی: جب میں نے لفظ ''ہے'' کا تعارف کرایا تو کیا میں نے اس کی تردید نہیں کی جو تم نے پہلے کہا تھا۔

تھیاٹیٹس: بات واضح ہے۔

اجنبی: کیا واحد فعل کا استعمال کے ذریعے میں نے نہ ہونے کے ایک ہونے کی بات نہیں کی۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: اور جب میں نے نہ ہونے کی بات نا قابل گفتار، نا قابل ذکر یا نا قابل بیان کے طور پر کی۔ کیا ان تمام الفاظ کے واحد استعمال کرنے میں مَیں نے نہ ہونے کو واحد کے مطابق حوالہ نہیں دیا؟

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: پھر بھی یہ کہتے ہیں کہ اس کی ایک یا کئی کے طور پر تعریف نہ کی جائے۔ اور اسے ''یہ'' سے بھی نہ پکارا جائے۔ کیونکہ ''یہ'' کے لفظ کے استعمال سے ''اتحاد'' (Unity) کی ایک قسم لاگو ہوگی۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: کس طرح پھر کوئی مجھ پر اعتماد کر سکتا ہے۔ کیونکہ اب ہمیشہ کی طرح میں نہ ہونے کے بارے میں غیر برابر رائے کا مالک ہوں۔ اس لیے جیسا کہ میں کہہ رہا تھا۔ مجھ سے نہ ہونے کے بارے میں درست رائے کی توقع نہ کریں۔ لیکن آئیں آپ سے تجربہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟

اجنبی: باوقار انداز میں کوشش کریں۔ جیسا کہ جوانی میں ہوتا ہے اور کوشش کے درست انداز میں پوری قوت کے ساتھ ''نہ ہونے'' کے بارے میں اپنی رائے دیں۔ ماسوائے اس کے وجود یا اتحاد یا جمع کے صیغے کا تعارف کرانے کے۔

تھیاٹیٹس: یہ میری طرف سے عجیب دلیرانہ فعل ہوگا۔ جو مجھے یہ کام کرنے پر اکسائے گا۔ جب میں آپ کو اس قدر شکست خوردہ دیکھتا ہوں۔

اجنبی: اس لیے اب ہم اپنے بارے میں مزید بحث سے گریز کریں۔ جب تک ہم کسی کو ''نہ ہونے'' کے بارے میں بغیر عدد کے بات کرتے نہ پالیں۔ ہمیں اس چیز کو ضرور تسلیم کرنا چاہیے کہ سوفسطائی ایک ہوشیار بدمعاش ہے جسے اس کے بل سے باہر نہیں نکالا جا سکتا۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: اگر ہم اس سے کہتے ہیں کہ وہ دکھاوے کے فن کا ماہر ہے۔ وہ ہم سے الجھ پڑے گا اور ہمارے الفاظ ہم پر ہی لگا دے گا۔ جب ہم اسے شبیہ بنانے والا کہیں گے تو وہ کہے گا کہ آپ کی شبیہ بنانے سے کیا مراد ہے۔ اور تھیاٹیٹس۔ میں یہ جاننا چاہوں گا کہ ہم اس سوال کا کیا جواب دے سکتے ہیں؟

تھیاٹیٹس: ہم بلا شبہ اسے بتائیں گے ان شبیہوں کے بارے میں جو پانی یا شیشے میں دکھائی دیتی ہیں نیز تصاویر، سنگ تراشی اور دوسری نقلوں کے بارے میں بھی اسے بتایا جائے گا۔

اجنبی: تھیاٹیٹس، میں خیال کرتا ہوں کہ آپ کی سوفسطائیوں سے کبھی واقفیت یا تعلق نہیں رہا۔

تھیاٹیٹس: آپ ایسے کیوں سوچتے ہیں؟

اجنبی: وہ اپنی آنکھیں بند ہونے کا یقین کرے گا۔ یا یہ کہ اس کی آنکھیں سرے سے ہیں ہی نہیں۔

تھیاٹیٹس: آپ کی اس سے کیا مراد ہے؟

اجنبی: جب آپ اسے کسی چیز کے شیشے میں موجودگی کا بتاتے ہیں یا سنگ تراشی کا اور اس سے پوچھتے ہیں کہ اس کی آنکھیں ہیں تو وہ آپ کو گالی دینے کے سے انداز میں ہنسے گا۔ اور یہ ظاہر کرے گا کہ وہ شیشے اور ندیوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ یا وہ سماعت کی قوت سے ہی محروم ہے۔ وہ کہے گا کہ وہ ایک خیال کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔

تھیاٹیٹس: آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟

اجنبی: ان تمام چیزوں کے بارے میں جن کا آپ نے ذکر کیا اگرچہ وہ کئی ہیں لیکن انھیں ایک مشترکہ چیز میں شامل کر لیا گیا ہے۔ تو آپ اس پر اس کے خلاف کیا موقف پیش کریں گے۔

تھیاٹیٹس: کس قدر عجیب بات ہے۔ کیا میں کسی شبیہ کو بیان کر سکتا ہوں۔ اس کے بارے میں سچ کے رواج کو بیان کیے بغیر۔

اجنبی: آپ کا مطلب ہے کہ یہ کوئی چیز دوسری سچی اور حقیقی چیز ہوگی۔ یا آپ کا اس سے کوئی اور مطلب ہے؟

تھیاٹیٹس: یقیناً کوئی دوسری چیز نہیں بلکہ اس چیز کی مماثلت۔

اجنبی: اور آپ کی سچ سے مراد وہ چیز ہے جو واقعی موجود ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: اور سچ کا الٹ وہ ہے جو سچ نہیں۔

تھیاٹیٹس: بالکل۔

اجنبی: مماثلت، پھر حقیقی نہیں۔ اگر جیسا کہ آپ کہتے ہیں یہ سچ نہیں۔

تھیاٹیٹس: نہیں۔ لیکن یہ ایک یقینی حس میں ہے۔

اجنبی: آپ کا کہنے کا مطلب ہے۔ حقیقی طور پر نہیں۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔ یہ حقیقی طور پر ایک شبیہ ہے۔

اجنبی: تب ہم شبیہ کے بارے میں کیا کہیں گے حقیقی یا غیر حقیقی۔

تھیاٹیٹس: ہم کس قدر عجیب مشکل میں ''نہ ہونے'' اور ''ہونے'' کے حوالے سے پھنس گئے ہیں۔

اجنبی: عجیب۔ مجھے بھی ایسا ہی سوچنا چاہیے۔ دیکھیں، اپنے منصفانہ خیالات سے کئی بڑے سوفسطائیوں نے ہمیں اپنی مرضی کے خلاف جانے پر مجبور کر دیا ہے اور ''نہ ہونے'' کے وجود کو ماننے پر مجبور کر دیا ہے۔

تھیاٹیٹس: حقیقت میں، میں دیکھتا ہوں۔

اجنبی: مشکل یہ ہے کہ اس کے فن کی، تضاد کا شکار ہوئے بغیر کیسے تعریف کی جائے۔

تھیاٹیٹس: آپ کی اس سے کیا مراد ہے۔ اور خطرہ کہاں ہے؟

اجنبی: جب آپ کہتے ہیں وہ ہمیں دھوکا دیتا ہے ایک سراب کے ذریعے۔ اور اس کا فن ایک دھوکا ہے۔ کیا ہماری اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ہماری روح کو اپنے فن سے غلط سوچنے پر مائل کرتا ہے یا اس سے آپ کا کوئی مطلب ہے۔

تھیاٹیٹس: اس بارے میں مزید اور کچھ کہنے والے ہیں۔

اجنبی: دوبارہ غلط رائے وہ ہے جو سچ کے متضاد ہے۔ کیا آپ اس کی تصدیق کریں گے؟

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: آپ کا مطلب یہ ہے کہ غلط رائے وہ کچھ سوچتی ہے جو کہ نہیں ہے؟

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: کیا غلط رائے یہ بھی ہوتی ہے کہ جو نہیں ہے اس کا وجود نہیں ہے یا یہ کہ وہ یقینی طور پر موجود ہے؟

تھیاٹیٹس: وہ چیزیں جن کا وجود نہیں ان کے وجود کا تصور یقینی طور پر کیا جانا چاہیے۔ اگر جھوٹ کا کوئی درجہ ممکن ہے تو۔

اجنبی: اور کیا غلط رائے میں تصور یہ نہیں کہ جن چیزوں کا یقینی طور پر وجود ہے ان کا وجود نہیں ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: اور یہ دوبارہ جھوٹ ہے۔

تھیاٹیٹس: ہاں یہ جھوٹ ہے۔

اجنبی: اور اسی طرح غلط رائے اسے تصور کیا جائے گا جو ان چیزیں کے وجود کی نفی کرے جو واقعی حقیقت میں موجود ہیں۔ اور وہ جو موجود نہیں ان کے وجود پر اصرار کرے۔

تھیاٹیٹس: اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں جس کے ذریعے اس چیز کو مزید بہتر واضح کیا جائے۔

اجنبی: اور طریقہ نہیں ہے لیکن سوفسطائی اس بیان سے انکار کریں گے اور درحقیقت کوئی ذی شعور آدمی ان کی بات کی کیسے تصدیق کر سکتا ہے۔ جب کہ الفاظ جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا کہ وہ نا قابل ذکر، نا قابل بیان اور نا قابل اظہار ہے۔ اس کو ہم نے پہلے ہی تسلیم کیا ہے۔ کیا تھیاٹیٹس آپ اس کے نقطۂ نظر کو سمجھتے ہیں؟

تھیاٹیٹس: یقیناً وہ کہے گا کہ ہم اپنے آپ کی نفی کر رہے ہیں جب ہم اس کی وضاحت کو رد کرتے ہیں کہ جھوٹ کا الفاظ اور رائے کے لحاظ سے وجود ہے۔ کیونکہ اس کا اعادہ کرنے سے ہمیں بار بار اس بات پر مجبور کیا جا رہا ہے کہ وہ جن کا وجود نہیں ان کا وجود ہے۔ جس کو ہم نے ابھی تسلیم کیا کہ یہ ممکن نہیں ہے۔

اجنبی: آپ کو کتنی اچھی طرح یاد ہے۔ اور یہ وقت اس بات پر مشورہ کرنے کے لیے کہ ہمیں سوفسطائی کے بارے میں کیا کرنا چاہیے، بہت اہم ہے۔ کیونکہ اگر ہم جھوٹے کارکنان اور جادوگروں کی جماعت میں اس کی تلاش جاری رکھیں گے تو اس سلسلے میں جو مشکلات درپیش ہیں وہ واضح اور بے شمار ہیں۔

تھیاٹیٹس: درحقیقت وہ ہیں۔

اجنبی: اب تک ہم ان میں سے پہلے چھوٹے حصے سے گزرے ہیں کیا درحقیقت یہ محدود ہیں۔

تھیاٹیٹس: اگر یہ معاملے ہے تو ممکن ہے کہ ہم سوفسطائی کو نہ پکڑ سکیں۔

اجنبی: کیا ہم پھر اس قدر باحوصلہ ہو جائیں کہ اس معاملے کو چھوڑ دیں۔

تھیاٹیٹس: یقیناً نہیں۔ مجھے کہنا چاہیے کہ کیا ہم اس کو ہلکا سا پکڑ سکیں گے۔

اجنبی: تب آپ کیا مجھے معاف کر دیں گے اور جیسا کہ آپ کے اپنے الفاظ اس بات کی دلالت کرتے

ہیں کہ ایک ساتھ ناخوش نہیں اگر میں اس مشکل بحث میں تھوڑا اصل عنوان سے ہٹ جاؤں؟

تھیاٹیٹس: یقیناً۔ میں کروں گا۔

اجنبی: میں ابھی ایک اور فوری نوعیت کی درخواست کرنا چاہتا ہوں۔

تھیاٹیٹس: وہ کیا ہے؟

اجنبی: یہ کہ آپ مجھے قوم فروش کے طور پر نہ سمجھنے کا وعدہ کریں گے۔

تھیاٹیٹس: آخر کیوں؟

اجنبی: کیونکہ اپنے دفاع میں مجھے اپنے باپ پارمینیڈس کے فلسفے کا امتحان لینا ہوگا۔ اور یہ ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کرنی ہے کہ کسی صورت میں ''نہ ہونے'' کا وجود ہے اور یہ کہ اس کے برعکس ''ہونے'' کا وجود نہیں ہے۔

تھیاٹیٹس: اس بارے میں واضح کوشش کی ضرورت ہے۔

اجنبی: ہاں۔ ایک اندھا آدمی جیسا کہ وہ کہتے ہیں کہ شاید یہ دیکھے کہ جب تک ان سوالوں کا ایک یا دوسری صورت میں حل تلاش نہ کیا جا سکے۔ تو کوئی بھی جھوٹ، غلط رائے، خصوصیات یا شبیہ، دکھاوا یا دوسرے فن کے بارے میں بات کرتے ہوئے مضحکہ خیزی کا شکار ہونے سے بچ نہیں سکتا۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: اس لیے مجھے اپنے باپ کے فلسفے کو زیر بحث لانے کی مہم جوئی کرنی چاہیے۔ کیونکہ اگر مجھے شک سے بالاتر ہونا ہے تو مجھے یہ معاملہ چھوڑنا پڑے گا۔

تھیاٹیٹس: دنیا کی کسی بھی طاقت کو ہمیں اس جانب مائل نہیں کرنا چاہیے۔

اجنبی: میری ایک تیسری معمولی درخواست بھی ہے جو میں آپ سے کرنا چاہوں گا۔

تھیاٹیٹس: وہ کیا ہے؟

اجنبی: آپ نے مجھے ہمیشہ وہ کہتے سنا ہوگا جو میں نے محسوس کیا اور اب بھی کرتا ہوں کہ مجھ میں اس بحث کے لیے حوصلہ نہیں ہے۔

تھیاٹیٹس: میں نے سنا ہے۔

اجنبی: میں اس خیال سے کانپ جاتا ہوں اور توقع کرتا ہوں کہ آپ مجھے پاگل خیال کریں گے۔ جب آپ میرے اس نئے یک دم تبدیل ہونے والے موقف کو سنیں گے۔ اس لیے مجھے یہ کہنے کی

اجازت دیں کہ میں ایک ایسے سوال کا جواب تلاش کروں جو آپ کے لیے مکمل طور پر غور وفکر سے عاری ہوگا۔

تھیاٹیٹس: یہ آپ کے لیے خوف زدہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں کہ اگر آپ کوئی ثبوت کے لیے کچھ کہنا چاہیں تو میں آپ پر کوئی تہمت لگادوں گا۔حوصلہ کریں اور اس معاملے میں آگے بڑھیں۔

اجنبی: میں اس خطرناک کاروبار کو کہاں سے شروع کروں۔ میرا خیال ہے کہ جو راستہ مجھے اختیار کرنا چاہیے، وہ یہ ہے۔

تھیاٹیٹس: کون سا؟ مجھے بتائیں۔

اجنبی: میرا خیال ہے کہ بہتر تھا کہ سب سے پہلے اگر ہم ان نکات پر غور کر لیتے۔جنھیں اس وقت ثبوت کے طور پر مانا گیا ہے۔کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم کسی الجھن کا شکار ہو جائیں۔ہمیں ایک دوسرے کی تائید کرنے کے لیے تیار رہنا ہوگا۔یہ خیال کرتے ہوئے کہ ہماری سوچ ان کے بارے میں بالکل واضح ہے۔

تھیاٹیٹس: آپ مزید وضاحت سے بات کریں کہ آپ کا مطلب کیا ہے؟

اجنبی: میرا خیال ہے کہ پارمینیڈس اور دوسرے جس کسی نے بھی چیزوں کے وجود یا اعداد کے بارے میں بات کی، انھوں نے ہم سے ہلکے پھلکے انداز میں بات کی۔

تھیاٹیٹس: وہ کیسے؟

اجنبی: اگر ہم بچے ہوتے جنھیں انھوں نے اپنی کہانی دہرائی ہوتی۔ایک کہتا کہ تین اصول تھے اور ایک وقت میں ان میں سے کچھ میں جنگ ہوئی تھی اور پھر دوبارہ ان میں امن تھا۔اور وہ شادی شدہ اور بچے جنم دینے والے تھے۔اور ان بچوں کو انھوں نے پالا پوسا۔اور دوسرے نے دوسرے دو کے بارے میں بات کی۔ایک نمدار، ایک خشک، ایک گرم، ٹھنڈا اور ان کی ایک دوسرے سے شادی کی اور ان میں ایک جیسی عادتوں کو جنم دیا۔تاہم ''ایلیا کے لوگ'' ہماری دنیا میں کہتے ہیں کہ چیزوں کے کئی نام ہیں لیکن ان کی فطرت ایک ہے۔یہ ان کا افسانہ ہے۔جس کا ذکر'' زینوفینس'' (Xenophanes) کے دور میں بلکہ اس سے بھی قدیم ادوار میں بھی ملتا ہے۔پھر اس کے بعد ''یون کا'' (Ionian) دور اور پھر ''سسلی کے دیوتاؤں'' (Sicilian) کا حال ہی میں دور آتا ہے جو اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ دو اصولوں کو یکجا کرنا زیادہ محفوظ ہے۔اور یہ کہنا کہ ''ہونا'' کئی اور ''ایک''

ہیں اور وہ دوستی اور دشمن میں اکٹھے ہوتے ہیں کبھی ملتے اور کبھی بچھڑتے ہوئے جیسا کہ سخت ترین میوسس (Muses) کہتا ہے۔ جبکہ کوئی شریف النفس دائمی امن اور جنگ کی بات نہیں کرتا بلکہ ان میں تبدیلی اور نرمی کو تسلیم کرتا ہے امن واتحاد کبھی پیار و محبت کے دیوتا کی بنا پر اور کبھی جنگ تشدد اور لڑائی کی بنا پر ہوتا ہے، کیا کوئی اس میں پورا سچ بولتا ہے اس کا فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ اس کے علاوہ نایاب اور مشہور آدمی کے نزدیک اس کا نتیجہ ہونا چاہیے اور یہ کہ وہ اس سنجیدگی سے الزام کے ذمہ دار نہیں ہو پائیں گے۔ پھر بھی ان کے بارے میں ایک بات بلا خطر کہی جا سکتی ہے۔

تھیاٹیٹس: وہ کیا؟

اجنبی: یہ کہ ہم جیسے لوگوں کو حقیر جانتے ہوئے اور اس بات کو غور میں لائے بغیر کہ کوئی ان کو سمجھ بھی پایا ہے کہ نہیں انھوں نے اپنا راستہ اختیار کیا۔

تھیاٹیٹس: آپ کی اس سے کیا مراد ہے؟

اجنبی: میرا کہنے کا مطلب ہے کہ جب وہ ایک، دو یا زیادہ عناصر کی بات کرتے ہیں جن کا وجود ہے یا جو وجود میں آرہے ہیں یا دوبارہ گرمی کا ٹھنڈک سے ملاپ اور اپنے کام کے ملاپ یا علیحدگی کا سوچتے ہیں۔ مجھے بتائیں کہ ان کی ان باتوں سے کیا مراد ہے۔ جب میں ایک جوان آدمی تھا۔ میں سوچا کرتا تھا کہ میں کافی جانتا ہوں کہ ''نہ ہونے'' کی اصطلاح کا کیا مطلب ہے؟ جو کہ اس وقت ہمارے مباحث کا عنوان ہے۔ اب دیکھیں ہم اس بارے میں کس قدر مشکل میں ہیں۔

تھیاٹیٹس: میں سمجھتا ہوں۔

اجنبی: اور امکان یہ ہے کہ ہم ''ہونے'' کے بارے میں اسی قسم کی مشکل سے دوچار ہونے والے ہیں۔ اور پھر بھی یہ خیال کر سکتے ہیں کہ جب کوئی آدمی کوئی لفظ کہتا ہے تو ہم اس کو آسانی سے سمجھتے ہیں۔ اگرچہ ہم نہ ہونے کے بارے میں نہیں جانتے۔ بلکہ ہم دونوں کے بارے میں یکساں لاعلم ہو سکتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں، میں یہ کہنے کا حوصلہ رکھتا ہوں۔

اجنبی: شاید ہی ان تمام الفاظ کے بارے میں کہا جائے گا جن کا ہم نے ابھی ذکر کیا۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: ان میں سے اکثر کے بارے میں غور کرنا مؤخر کیا جا سکتا ہے۔ لیکن بہتر ہے ہم ان کے سربراہ و رہنما

کے بارے میں بحث کریں۔

تھیاٹیٹس: آپ کس کے بارے میں بات کر رہے ہیں۔ آپ واضح طور پر سوچتے ہیں کہ ہمیں پہلے اس چیز کے بارے میں تحقیقات کرنی چاہیے کہ لفظ ''ہونے'' سے لوگوں کا کیا مطلب ہے؟

اجنبی: آپ نے میرا مقصد پوری طرح سمجھ لیا ہے۔ تھیاٹیٹس۔ کیونکہ درست طریقہ جو میں سوچتا ہوں وہ ہوگا کہ ہم دو طرح کے فلسفیوں کو اپنے سامنے بلائیں اور ان سے سوال و جواب کریں۔ ''آئیں'' ہم کہیں گے۔ آپ جو اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ گرم اور ٹھنڈا یا کوئی دوسرے دو اصول کائنات ہیں۔ یہ توضیح کیا ہے جو آپ دونوں پر لاگو کرتے ہیں۔ اور آپ کی اس سے کیا مراد ہے کہ جب آپ کہتے ہیں دونوں اور ان میں ہر کوئی موجود ہے۔ ہمیں لفظ ''ہیں'' کو کیسے سمجھنا چاہیے۔ آپ کی رائے میں کیا تیسرا اصول دوسرے دونوں سے بالاتر ہے یعنی تینوں اصولوں میں سے نہ کہ دو سے۔ کیونکہ آپ واضح طور پر نہیں کہہ سکتے کہ ان دو میں سے ایک اصول کا وجود ہے۔ اور پھر آپ ان دونوں سے یکساں منسوب کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر آپ نے ایسا کیا اور ان دو میں سے جس کسی کو بھی ''ہونے'' سے تعبیر کیا وہ دوسرے کا ادراک کرے گا۔ اس طرح وہ ایک ہوگا نہ کہ دو۔

تھیاٹیٹس: بالکل سچ۔

اجنبی: لیکن شاید آپ کا مطلب یہ ہے کہ لفظ ''ہونا'' کو دونوں سے مشترک منسوب کیا جائے۔

تھیاٹیٹس: بالکل ایسے ہی ہے۔

اجنبی: پھر دوست۔ ہم ان کو جواب دیں گے۔ جواب سادہ ہے کہ دو کو تب بھی ایک میں ضم کیا جائے گا۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: تب بھی ہم مشکل میں ہیں۔ ہمیں براہ کرم بتائیں آپ کا کیا مطلب ہے۔ جب آپ ''ہونے'' کا ذکر کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ پہلے اپنا مطلب سمجھتے ہیں لیکن ہم سخت مشکل میں ہیں۔ براہ مہربانی اس معاملے کو ہم پر واضح کریں۔ اور ہمیں اس خیال میں نہ رہنے دیں کہ ہم آپ کو سمجھتے ہیں۔ جب ہم آپ کو بالکل سمجھ نہیں پائے۔ یہ سوال پوچھنا کہ آیا دو کا یا اس سے زیادہ کا نظریہ پیش کرنے والوں کے حوالے سے غیر معقولیت نہیں ہوگی۔

تھیاٹیٹس: یقیناً نہیں۔

اجنبی: اور جو لوگ تمام چیزوں کے بارے میں ایک نظریہ کے دعویدار ہیں ان کے بارے میں آپ کی کیا

رائے ہے۔ کیا ہمیں ان کے بارے میں جاننے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے کہ ان کی ''ہونے'' سے کیا مراد ہے؟

تھیاٹیٹس: ضرور۔

اجنبی: پھر انھیں اس سوال کا جواب دینے دیں۔ ''ایک'' کے بارے میں آپ کہتے ہیں تنہا ہے۔ ان کا جواب ہوگا ''ہاں''۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: پھر کوئی چیز ایسی ہے جس کو آپ ''موجود ہونے'' سے پکارتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: اور کیا ''ہونا'' ایسے ہی ہے جیسے ایک اور کیا آپ ایک ہی چیز کو دو نام دیتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: اجنبی، ان کا جواب کیا ہوگا؟

اجنبی: یہ صاف ظاہر ہے کہ تھیاٹیٹس، وہ جو موجود چیزوں کے اتحاد کا علمبردار ہے، وہ اس سوال یا دوسرے سوالوں کے جواب دینے میں مشکل سے دوچار ہوگا۔

تھیاٹیٹس: ایسا کیوں ہے؟

اجنبی: دو ناموں کو تسلیم کرنا اور اس بات کی تصدیق کرنا کہ اتحاد کے سوا اور کوئی چیز نہیں۔ یقیناً یہ بات مضحکہ خیز ہے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: اور اسی طرح غیر منطقی بات یہ ہے کہ نام کوئی چیز ہے۔

تھیاٹیٹس: ایسا کیسے ہے؟

اجنبی: چیز کا نام سے فرق کرنے پر معیار لاگو ہوتا ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: اور وہ جو چیز کی شناخت نام سے کرتا ہے وہ یہ کہنے پر مجبور ہوگا کہ یہ کسی چیز کا نام نہیں ہے یا اگر وہ یہ کہتا ہے کہ یہ کسی چیز کا نام ہے۔ تب بھی نام صرف نام کا ہی نام ہوگا۔ اور کوئی چیز نہیں۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: اور ایک صرف ایک ہی ہوگا اور مکمل اتحاد کی وجہ سے صرف ایک نام ہی کی نمائندگی کرے گا۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: اور کیا وہ کہیں گے کہ مکمل ایک سے مختلف ہے یا اس کے ساتھ کا ہی ہے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔ وہ ہوں گے۔ اور وہ درحقیقت ایسا کہتے ہیں۔

اجنبی: اگر وجود میں ہونا، ایک مکمل ہے۔ جیسا کہ پارمینیڈس کہتا ہے۔

''ہر طریقے سے ایک مکمل دائرے کی مانند بھرا ہوا'' ''مرکز سے ہر طرف برابر اور متوازن، اور کسی بھی طرف اس کی کمی یا زیادتی کی ضرورت نہیں۔ نہ ہی اِس جانب نہ اُس جانب''۔

تب اس کا مرکز اور حدود ہونے کی بنا پر اس کے یقیناً حصے بھی ہیں۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: پھر تب بھی جس کے حصے ہیں اس کے تمام حصوں میں اتحاد کی خصوصیت ہوگی اور اس طریقے سے سارا اور مکمل ہونے کی وجہ سے یہ ایک ہوسکتا ہے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: لیکن وہ جس کی یہ شرط ہے وہ مکمل اتحاد نہیں ہوسکتا۔

تھیاٹیٹس: کیوں نہیں؟

اجنبی: کیوں کہ اصل وجہ کی بنا پر وہ جو واقعی ایک ہے وہ یقیناً مکمل طور پر ناقابل تقسیم تصدیق کیا جانا چاہیے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: لیکن یہ ناقابل تقسیم اگر کئی حصوں کا بنا ہوا ہے وہ وجہ کی نفی کرے گا۔

تھیاٹیٹس: میں سمجھتا ہوں۔

اجنبی: کیا ہم کہیں گے کہ وجود میں ہونا ''ایک'' ہے اور مکمل بھی۔ کیونکہ اس میں اتحاد کی صفات ہیں۔ یا کیا ہم یہ کہیں گے کہ وجود میں ہونا کسی طور پر بھی ممکن نہیں۔

تھیاٹیٹس: یہ متبادل پیش کرنا مشکل ہے۔

اجنبی: بالکل درست۔ کیونکہ ''وجود میں ہونا'' کے ایک کی یقینی صفات ہونے کے باوجود اسے ایک کے طور پر ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ اور اس لیے سب ایک سے زیادہ ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: اور اگر ہونا، اتحاد کی صفات کے حوالے سے مکمل نہیں ہوگا تو بھی ایک مکمل پورے نام کی ایک چیز کا وجود ہے، ''ہونا'' اپنی فطرت کے لحاظ سے خامی سے دوچار ہے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: اس نظریے سے ''ہونا'' کمی کا شکار ہونے کی وجہ سے نہ ہونا ہو جائے گا۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: اور مزید برآں سب ایک سے زیادہ ہوتا ہے، اس لیے ایک اور ''ہونا'' دونوں کی علیحدہ علیحدہ فطرت ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: لیکن اگر سارے کا سرے سے کوئی وجود نہیں تو ساری سابق مشکلات ویسے ہی رہیں گی اور اس کے علاوہ مزید مشکل پیدا ہوگی کہ ''نہ ہونے'' کے باوجود ''ہونا'' کبھی وجود میں نہیں ہوسکتا۔

تھیاٹیٹس: ایسا کیوں ہے؟

اجنبی: کیونکہ وہ جو وجود میں آتا ہے وہ ہمیشہ ایک پورے کے طور پر وجود میں آتا ہے۔ اس لیے وہ جو پورے کو جگہ فراہم نہیں کرتا۔ وہ نہ تو اصل چیز کی اور نہ ہی نسل کے وجود کی بات کرسکتا ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔ وہ یقیناً درست دکھائی دیتا ہے۔

اجنبی: مزید برآں۔ وہ جو مکمل نہیں وہ کیسے معیار کا حامل ہوسکتا ہے۔ کیونکہ جس کا کوئی معیار ہوتا ہے وہ اس معیار کا مکمل ہونا چاہیے۔

تھیاٹیٹس: بالکل۔

اجنبی: اور کئی دوسرے بھی نکات ہوں گے۔ ان میں ہر ایک اس کے لیے مشکل کا باعث ہے۔ جو یہ کہتا ہے کہ ہونا یا تو ایک ہے یا دو۔

تھیاٹیٹس: جن مشکلات سے ہم دوچار ہیں وہ یہ ثابت کرتی ہیں۔ ایک اعتراض کا تعلق دوسرے سے ہے اور ان میں ہمیشہ بڑی سے بڑی مشکل درپیش آتی ہے۔

اجنبی: ہم ان مفکروں کو تھکا دینے سے کہیں دور جو ''ہونے'' اور ''نہ ہونے'' کے بارے میں سوچتے ہیں۔ لیکن ہم ان کو چھوڑیں اور ان کے خیالات کے بارے میں بات کریں جو کم اختصار سے بات کرتے ہیں۔ اور ہم اس کے نتیجے میں دیکھیں گے کہ ''ہونا'' کی فطرت نہ ہونے سے کہیں مختلف ہے۔

تھیاٹیٹس: تب اب ہم دوسروں کے بارے میں بحث کریں گے۔

اجنبی: یہ بڑوں کے درمیان جنگ دکھائی دیتی ہے۔ دیوتاؤں اور دیوہیکل جو آپس میں اصل چیز کی ماہیت کے تنازع پر لڑائی کر رہے ہیں۔

تھیاٹیٹس: وہ کیسے؟

اجنبی: ان میں سے کچھ ساری چیزیں آسمان سے نیچے زمین پر کھینچ رہے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں پہاڑ اور جنگل ہیں۔ وہ ان پر حاوی ہیں اور واضح طور پر ان کا دعویٰ ہے کہ صرف وہ چیزیں جن کو چھوا اور پکڑا جا سکتا ہے ان کی کوئی ماہیت ہے۔ کیونکہ وہ جسم اور وجود ہونے کے باعث مشترکہ طور پر ایک دکھائی دیتی ہیں۔ اور اگر کوئی دوسرا کہتا ہے کہ جس کا وجود نہیں، وہ موجود ہوتا ہے۔ وہ سب اسے حقیر جانتے ہیں اور وہ کسی چیز کے بارے میں دلائل نہیں سنیں گے، سوائے جسم کے۔

تھیاٹیٹس: میں اکثر ایسے آدمیوں سے ملا ہوں، وہ خوفناک لوگ ہیں۔

اجنبی: یہی وجہ ہے کہ ان کے مخالفین ان سے بڑی مستعدی سے ایک نادیدہ دنیا سے مقابل اپنا دفاع کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ اس بات کا پرزور اظہار کرتے ہوئے کہ اصل ماہیت چند غیر مادی اور قابل فہم خیالات پر مشتمل ہیں۔ مادی چیزوں کا وجود جنھیں وہ اب تک درست اور سچی قرار دیتے ہیں۔ وہ اپنی بحث میں چھوٹے حصے میں منقسم ہوتے ہیں اور ان کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ ماہیت نہیں بلکہ نسل اور حرکت ہیں۔ تھیاٹیٹس، ان دو افواج کے درمیان ایک نا ختم ہونے والی کشمکش ہے جو ان معاملات کے بارے میں ہمیشہ سے جاری ہے۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: آئیں ہر جماعت کو اس کی اصلیت اور ماہیت کے بارے میں خیالات بیان کرنے کے لیے کہیں۔

تھیاٹیٹس: ہم اسے ان میں سے کیسے نکالیں گے؟

اجنبی: وہ جو یہ کہتے ہیں کہ "ہونا" خیالات پر مشتمل ہے، ان کے بارے میں کم مشکل ہو گی، کیونکہ وہ کافی حد تک مہذب لوگ ہیں۔ لیکن دوسرے گروہ سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے بارے میں رائے حاصل کرنا کافی مشکل ہو گا بلکہ یہ ناممکن ہو گا جو ہر چیز کو اس بحث میں شامل کر لیتے ہیں، کیا میں آپ کو بتاؤں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

تھیاٹیٹس: کیا؟

اجنبی: آئیں۔ اگر ہم کرسکیں ہم ان کی اصلاح کریں لیکن یہ ممکن نہیں ہے۔ آئیں ان کو اس سے بہتر تصور کریں جو کہ وہ ہیں اور انھیں بحث کے قواعد کے مطابق جواب دینے کے خواہاں خیال کریں۔ پھر ان کی رائے حاصل کرنا زیادہ بامقصد اور قیمتی ہوگا۔ کیونکہ بڑے لوگوں کا علم کم درجے کے لوگوں کے علم سے بہتر ہوگا۔ مزید برآں ہمارا مقصد افراد کی توقیر نہیں بلکہ اس سے سچ کی تلاش ہے۔

تھیاٹیٹس: بہت خوب۔

اجنبی: پھر اب یہ فرض کرتے ہوئے کہ ان کی اصلاح ہوگئی ہے۔ آئیں براہ راست ان کے خیالات کے بارے میں دریافت کریں۔ اور کیا آپ ان کے خیالات کو اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: میں اس کے لیے راضی ہوں۔

اجنبی: آئیں ان سے پوچھیں کہ کیا وہ یہ بات مانتے ہیں کہ فنا ہونے والے جانور کی سی کوئی چیز ہے؟

تھیاٹیٹس: یقیناً وہ کریں گے۔

اجنبی: اور کیا وہ اس کو تسلیم نہیں کرتے کہ وہ ایک جسم ہے جس میں روح بھی ہے؟

تھیاٹیٹس: یقیناً وہ کرتے ہیں۔

اجنبی: اس کا مطلب یہ ہے کہ روح کوئی چیز ہے جس کا وجود ہے۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: اور کیا وہ یہ نہیں کہتے ایک روح منصفانہ اور دوسری غیر منصفانہ ہے۔ اور یہ کہ ایک روح عقلمند اور دوسری بے وقوف ہے؟

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: اور یہ کہ انصاف اور عقل کی حامل ہونے کی وجہ سے منصفانہ اور عقلمند روح ایسی ہوتی ہیں اور اس کی مخالف اس سے مختلف حالات کی وجہ سے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں وہ ایسی ہوتی ہیں۔

اجنبی: لیکن یقیناً۔ وہ جو حاضر یا غائب ہے وہ ان کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: اس انصاف، عقل اور دوسری اچھائیوں اور اس کے متضاد ساری چیزوں کا وجود ہے۔ ایک روح بھی جسے یہ ورثے میں ملتی ہے۔ کیا وہ ان میں سے کسی کو دکھائی دینے والے اور چھوئے جانے

والے کی تصدیق کرتے ہیں یا یہ کہ وہ سب نہ دکھائی دینے والے یا چھوئے جانے والے ہیں۔

تھیاٹیٹس: وہ کہیں گے کہ ان میں بمشکل کوئی دکھائی دینے والا ہے۔

اجنبی: کیا وہ کہیں گے کہ وہ مادی ہیں۔

تھیاٹیٹس: وہ تمیز کریں گے۔ وہ روح کے بارے میں کہیں گے کہ اس کے لیے ایک جسم ہوگا۔ لیکن دوسری چیزوں جیسے انصاف، عقل اور ان جیسی صفات کے بارے میں جن کا آپ نے دریافت کیا وہ نہ تو ان کی تردید کریں گے اور نہ ہی یہ دعویٰ کریں گے کہ وہ سب دائمی ہیں۔

اجنبی: واقعی تھیاٹیٹس، میں ان میں بڑی مثبت تبدیلی تصور کر رہا ہوں۔ حقیقی قدیم باشندے، ڈریکولا کے بچے کے دانت، انھیں کوئی شرم نہیں ہوگی۔ بلکہ انھوں نے یہ دعویٰ کیا ہوتا کہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کو وہ اپنی دسترس میں نہ لا سکتے ہوں۔

تھیاٹیٹس: یہ ان کا عمومی خیال ہے۔

اجنبی: آئیں سوال کریں کہ اگر وہ اس بات کو تسلیم کر لیں کہ ان کا کوئی معمولی سا ذرہ بھی غیر دائمی ہے تو یہ کافی ہے۔ پھر انھیں یہ کہنا چاہیے کہ وہ فطرت کیا ہے جو دائمی اور غیر دائمی میں یکساں ہے اور جو ان کے ذہنوں میں ہے جب وہ دونوں کہتے ہیں کہ وہ ہیں تو شاید وہ مشکل میں ہوں گے۔ اور اگر یہ معاملہ ہے تو وہ ممکن ہے فطرت کے وجود کے بارے میں ہمارے خیال کو قبول کر لیں جب ان کے پاس کہنے کو کچھ نہیں ہوگا۔

تھیاٹیٹس: وہ خیال کیا ہے؟ مجھے بتائیں اور پھر ہم جلد دیکھیں گے۔

اجنبی: میرا خیال ہوگا کہ کوئی چیز جس میں دوسری چیز کو متاثر کرنے کی قوت ہوگی۔ یا خود دوسری چیز سے اثر انداز ہونے کی اہلیت ہوگی۔ اگر صرف ایک لمحے کے لیے کوئی سبب کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو اور اس کا اثر کتنا ہی کم کیوں نہ ہو ان کا وجود ہے اور میں یہ رائے رکھتا ہوں کہ ''ہونا'' صرف سادہ طور پر قوت ہی کی تعریف ہے۔

تھیاٹیٹس: خود اپنی کوئی بہتر تجویز پیش نہ کرنے کی وجہ سے وہ آپ کی تجویز منظور کرتے ہیں۔

اجنبی: بہت خوب۔ شاید ہم اور وہ بھی ایک دن اپنا ذہن تبدیل کر لیں۔ لیکن موجودہ حالات میں اسے ان سے اتفاق رائے کہیں گے جو طے پائی ہے۔

تھیاٹیٹس: میں آپ سے متفق ہوں۔

اجنبی: آئیں اب خیالات کے حامل دوستوں کو لیں۔ان کی رائے کے لیے بھی آپ مترجم ہوں گے۔

تھیاٹیٹس: میں ہوں گا۔

اجنبی: ان کو ہم کہتے ہیں کیا آپ نسل کی ماہیت سے تفریق کریں گے؟

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔وہ جواب دیتے ہیں۔

اجنبی: آپ اجازت دیں گے کہ ہم جسم اور سوچ کے ساتھ نسل میں شامل ہوتے ہیں۔لیکن ہم روح کے ساتھ اصل ماہیت کے خیالات کے ذریعے شرکت کرتے ہیں اور ماہیت یا اصل کے بارے میں آپ تصدیق کریں گے کہ یہ ہمیشہ ایک اور غیر متغیر رہتی ہے جبکہ وجود میں آنے والی چیز یا نسل تبدیل ہوتی ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔یہ ہے جس کی ہمیں تصدیق کرنی چاہیے۔

اجنبی: خوب، بہت خوب جناب، ہم انھیں کہتے ہیں۔یہ شرکت کیا ہے یہ جس کے بارے میں آپ دونوں دعویٰ کرتے ہیں، کیا آپ ہماری اس تعریف سے اتفاق کرتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: کون سی تعریف؟

اجنبی: ہم نے کہا کہ ''ہونا'' ایک فاعل اور مفعولی توانائی تھی۔جو کسی قوت سے جنم لیتی ہے اور عناصر کے ایک دوسرے سے ملاپ کا نتیجہ ہے۔تھیاٹیٹس شاید آپ کے کان ان کا جواب سننے میں ناکام ہو جائیں جو میں جانتا ہوں کیونکہ میں اسے سننے سے واقف ہوں۔

تھیاٹیٹس: اور ان کا جواب کیا ہے؟

اجنبی: وہ اس سچ سے انکار کرتے ہیں۔جس کا ہم اب وجود کے بارے میں ان قدیم باشندوں سے کہہ رہے تھے۔

تھیاٹیٹس: وہ کیا تھا؟

اجنبی: کوئی طاقت خواہ وہ کسی بھی درجے تک متاثر ہو یا کرے۔اسے ہم نے ہونے کی تعریف قرار دیا تھا۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: وہ اس سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ متاثر کرنے یا ہونے کی قوت ''ہو رہے'' تک محدود ہے اور یہ کہ کوئی طاقت ''ہونے'' پر لاگو نہیں ہوتی۔

تھیاٹیٹس: اور کیا اس میں کوئی سچ نہیں جو وہ کہتے ہیں۔

اجنبی: ہاں۔ لیکن ہمارا جواب ہوگا کہ ہم ان سے زیادہ واضح طور پر جاننا چاہیں گے کہ کیا وہ مزید اسے تسلیم کرتے ہیں کہ روح جانتی ہے۔ اور یہ کہ ماہیت (اصل) یا ''ہونا'' جانی جاتی ہے۔

تھیاٹیٹس: اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم ایسے ہی کہتے ہیں۔

اجنبی: اور کیا جاننا اور جانا یا کرنا یا مشکل درپیش ہونا دونوں ایک ہیں یا ایک کرنا اور دوسرا پیش آنا ہے یا یہ کہ ان میں سے کسی کا بھی کوئی حصہ نہیں ہے۔

تھیاٹیٹس: صاف ظاہر ہے۔ کسی کا کسی میں کوئی حصہ نہیں۔ کیونکہ اگر وہ کوئی اور بات کرتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کی نفی کریں گے۔

اجنبی: میں سمجھتا ہوں۔ لیکن وہ اس کی اجازت دیں گے کہ کیا اگر جاننا فاعلی ہے تو پھر یقیناً جانا جائے گا، مفعول ہے۔ اور اس نظریہ سے ''ہونا'' جب تک کہ معلوم ہے اس پر علم عمل کرتا ہے۔ اس لیے یہ حرکت میں ہے۔ کیونکہ وہ جو ساکن حالت میں ہے۔ اس پر عمل نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ ہم تصدیق کرتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: اور اے آسمان۔ کیا ہمیں کبھی اس بات پر یقین دلایا جا سکتا ہے کہ کیا زندگی، روح، دماغ مکمل وجود میں ہونے کے ساتھ موجود نہیں۔ پر کیا ہم تصور کر سکتے ہیں کہ وجود زندگی اور دماغ سے محروم ہے۔ اور یہ بے مقصد ہمیشہ قائم رہنے والی شے کی مانند وجود میں آتا ہے۔

تھیاٹیٹس: یہ تسلیم کرنا خطرناک بات ہوگی، اجنبی۔

اجنبی: لیکن کیا ہم کہیں گے کہ موجود چیز کا ذہن ہوتا ہے اور زندگی نہیں۔

تھیاٹیٹس: یہ کیسے ممکن ہے؟

اجنبی: یا ہم کہیں گے یہ دونوں مکمل موجود ہونے والی چیزیں ورثے میں آتی ہیں لیکن جس میں یہ دونوں موجود ہوتی ہیں ان میں روح نہیں۔

تھیاٹیٹس: اور کس طریقے سے یہ اس میں ہوسکتی ہیں۔

اجنبی: یا موجود چیز میں ذہن، زندگی اور روح ہوتی ہیں اور روح مکمل طور پر اس میں ہوتی ہے جسے ہٹایا نہیں جا سکتا۔

اجنبی: یہ تینوں مفروضے مجھے بلا استدلال دکھائی دیتے ہیں۔

اجنبی: موجود (ہونے) والی چیز کے تحت ہمیں حرکت کو ضرور شامل کرنا چاہیے اور وہ چیز جسے حرکت دی جاتی ہے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: پھر تھیاٹیٹس۔ ہمارا نتیجہ یہ ہے کہ اگر حرکت نہیں اور یہ کہ ذہن کا کہیں پر یا کسی چیز میں یا کسی شخص میں وجود نہیں۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: تب بھی یہ یکساں لاگو ہوتا ہے۔ اگر ساری چیزیں حرکت میں ہیں۔ اس نظریہ میں بھی ذہن کا کوئی وجود نہیں۔

تھیاٹیٹس: ایسے کیسے ہوسکتا ہے؟

اجنبی: کیا آپ سوچتے ہیں کہ ساکن کے اصول کے بغیر حالت، ذریعہ اور چیز تینوں میں یکسانیت پیدا ہوسکتی ہے؟

تھیاٹیٹس: یقیناً نہیں۔

اجنبی: کیا ہم جان سکتے ہیں کہ ان کے بغیر ذہن کیسے وجود میں آسکتا ہے۔ یا کہیں اور موجود ہوسکتا ہے؟

تھیاٹیٹس: نہیں۔

اجنبی: اور یقیناً اس بحث کے مقابلے میں ہمیں ہر ممکن طریقے سے اس کی مخالفت کرنی چاہیے جو علم، سبب اور ذہن کو نیست و نابود کرے گا اور پھر بھی کسی چیز کے بارے میں اعتماد سے بات کرنے کی مہم جوئی کرے گا۔

تھیاٹیٹس: اپنی تمام تر طاقت سے۔

اجنبی: پھر ایک فلسفی جوان صفات کے لیے حقیقی توقیر رکھتا ہے۔ وہ ان کے خیال کو قبول نہیں کرسکتا۔ جو یہ کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ ساکن ہے یا کہ اتحاد یا کئی اشکال میں ہے۔ اور وہ ان کی بھی بات نہیں سنے گا جو عالمگیر حرکت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ جیسا کہ بچے التجا کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمیں دونوں دے دیں۔ اس لیے وہ منقولہ اور غیر منقولہ دونوں کو اپنی موجود ہونے والی چیز اور سب کے بارے میں تعریف میں شامل کرے گا۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: اور اب کیا ہم نے موجود ہونے کا مناسب خیال پالیا ہے۔

تھیا ٹیٹس: جی ہاں درست ہے۔

اجنبی: افسوس، تھیا ٹیٹس۔ میں سوچتا ہوں کہ ہم اب اپنے سوال کی فطرت سے متعلق اصل مشکل سے دو چار ہونے جا رہے ہیں۔

تھیا ٹیٹس: آپ کی اس سے کیا مراد ہے؟

اجنبی: اے میرے دوست۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ کوئی چیز ہماری جہالت سے آگے نہیں ہو سکتی۔ پھر بھی ہماری یہ خام خیالی ہے کہ ہم کچھ کوئی اچھی چیز کہہ رہے ہیں۔

تھیا ٹیٹس: میں نے یقیناً سوچا کہ ہم کوئی اچھی چیز کہہ رہے تھے۔ اور یہ کہ میں بالکل نہیں سمجھتا کہ ہم نے اپنے مایوس کن سوال کے بارے میں کیسے جواب نہیں پایا۔

اجنبی: دکھائی دیتا ہے۔ یہ اقرار کر لینے کے بعد کیا ہم سے یہی سوال نہیں پوچھا جائے گا۔ جو ہم خود ان سے پوچھ رہے تھے، جنھوں نے کہا کہ سب کچھ گرم اور ٹھنڈا تھا۔

تھیا ٹیٹس: وہ کون تھے؟ کیا آپ انھیں میرے لیے دہرائیں گے۔

اجنبی: یقیناً۔ میں کروں گا اور میں آپ کو وہ سب یاد کراؤں گا۔ آپ سے وہی سوال دہرا کر جو میں نے ان سے کہے۔ اور پھر ہم بات کو آگے بڑھائیں گے۔

تھیا ٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: تب بھی کیا آپ کہیں گے کہ دونوں یا ان میں سے کوئی برابر ہیں۔

تھیا ٹیٹس: مجھے کہنا چاہیے۔

اجنبی: جب آپ تسلیم کرتے ہیں کہ دونوں یا ان میں کوئی ایک ہیں تو کیا آپ کا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک حرکت کی حالت میں ہے۔

تھیا ٹیٹس: یقیناً نہیں۔

اجنبی: یا کیا آپ یہ بات کہنا چاہیں گے کہ وہ دونوں حالت سکون میں ہیں۔ جب آپ کہتے ہیں کہ وہ دونوں ہیں۔

تھیا ٹیٹس: یقیناً نہیں۔

اجنبی: پھر آپ وجود یا ہونے کو کوئی تیسری یا مختلف فطرت تصور کرتے ہیں جس میں حرکت اور سکون

یکساں شامل کیے گئے ہیں۔اس بات کا فیصلہ کرتے ہوئے کہ وہ دونوں ہونے والی چیز میں شامل ہوتے ہیں آپ اعلان کرتے ہیں کہ وہ ہیں۔

تھیاٹیٹس: درست۔ہم ایک مفروضہ کے حامل دکھائی دیتے ہیں کہ ''موجود ہونا'' کوئی تیسری چیز ہے۔جب ہم کہتے ہیں کہ حالت اور سکون کا وجود ہے۔

اجنبی: پھر ''ہونا'' حرکت اور سکون کا اشتراک نہیں ہے، بلکہ ان سے مختلف چیز ہے۔

تھیاٹیٹس: وہ اس طرح دکھائی دے گی۔

اجنبی: ہونا، اس کی اپنی فطرت کے مطابق نہ ہی حرکت میں ہے اور نہ ہی حالت سکون میں۔

تھیاٹیٹس: یہ بہت زیادہ صحیح ہے۔

اجنبی: پھر آدمی جس کے ذہن میں ''وجود یا ہونے''، کا واضح تصور ہو وہ اس کے لیے کہاں سے مدد حاصل کرے گا۔

تھیاٹیٹس: واقعی، کہاں سے۔

اجنبی: میں بمشکل سوچتا ہوں کہ وہ کہیں بھی دیکھ سکتا ہے۔کیونکہ وہ جو حرکت میں نہیں۔وہ یقیناً حالت سکون میں ہونا چاہیے۔اور وہ جو حالت سکون میں نہیں اسے حرکت میں ہونا چاہیے۔لیکن ''ہونے یا وجود''، کو ان دونوں حالتوں سے خارج کیا گیا ہے۔کیا یہ ممکن ہے؟

تھیاٹیٹس: بالکل کلی طور پر ناممکن ہے۔

اجنبی: پھر یہاں ایک اور چیز ہے جسے ہمیں ذہن میں رکھنا چاہیے۔

تھیاٹیٹس: وہ کیا؟

اجنبی: جب ہم سے پوچھا گیا کہ ہم ''نہ ہونے یا وجود نہ ہونے'' کے بارے میں کیا کہیں گے۔ہم بڑی مشکل سے دوچار تھے۔کیا آپ کو یاد ہے؟

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: اور کیا اب ہم ''ہونے یا وجود'' کے بارے میں اس سے بھی بڑی مشکل میں نہیں؟

تھیاٹیٹس: مجھے کہنا چاہیے اجنبی کہ ہم ایک مشکل سے دوچار ہیں جو پہلے سے اگر ممکن ہو تو بڑی ہے۔

اجنبی: پھر آئیں مشکل کو تسلیم کریں۔اور جیسا کہ ''ہونا اور نہ ہونا'' یکساں پیچیدگی کا حامل معاملہ ہے یہ امید کریں کہ جب ان میں سے کوئی ایک کچھ واضح ہوگی تو دوسری مکمل طور پر واضح ہو جائے گی اور

اگر ہم ان دونوں میں سے کسی ایک کو دیکھنے کے قابل نہ ہوئے تو پھر بھی اس مشکل سے نجات پانے کا بغیر کسی بڑے نقصان کے کوئی راستہ نکل آئے گا۔

تھیاٹیٹس: بہت خوب۔

اجنبی: آئیں پوچھیں کہ پھر ہم نے ایک چیز کے کئی نام کیسے ثابت کیے؟

تھیاٹیٹس: کوئی مثال دیں۔

اجنبی: میرا مطلب ہے کہ آدمی کی بات کرتے ہیں۔مثال کے طور پر کئی ناموں کے تحت ہم اس سے رنگ، اقسام، مقدار نیکی اور بدی کو منسوب کرتے ہیں۔ان تمام مثالوں میں اور اس کی ہزاروں دوسری مثالوں میں، ہم نہ صرف اس کے بارے میں ایک آدمی کی بات کرتے ہیں بلکہ اچھائی اور دوسری لاتعداد چیزوں کی بات بھی کرتے ہیں اور اسی طریقے سے اور کوئی چیز بھی جو اصل میں ایک فرض کی جاتی ہے۔اسے ہم کئی ناموں کے تحت بیان کرتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: یہ درست ہے۔

اجنبی: اس طرح ہم نے نئے زیر تربیت افراد کے لیے ایک آسان مواد فراہم کر دیا ہے۔آیا جوان یا بوڑھا۔کیونکہ اس سے زیادہ کوئی بات آسان نہیں ہوسکتی کہ ایک کئی نہیں ہوسکتی یا یہ کہ کئی ایک نہیں ہوسکتا یہ انکار کرنا ان کے لیے بڑی خوشی کے باعث انکار کرنا ہوگا کہ آدمی اچھا ہے کیونکہ آدمی کے بارے میں وہ اصرار کرتے ہیں کہ آدمی آدمی ہے اور اچھا اچھا۔میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ آپ ایسے لوگوں سے ملے ہیں جو اس طرح کے معاملات میں دلچسپی رکھتے ہیں۔وہ اکثر زیادہ عمر کے لوگ ہوتے ہیں۔جن کی اشتراک کی حد دریافتوں کی وجہ سے حیرانگی کا شکار ہو جاتی ہے۔جسے وہ دانشمندی کی معراج یقین کرتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: یقیناً میں ایسے لوگوں سے ملا ہوں۔

اجنبی: پھر کسی کو بھی جس نے کبھی ''ہونے'' کی فطرت کے بارے میں بات کی ہو۔آئیں اپنا سوال ان سے اور اپنے پرانے دوستوں سے کریں۔

تھیاٹیٹس: کون سے سوال؟

اجنبی: کیا ہم ''ہونے'' کو حرکت اور سکون سے منسوب کرنے سے انکار کریں گے یا کسی چیز کو کسی چیز سے۔اور یہ فرض کریں گے کہ وہ ایک دوسری میں ضم میں نہیں ہوتیں اور ایک دوسری میں اشتراک

کی اہلیت نہیں رکھتیں۔ یا ہم تمام چیزوں کو ایک قسم میں شامل کریں گے۔ جو ایک دوسری کو باہم میسر ہونے کی اہلیت رکھتی ہے۔ یا کیا کچھ چیز قابل رسائی ہیں اور کچھ نہیں۔ تھیاٹیٹس ان میں سے کون سے متبادل کو وہ ترجیح دیں گے۔

تھیاٹیٹس: میں ان کے حوالے سے کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ فرض کریں کہ آپ ان تمام مفروضوں کو باری باری زیر بحث لاتے ہیں۔ اور دیکھیں کہ ان میں سے ہر ایک کا کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔

اجنبی: بہت خوب۔ اور سب سے پہلے فرض کرلیں کہ وہ کہیں گے کہ کوئی چیز کسی چیز میں اشتراک کی اہلیت نہیں رکھتی کسی بھی لحاظ سے۔ اس لحاظ سے حرکت اور سکون ''ہونے یا وجود'' میں شرکت نہیں کرسکتی۔

تھیاٹیٹس: وہ نہیں کرسکتیں۔

اجنبی: لیکن کیا ان میں سے کوئی ایک کا وجود بھی ہوگا اگر وہ ''ہونے'' میں شرکت نہیں کررہیں۔

تھیاٹیٹس: نہیں۔

اجنبی: پھر اس اقرار سے ہر چیز فوری طور پر تبدیل ہوگئی ہے۔ عالمگیر حرکت اور عالمگیر ساکن حالت بھی اور ان کا دعویٰ بھی جو ''ہونے'' کو دائمی اور غیر تغیر پذیر اقسام میں تقسیم کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ سب ہونے کے خیال میں اضافہ کرتے ہیں۔ کچھ اس بات کی تصدیق کرتے ہوئے کہ چیزیں درحقیقت حرکت میں ہیں اور دوسرے یہ کہ تمام چیزیں سکون کی حالت میں ہیں۔

تھیاٹیٹس: ایسے ہی ہے۔

اجنبی: مزید برآں، وہ جو ایک وقت میں تمام چیزیں اکٹھی کرلیتے ہیں اور دوسرے میں انھیں تحلیل کردیتے ہیں۔ آیا ان میں ضم کرکے یا انھیں محدود عناصر میں تقسیم کرکے، ان کو مشترک کرکے تحلیل کردیتے ہیں۔ آیا وہ یہ فرض کرتے ہیں کہ تخلیق کا عمل لگاتار ہوگا یا وقفے سے وہ اس طرح تمام تر فضولیات کہہ رہے ہوں گے۔ اگر اس میں کوئی ملاوٹ نہیں۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: ان سب سے مضحکہ خیز آدمی وہ خود ہوں گے۔ جو بحث تو جاری رکھنا چاہتے ہوں اور پھر بھی ہمیں کسی چیز کا نام لینے سے منع کرتے ہیں۔ کیونکہ دوسری چیز میں اشتراک اس دوسری چیز کے نام سے ہی ہوگا۔

تھیاٹیٹس: ایسا کیوں ہے؟

اجنبی: کیونکہ ان کے لیے ''ہوگا، اپنے آپ، علیحدہ، دوسرے سے''، جیسے الفاظ استعمال کرنے پر مجبور کیا گیا اور اسی طرح دوسرے ہزاروں الفاظ بھی ہیں جنھیں وہ چھوڑ نہیں سکتے۔ لیکن بحث کے تعلقات بنانے چاہئیں۔ اس لیے انھیں دوسروں سے رد کیا جانا درکار نہیں۔ لیکن ان کے مخالفین جیسا کہ کہا جاتا ہے ان کے ساتھ ایک ہی گھر کے باسی ہیں۔ وہ ہمیشہ سے ایک تضاد لیے ہوئے ہیں۔ حیران کن جھوٹ موٹ مفروضہ پیش کرنے والوں کی مانند جو خود اپنے نظریات کی تردید کرتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: مختصراً ایسے ہی ہے۔ ایک سچی اور درست وضاحت ہے۔

اجنبی: اور اب اگر ہم فرض کریں کہ تمام چیزیں ایک دوسری میں شرکت کی قوت رکھتی ہیں۔ تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟

تھیاٹیٹس: ...... میں یہ مشکل حل کر سکتا ہوں۔

اجنبی: کیسے؟

تھیاٹیٹس: کیوں۔ کیونکہ حرکت خود ساکن حالت میں ہے اور ساکن حرکت میں۔ اگر انھیں ایک دوسرے سے منسوب کیا جا سکے۔

اجنبی: لیکن یہ کلی طور پر ناممکن ہے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: پھر تیسرا مفروضہ باقی رہ جاتا ہے۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: کیونکہ یقیناً یا تو ساری چیزیں ایک دوسری سے ملتی ہیں۔ یا یہ کہ کوئی چیز دوسری میں شرکت نہیں کرتی۔ یا کچھ چیزیں دوسری میں شرکت کرتی ہیں اور کچھ نہیں۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: اب ان تین میں سے دو مفروضے ناممکن پائے گئے ہیں۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: ہر کوئی پھر جو درست جواب دینے کی خواہش کرتا ہے وہ تیسرا مفروضہ اپنائے گا۔ جو کچھ کی کچھ چیزوں کی شرکت سے متعلق ہے۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: یہ کچھ چیزوں کا کچھ چیزوں سے اشتراک کا معاملہ حروف تہجی سے بیان کیا جا سکے گا۔ کیونکہ کچھ حروف تہجی ایک دوسرے پر پورا نہیں اترتے۔ جبکہ دوسرے پورا اترتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: اور حروف علت خاص طور پر ایک قسم کا رابطہ ہے۔ جو دوسرے حروف پر چھایا ہوا ہے۔ اس طرح کہ ایک حرف علت ایک حرف موافق کے بغیر ایک دوسرے سے نہیں جڑ سکتا۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: کیا ہر کوئی جانتا ہے کہ کون سے حروف کن سے ملتے ہیں۔ یا اس کام کے لیے فن درکار ہے؟

تھیاٹیٹس: اس کے لیے ایک فن درکار ہے۔

اجنبی: کون سا فن؟

تھیاٹیٹس: گرائمر کا فن۔

اجنبی: کیا یہ آواز کے اونچا اور نیچے ہونے کا معاملہ نہیں۔ وہ جو یہ فن جانتا ہے کہ کون سی آوازیں آپس میں ضم ہوتی ہیں کیا وہ موسیقار نہیں۔ اور وہ جو نہیں جانتے وہ موسیقار نہیں ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: اور ہم اسے عمومی طور پر فن کی موجودگی اور اس فن کی غیر حاضری کہیں گے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: اور جیسا کہ ہم اقسام کو اس طرح تسلیم کرتے ہیں کہ ان میں کچھ آپس میں ملنے اور کچھ نہ ملنے کی حامل ہیں۔ کیا وہ جو یہ دکھائے گا کہ کون سے حروف ایک دوسرے سے بنتے ہیں اور کون سے نہیں بنتے وہ بحث کرنے میں سائنس کی مدد سے آگے بڑھتے ہیں۔ اور کیا وہ یہ نہیں پوچھے گا کہ کیا یہ روابط عالمگیر ہیں۔ اور اس طرح ایک دوسرے سے ملنے کی اہلیت رکھتے ہیں اور دوبارہ تقسیم ہونے کی خاصیت رکھتے ہیں۔ کیا کوئی اور دوسری عالمگیر اقسام بھی ہیں جو انھیں ممکن بناتی ہیں۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔ وہ سائنس چاہے گا اور اگر میں غلطی نہیں کر رہا، تو یہ سب سے بڑی سائنس ہوگی۔

اجنبی: ہم انھیں کیا کہیں گے۔ دیوتا کے نام سے۔ کیا ہم غیر شعوری طور پر اپنی آزاد اور عظیم سائنس کو زیر بحث نہیں لا رہے اور سوفسطائی کے بارے میں جاننے سے کیا ہم نے فلسفی کے بارے میں بحث شروع نہیں کر دی؟

تھیاٹیٹس: آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟

اجنبی: کیا ہمیں یہ نہیں کہنا چاہیے کہ اقسام کی تقسیم جو نہ تو دوسروں کو اور نہ ہی ان جیسوں کو دوسرے بناتے ہیں کیا یہ علم الکلام کی سائنس ہے۔

تھیاٹیٹس: یہ بات ہمیں کہنی چاہیے۔

اجنبی: پھر یقیناً۔ وہ جو ان کی درست تقسیم کر سکتا ہے۔ وہ واضح طور پر ایک قسم کو دوسری میں چھایا ہوا دیکھ سکتا ہے۔ اور اس کی کئی اقسام ہیں جو ایک بڑی قسم میں شامل ہوتی ہیں۔ پھر ایک قسم دوسری کے ساتھ جڑی ہوتی ہے، ایک واحد مکمل کئی دوسروں سے منسلک ہوتا ہے۔ اس کی کئی اقسام ہیں جو صرف علیحدہ اور تنہا موجود ہوتی ہیں۔ یہ اقسام کا علم ہے۔ جو اس بات کا تعین کرتا ہے کہ یہ اقسام کہاں اشتراک کر سکتی ہیں اور کہاں نہیں۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: اور علم الکلام کو آپ صرف اور صرف فلسفی سے منسوب کرتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: لیکن وہ اہم ہو سکتا ہے۔

اجنبی: اس عمل میں ہم ہمیشہ فلسفی کو پائیں گے۔ اگر ہم اس کے متلاشی ہیں۔ سوفسطائی کی مانند، اسے آسانی سے دریافت کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ مختلف وجوہات کی روشنی میں ممکن ہے۔

تھیاٹیٹس: کن وجوہات کی بنا پر۔

اجنبی: کیونکہ سوفسطائی ''وجود میں نہ ہونے'' کے اندھیرے میں فرار اختیار کرتے ہیں۔ جس میں اس نے محسوس کرنے کی فطرت پائی ہے اور اسے دریافت نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی جگہ میں اندھیرے کی وجہ سے۔ کیا یہ درست نہیں؟

تھیاٹیٹس: یہ ایسے دکھائی دیتا ہے۔

اجنبی: اور ایک فلسفی، ہمیشہ وجود یعنی ہونے کے سبب کے حوالے سے بات کرتا ہے۔ لیکن وہ بھی روشنی سے محروم ہے۔ کیونکہ بہت سے افراد کی روح دیکھنے کی خاصیت سے محروم ہوتی ہیں۔ جو آفاقی چیزوں کا مشاہدہ کرنے کے لیے لازمی خاصیت ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔ یہ دوسری باتوں کی طرح درست دکھائی دیتی ہے۔

اجنبی: خوب۔ فلسفی کے بارے میں اس کے بعد شاید ہم سنجیدگی کے ساتھ غور کریں گے۔ اگر ہم اصل

موضوع سے پرے ہٹ جائیں۔لیکن ہمیں سوفسطائی کو واضع طور پر بچنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ جب تک کہ ہم اس پر پوری طرح غور نہ کرلیں۔

تھیاٹیٹس: بہت خوب۔

اجنبی: تب سے ہم اس بات پر متفق ہوئے ہیں کہ کچھ اقسام کا دوسری سے اشتراک ہوتا ہے اور دوسری کچھ اقسام کا نہیں۔اور کچھ اقسام کا چندایک سے اشتراک ہوتا ہے اور کچھ کا کئی سے ہوتا ہے۔اس کی کوئی وجہ نہیں کہ کچھ کا دوسری سب کے ساتھ عالمگیر اشتراک کیوں نہیں ہونا چاہیے۔آئیں اب سوال کے بارے میں غور کریں۔جیسا کہ بحث تجویز پیش کرتی ہے۔تمام خیالات سے تعلق کی بنا پر نہیں کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا اقرار ہمیں الجھن کا شکار کردے۔لیکن آئیں ان میں سے چند ایک کا انتخاب کریں۔جنھیں بنیادی کہا جا سکتا ہے۔اور ان کی کئی فطرتوں اور ان کی ایک دوسری سے اشتراک کرنے کی اہلیت کے بارے میں غور کریں۔اس خیال سے اگر ہم نہ ہونے اور ہونے اور اپنے وجود کے بارے میں پوری وضاحت نہ پاسکیں تو ہم اس بارے میں غور کرنے کے دوران کسی کمی کا شکار نہ ہوں۔جہاں تک کہ وہ موجودہ بحث کے دائرے میں آتا ہو، اگر مبہم جوئی سے قبل ہمیں ''نہ ہونے'' کی حقیقت کی بات کرنے کی اجازت دی جائے تو اس طرح ناپسندیدہ چیز سے بچ سکتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: ہمیں ایسا ضرور کرنا چاہیے۔

اجنبی: سب سے زیادہ اہم اقسام وہی ہیں جن کا ابھی ہم نے حوالہ دیا۔ہونے یعنی وجود، حرکت اور ساکن۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں، بلاشبہ۔

اجنبی: ان میں سے جیسا کہ ہم تصدیق کرتے ہیں دو، ایک دوسرے سے اشتراک کی اہل نہیں۔

تھیاٹیٹس: بالکل، ناقابل اشتراک ہیں۔

اجنبی: جبکہ ''ہونے''، یعنی وجود کا ان دونوں سے اشتراک ہے۔اس لیے کہ یہ دونوں موجود ہیں۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: یہ اس طرح تینوں سے بنتا ہے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: ان میں ہر کوئی دوسرے دونوں سے مختلف ہے لیکن اپنے آپ سے یکساں۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: لیکن پھران دوالفاظ''یکساں''اور''مختلف'' کا کیا مطلب ہے۔کیا وہ دوتینوں کی بجائے نئی اقسام ہیں اورتب بھی ہمیشہ لازمی طور پر باہم ایک دوسرے میں ضم ہوتے ہیں اور کیا ہم تین کی بجائے پانچ اقسام کے مالک ہیں۔یا جب ہم''یکساں''اور''مختلف'' کی بات کرتے ہیں۔کیا ہم غیرارادی طور پر پہلے والی تین میں سے ایک قسم کے بارے میں بات کرر ہے ہوتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: بالکل۔ہم ایسا کرر ہے ہوتے ہیں۔

اجنبی: لیکن یقیناً۔حرکت اور سکون نہ تو یکساں ہیں نہ مختلف۔

تھیاٹیٹس: یہ کیسے ہے؟

اجنبی: جو کچھ ہم حرکت سے منسوب کرتے ہیں اور سکون سے مشترکہ طور پر۔ان دونوں میں سے نہیں ہوسکتا۔

تھیاٹیٹس: کیوں نہیں۔

اجنبی: کیونکہ حرکت سکون کی حالت میں اور سکون حرکت کی حالت میں ہے۔کیونکہ ان میں سے ہر ایک دوسری کو اس کی فطرت کے خلاف بدلنے پر مجبور کرے گی۔اس کے مختلف چیز میں شرکت کرنے اور دونوں کی مفعول ہونے کی وجہ سے۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: وہ یقیناً ایک دوسرے سے یکساں اور مختلف میں شریک ہوتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: پھر ہمیں یہ نہیں کہنا چاہیے کہ حرکت سکون سے زیادہ یکساں ہے یا مختلف۔

تھیاٹیٹس: نہیں۔ہمیں نہیں کہنا چاہیے۔

اجنبی: کیا ہم نے اس بات کو یاد رکھنا ہے کہ ہونا اور یکساں،ایک جیسے ہیں۔

تھیاٹیٹس: ممکن ہے۔

اجنبی: لیکن اگر یہ ایک جیسے ہیں۔پھر دوبارہ کہنے کو کہ حرکت اور سکون میں''ہونا یعنی وجود''موجود ہے، ہمیں یہ کہنا چاہیے کہ وہ دونوں ایک ہیں۔

تھیاٹیٹس: جو کہ یقیناً نہیں ہوسکتا۔

اجنبی: تب ''ہونا'' اور ''یکساں'' ایک نہیں ہوسکتا۔

تھیاٹیٹس: مشکل ہے۔

اجنبی: پھر ہم فرض کریں گے کہ ایک سا، ہونا چوتھی قسم ہوسکتی ہے جس کا اب پہلے سے موجود تین میں اضافہ کیا جائے گا۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: اور کیا ہم، مختلف یا دوسرے، کو پانچویں قسم کا نام دیں گے۔ یا کیا ہمیں ''ہونے''، اور ''مختلف'' کو ایک ہی چیز کے دو نام دینے چاہئیں۔

تھیاٹیٹس: بڑی حد تک ایسے ہی ممکن ہے۔

اجنبی: لیکن آپ اس سے اتفاق کریں گے کہ اگر میں غلطی نہیں کر رہا کہ وجود باہم منسلک اور مکمل ہیں۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: اور دوسرا ہمیشہ دوسرے سے باہمی ربط رکھتا ہے۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: یہ معاملہ نہیں ہوگا۔ جب تک ''ہونا''، اور ''دوسرا'' ایک دوسرے سے مکمل طور پر مختلف نہ ہو۔ کیونکہ اگر مختلف، ہونے کی مانند باہمی ربط کا حامل اور مکمل ہو۔ پھر مختلف کی ایک قسم ہونی چاہیے جو دوسری سے مختلف نہ تھی۔ اور اب ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جو دوسرا ہے وہ ضروری طور پر دوسری قسم سے باہم ربط میں ہونا چاہیے۔

تھیاٹیٹس: یہ معاملے کی درست حالت ہے۔

اجنبی: پھر ہمیں تسلیم کرنا چاہیے کہ ''دوسرا'' پہلی منتخب اقسام میں سے پانچویں قسم ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: اور پانچویں قسم باقی سب میں سرایت کرتی ہے کیونکہ وہ سب ایک دوسری سے مختلف ہیں۔ اپنی فطرت کے سبب سے نہیں بلکہ اس لیے کہ وہ دوسری اقسام میں شرکت کرتی ہیں۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: پھر آئیں اس معاملے کو پانچوں کے حوالے سے زیر بحث لائیں۔

تھیاٹیٹس: وہ کیسے۔

اجنبی: سب سے پہلے، حرکت ہے جسے ہم سکون سے مختلف تسلیم کرتے ہیں۔اس کے علاوہ ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: یہ اسی طرح ہے۔

اجنبی: اس لیے ساکن حالت نہیں ہے؟

تھیاٹیٹس: یقیناً نہیں۔

اجنبی: لیکن یہ ہے۔کیونکہ یہ ہونے میں شریک ہے۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: مزید برآں حرکت یکساں سے مختلف ہے۔

تھیاٹیٹس: ایسے ہی ہے۔

اجنبی: اور کیا اس طرح یکساں نہیں ہیں؟

تھیاٹیٹس: یہ نہیں ہے۔

اجنبی: پھر بھی یقیناً حرکت یکساں ہے۔کیونکہ ساری چیزیں یکساں میں شرکت کرتی ہیں۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: تب ہمیں ضرور تسلیم کرنا چاہیے اور یہ کہنے میں اعتراض نہیں کرنا چاہیے کہ حرکت یکساں ہے اور یکساں نہیں بھی۔کیونکہ ہم لفظ یکساں اور غیر یکساں کو ایک ہی معنی میں استعمال نہیں کرتے۔لیکن ہم اسے یکساں قرار دیتے ہیں اس کے تعلق کی بنا پر یکساں اور غیر یکساں میں شرکت کرنے کی بنا پر ایک دوسرے سے۔یہ اس طرح ''یکساں'' سے منسلک ہے اور مختلف ہو چکا۔اس بارے میں درست کہا گیا کہ ''یکساں جیسا نہیں''۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔ہوگا۔

اجنبی: اور اگر مکمل حرکت نے کسی طور پر ساکن حالت میں شرکت کی ہوتی تو حرکت کو ''ساکن'' کہنے میں کوئی مضائقہ نہ ہوتا۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔ایسا ہے اور یہ فرض کرنے میں کہ کچھ اقسام دوسری میں ضم ہوتی ہیں اور دوسری نہیں۔

اجنبی: اور اس قسم کا اشتراک فطرت کے عین مطابق ہے۔ہم اسے اپنی بحث کے اس نکتے تک پہنچنے سے

قبل ثابت کر چکے تھے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: آئیں بات کو آگے بڑھائیں۔ کیا ہم یہ نہیں کہیں گے کہ حرکت دوسروں سے مختلف ہے۔ ہم نے اسے یکساں سے مختلف ثابت کیا ہے اور ساکن حالت کو حرکت سے۔

تھیاٹیٹس: وہ یقینی ہے۔

اجنبی: اس نقطۂ نظر کے مطابق حرکت مختلف بھی ہے اور نہیں بھی۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: اگلا مرحلہ کیا ہے؟ کیا ہم کہیں گے کہ حرکت دوسری تینوں اقسام سے مختلف ہوتی ہے لیکن چوتھی سے مختلف نہیں۔ کیونکہ ہم نے اتفاق کیا تھا کہ اس بارے میں پانچ اقسام ہیں اس دائرے میں جس میں ہمارے لیے اپنے سوال کے جواب کی تجویز ہے۔

تھیاٹیٹس: ہم یقیناً۔ تسلیم نہیں کر سکتے کہ اقسام کی تعداد اس سے کم ہے جتنی ابھی ہم نے تصدیق کی ہے۔

اجنبی: پھر ہم بغیر خطرے کے یہ کہہ سکتے ہیں کہ ''ہونے یعنی وجود'' سے مختلف ہے۔

تھیاٹیٹس: بالکل بلاخوف۔

اجنبی: اس کا سادہ ترین نتیجہ یہ ہے کہ حرکت جب ''ہونا'' میں شرکت کرتی ہے تو حقیقت میں یہ ہے اور نہیں بھی۔

تھیاٹیٹس: کوئی چیز بھی اس سے زیادہ سادہ نہیں ہو سکتی۔

اجنبی: پھر ''نہ ہونا'' کا یقیناً حرکت اور دوسرے معاملات میں وجود ہے۔ کیونکہ اس کی فطرت کی بنا پر وہ دوسری اقسام میں داخل ہوتا ہے اور ہر ایک کو ''ہونا'' سے مختلف کرتا ہے۔ اور اسی طرح ''نہ ہونے'' کا تمام سے ہی تعلق ہے۔ ہم کہیں گے وہ سب کا وجود ہے بھی اور نہیں بھی۔

تھیاٹیٹس: اس طرح ہم فرض کر سکیں گے۔

اجنبی: ہر قسم تب ہونے کی جمع اور نہ ہونے کی لاتعداد کی حامل ہے۔

تھیاٹیٹس: اس طرح ہمیں نتیجہ ضرور اخذ کرنا چاہیے۔

اجنبی: اور خود ہونے کی بنا پر اسے دوسروں سے مختلف کہا جا سکے گا۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: تب ہم نتیجہ اخذ کر سکیں گے کہ دوسری چیزوں کے حوالے سے ''ہونے'' کا کوئی وجود نہیں اور نہ ہونا خود وجود، لیکن لامحدود تعداد میں نہیں۔

تھیاٹیٹس: یہ سچ سے دور نہیں ہے۔

اجنبی: ہمیں اس نتیجے پر ناراضگی کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ ایک دوسری چیزوں سے باہمی اشتراک ان کی فطرت ہے۔ اور اگر کوئی ایک ہمارے موجودہ بیان سے انکار کرے (جیسا کہ ہم نے کہا ہونے کا کوئی وجود نہیں) اس صورت میں اسے ہماری پچھلی بحث کے بارے میں اظہار خیال کرنے دیں۔ (جو کہ اشتراک کے خیالات سے متعلق ہے) پھر وہ اس بارے جو بعد میں بحث ہوگی اس بارے میں کچھ کہہ سکے گا۔

تھیاٹیٹس: اس سے عمدہ اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔

اجنبی: آئیں مجھے آپ سے مزید سوال پوچھنے دیں؟

تھیاٹیٹس: کون سا سوال؟

اجنبی: جب ہم نہ ہونے کی بات کرتے ہیں۔ ہم بات کرتے ہیں میں فرض کرتا ہوں۔ وہ نہ ہونے کا تضاد نہیں بلکہ اس سے مختلف ہوتی ہے۔

تھیاٹیٹس: آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟

اجنبی: جب ہم کسی چیز کے بارے میں کچھ کہتے ہیں جو بڑی نہیں۔ کیا یہ لفظ آپ کو کسی چھوٹی چیز پر لاگو ہوتے دکھائی دیتا ہے جو برابر سے کم ہو۔

تھیاٹیٹس: یقیناً نہیں۔

اجنبی: منفی اجزا کو جب کسی لفظ کا لاحقہ بنایا جاتا ہے، تو یہ مخالفت کی مظہر نہیں ہوتی بلکہ صرف الفاظ کا فرق ہے یا زیادہ بہتر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ان الفاظ کی نمائندگی ہے جو اس کو ظاہر کرتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: اگر آپ اعتراض نہ کریں تو ایک اور نکتہ ہے جس پر غور کیا جائے گا۔

تھیاٹیٹس: وہ کیا ہے؟

اجنبی: مجھے دوسرے کی فطرت علم جیسے حصوں میں تقسیم ہوتی معلوم ہوتی ہے۔

تھیاٹیٹس: یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

اجنبی: علم دوسروں کی مانند ایک ہے۔ پھر بھی علم کی شاخیں اپنے علیحدہ نام کی حامل ہیں۔ اسی طرح علم اور فن کی کئی اقسام ہیں۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: اور کیا دوسروں کے ساتھ بھی معاملہ ایسا ہی نہیں ہے جو کہ ایک ہو؟

تھیاٹیٹس: بڑی حد تک ممکن ہے۔ لیکن کیا آپ مجھے بتائیں گے کہ ایسا کیونکر ہے؟

اجنبی: دوسروں کے بعض حصے ہیں جن کا خوبصورتی سے تضاد ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں، ہے۔

اجنبی: کیا ہم کہیں گے کہ اس کا نام ہے یا اس کا نام نہیں ہے۔

تھیاٹیٹس: اس کا نام ہے، کیونکہ جس کو خوبصورت نہیں کہتے وہ خوبصورت کی ضد ہے۔ نہ کہ کسی چیز سے۔

اجنبی: اب مجھے کوئی دوسری چیز بتائیں۔

تھیاٹیٹس: کیا؟

اجنبی: کیا بدصورت کوئی چیز ہے۔ یا کسی چیز کا جو موجود ہے اس کا علیحدہ کیا ہوا حصہ اور دوبارہ دوسرے نقطۂ نظر سے کسی موجود چیز کی ضد۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: پھر بدصورتی ہونے کی ضد ثابت ہوئی۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: لیکن اس نقطۂ نظر سے یا خوبصورت زیادہ حقیقی ہے، اور بدصورتی کم؟

تھیاٹیٹس: بالکل نہیں۔

اجنبی: چھوٹے کا بھی بڑے کے برابر وجود ہوگا۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: اس طرح ناانصافی کو بھی انصاف کے درجے میں رکھا جانا چاہیے اور کوئی ایک کا دوسرے سے زیادہ وجود ہونے کا دعویدار نہیں ہوسکتا۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: یہی کچھ دوسری چیزوں کے بارے میں کہا جائے گا۔ یہ جانتے ہوئے کہ دوسروں کی فطرت کا حقیقی

وجود ہے۔ اس فطرت کے وجود کو بھی یکساں طور پر فرض کیا جائے گا۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: پھر جیسا کہ دکھائی دے گا کہ دوسری چیز کے کسی حصے کے کسی حصے کا تضاد اور ہونے کا حصہ، دوسری چیزوں کے لیے اگر میں یہ کہوں کہ ایسے ہی ہے جسے وجود از خود اور یہ ہونے کی ضد پر ہی لاگو نہیں ہوتا بلکہ اس سے جو دوسروں سے مختلف ہے۔

تھیاٹیٹس: یہ سوال سے بالاتر ہے۔

اجنبی: پھر ہم اسے کیا کہیں گے؟

تھیاٹیٹس: صاف ظاہر ہے ''نہ ہونا'' نہیں۔ اور یہ وہی فطرت ہے جسے سوفسطائی نے ہمیں تلاش کرنے پر مجبور کیا۔

اجنبی: اور کیا یہ جیسا آپ کہہ رہے تھے حقیقی وجود نہیں دوسری چیزوں کی طرح۔ کیا میں یہ اعتماد سے یہ نہیں کہوں گا کہ نہ ہونے کا ایک یقیناً وجود ہے اور اس کی اپنی فطرت ہے۔ ایسے ہی جیسے بڑا حقیقی طور پر بڑا، خوبصورت خوبصورت، بدصورت بدصورت، اور چھوٹا حقیقی طور پر چھوٹا ثابت ہوا ہے۔ اسی طرح ''نہ وجود'' یعنی ہونا، ثابت ہو چکا ہے، اور اسے ہونے کی کئی اقسام میں شامل کیا جائے گا۔ کیا تھیاٹیٹس آپ کو اس بارے میں اب بھی کوئی شک ہے؟

تھیاٹیٹس: نہیں کوئی بھی نہیں جو کوئی بھی ہو۔

اجنبی: کیا آپ جانتے ہیں کہ ہماری شک پرستی ہمیں پارمینیڈس کی حدود سے آگے لے گئی ہے۔

تھیاٹیٹس: کس چیز میں۔

اجنبی: ہم اس معاملے میں آگے چلے گئے ہیں اور اسے وہ کچھ دکھا دیا ہے جس سے اس نے ہمیں منع کیا تھا۔

تھیاٹیٹس: ایسے کس طرح ہے؟

اجنبی: کیونکہ وہ کہتا ہے:

''نہ ہونے کا کوئی وجود نہیں، اور کیا آپ کے ذہن میں ان کا خیال ہے، سوال پوچھنے کے انداز سے''۔

تھیاٹیٹس: ہاں، وہ ایسے کہتا ہے۔

اجنبی: جب کہ ہم نے نہ صرف یہ ثابت کیا ہے کہ چیزیں جن کا کوئی وجود نہیں وہ موجود ہیں بلکہ ہم نے یہ

ثابت کیا ہے کہ ہونا اور نہ ہونا کس قسم کے ہیں۔ کیونکہ ہم نے ثابت کیا ہے کہ دوسری چیزوں کی فطرت ہے اور یہ دوسری تمام چیزوں میں منقسم ہے۔ان کے ایک دوسرے سے باہمی تعلق کی بنا پر۔اور جو کوئی دوسرے کا حصہ ہونے ، سے منسلک نہیں ہے۔اور یہ مختصراً وہی ہے جسے ہم نے ''نہ ہونے'' کا نام دیا ہے۔

تھیاٹیٹس: اور یقیناً۔اجنبی۔ہم بالکل درست تھے۔

اجنبی: آئیں کسی کو یہ نہ کہنے دیں کہ نہ ہونے کی ضد کی تصدیق کرتے ہوئے ہم ہونے کے عدم وجود کی بات کرتے ہیں۔کیونکہ ہونے کی ضد کی بنا پر اس طویل بحث کو ہم نے خدا حافظ کہہ دیا ہے۔یہ ہوگی یا نہیں۔یا یہ کہ یہ تعریف کی حامل ہوگی کہ نہیں۔لیکن اپنا موجودہ معاملہ نہ ہونے کے حوالے سے ہمیں کوئی آدمی غلط ظاہر کرے اور اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو اسے بھی کہنا چاہیے جو ہم کہہ رہے ہیں کہ مختلف اقسام کا آپس میں اشتراک ہے اور یہ کہ ہونا۔مختلف یا دوسرے ایک دوسری چیزوں میں سرایت کرتے ہیں۔اس طرح کہ دوسرے ''ہونے''، میں شرکت کرتے ہیں۔اس بنا پر وہ جو شرکت کرتی ہے وہ ہے اور نہیں بھی۔لیکن وہ جو ہونے کی ضد ہے۔یہ واضح طور پر ضروری ہے کہ ''نہ ہونا'' عدم وجود ہونا چاہیے۔اور پھر دوسروں سے ملاپ کی وجہ سے یہ ایک نئی قسم کی صورت میں سامنے آتا ہے۔اور یہ پہلے سے موجود اقسام میں سے کسی میں سے بھی نہیں۔اس طرح بلاشبہ ہزار ہا ایسے معاملات ہیں جن میں پہلے ''وجود'' نہیں۔دوسری تمام چیزیں خواہ ان کو انفرادی طور پر لیا جائے یا اجتماعی طور پر کئی موجود ہیں اور کئی نہیں۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: وہ جو اس سے اختلاف کرے اسے ضرور سوچنا چاہیے کہ وہ کس طرح کوئی بہتر چیز کہنے کے لیے پا سکتا ہے۔اگر وہ کوئی مشکل پاتا ہے اور الفاظ کا محض ہیر پھیر کر کے اپنے آپ کو خوش کرتا ہے تو اس کی بحث سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ اپنی خصوصیات کا بہتر استعمال نہیں کر رہا۔کیونکہ ایسی بھول بھلیوں میں کوئی کشش نہیں ہے۔لیکن ہم اسے بتا سکتے ہیں اس چیز کے بارے میں جو پر وقار بھی ہو اور مشکل بھی۔

تھیاٹیٹس: وہ کیا ہے؟

اجنبی: ایک چیز جس کے بارے میں میں نے ابھی بات کی ہے۔ان بھول بھلیوں میں اگر مشکل درپیش

نہیں تو وہ بحث کو سمجھنے اوراس پر تنقید کرنے کے قابل ہونا چاہیے۔ جب ایک آدمی یہ کہتا ہے کہ دوسرا بھی اس طرح کا ہے یا مختلف ہے اس کے اپنے الفاظ کو سمجھنے یا مسترد کرنے کے لیے یا ان میں سے جسے وہ بیان کرتا ہے، کے حوالے سے کوئی مشکل نہیں۔لیکن یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ کس طرح ''یکساں'' ''مختلف ہوتا ہے۔یا''مختلف'' یکساں ہوتا ہے، یا چھوٹا بڑا یا بڑا چھوٹا ہوتا ہے۔ اس طرح کا تضاد کسی کا نیا جنم لینے والے بچے کی مانند ہے۔ جو محض ''وجود'' کے مسئلہ کے پہنچنے کی ابتدا ہے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً ایسا ہوگا۔

اجنبی: کیونکہ یقیناً میرے دوست۔تمام موجود چیزوں کو ایک دوسری سے علیحدہ کرنے کا اقدام ایک فلسفی یا تعلیم یافتہ ذہن کی پیداوار نہیں بلکہ ایک وحشیانہ طرز عمل ہوگا۔

تھیاٹیٹس: ایسا کیونکر ہے؟

اجنبی: تمام اشیا کو علیحدہ کرنے کی کوشش تمام عقل اور اسباب کو نیست و نابود کرنے کے مترادف ہے۔ کیونکہ خیالات کے باہمی ملاپ سے ہمیں گفتگو کے لیے اسباب حاصل ہوتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: اور دیکھیں۔ہم ایسی علیحدگی کے علمبرداروں کے خلاف مزاحمت کر رہے تھے۔اور انھیں یہ تسلیم کرنے پر مجبور کر رہے تھے کہ ایک چیز دوسری میں ضم ہو چکی ہے۔

تھیاٹیٹس: ایسا کیوں ہے؟

اجنبی: کیونکہ ہم شاید کہنے کے قابل ہوں گے کہ بحث بھی ''وجود'' کی ایک قسم ہے۔اگر ہم ایسا نہ کر سکیں تو اس کے نتیجے میں سب زیادہ مشکل صورت حال پیدا ہوگی اور پھر ہمارے پاس فلسفہ نہیں ہوگا۔ مزید برآں اس موقع پر بحث کی فطرت کا فیصلہ کرنے کی ضرورت ہمیں اس بات پر زور دیتی ہے۔ اگر اس سے مکمل طور پر محروم کر دیا جائے تو ہم مزید بحث ہی نہیں کر سکتے۔یہ کہنا بھی اس سے محروم ہونے کے مترادف ہوگا کہ فطرت کا آپس میں کوئی اشتراک نہیں۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔لیکن میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ اس مرحلے پر ہم بحث کی ماہیت کو زیر بحث کیوں لانا چاہتے ہیں؟

اجنبی: شاید آپ اس بات کو زیادہ واضح طور پر اس وضاحت کے بعد سمجھ سکیں گے۔

تھیاٹیٹس: کون سی وضاحت؟

اجنبی: ہم نے ''نہ ہونے'' کو ہونے پر اثر انداز ہونے کی کئی اقسام میں سے ایک تسلیم کیا ہے۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: اس طرح یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ''وجود کا نہ ہونا''، رائے اور زبان میں ضم ہوتا ہے۔

تھیاٹیٹس: ایسا کیسے ہے؟

اجنبی: اگر ''وجود نہ ہونے'' کا ترتیب میں کوئی حصہ نہیں۔ پھر ساری چیزیں درست ہونی چاہئیں۔ لیکن اگر ''نہ ہونے'' کا حصہ ہے تو پھر غلط رائے اور گفتگو ممکن ہے۔ کیونکہ سوچنا یا کہنا جس کا کوئی وجود نہیں، جھوٹ ہے۔ جو اس طرح کی گفتگو اور خیالات میں پیدا ہوتا ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: اور اگر فریب ہے۔ پھر ساری چیزیں فضولیات اور تخیلات پر مبنی ہونی چاہئیں۔

تھیاٹیٹس: یقیناً ہوں گی۔

اجنبی: اس حصے میں جیسا کہ ہم نے کہا کہ سوفسطائی اپنے آپ کو بچاتے ہیں اور جب وہ وہاں پہنچ جاتے ہیں تو جھوٹ سے سرے سے انکار کر دیتے ہیں۔ اس نے کہا کہ کوئی اس قدر جھوٹ نہیں کہہ سکتا جس قدر یہ کہنا ہے کہ ''وجود نہ ہونے'' کسی صورت ''موجود ہونے'' میں شرکت نہیں کرتا۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: اور اب ''نہ ہونے'' کی ''ہونے'' میں شرکت دکھائی گئی ہے۔ اس لیے وہ اس سمت میں لڑائی جاری نہیں رکھے گی۔ لیکن وہ غالباً کہے گا کہ کچھ خیالات ''وجود نہ ہونے'' میں شرکت کرتے ہیں اور کچھ نہیں۔ اور یہ کہ رائے اور زبان شرکت نہ کرنے والی اقسام ہیں۔ وہ اس کے بعد بھی تشبیہ بنانے اور تخیلاتی فن کی جنگ اپنے خاتمے تک جاری رکھے گا۔ جس میں ہم نے اسے قرار دیا ہے۔ کیونکہ جیسا وہ کہے گا، رائے اور زبان ''وجود نہ ہونے'' میں شرکت نہیں کرتے۔ اور جب تک یہ ترتیب موجود ہے، جھوٹ نام کی کوئی چیز موجود نہیں ہو سکتی۔ اور اس فریب کے بارے میں حتمی فیصلہ کرنے کے لیے ہمیں زبان، رائے اور تخیل کی فطرت کے بارے میں سوال پوچھنا شروع کرنا چاہیے۔ اس طرح کہ جب ہم ان کے بارے میں جان سکیں ہم یہ بھی دیکھ سکیں کہ وہ ''وجود نہ ہونے'' سے بھی اشتراک کرتے ہیں یا نہیں اور ان میں تعلق بن جانے کے بعد یہ ثابت کر سکیں گے کہ جھوٹ کا

وجود ہے۔اوراس میں ہم سوفسطائی کوقید کریں گے۔اگر وہ اس کا مستحق ہوگا،یااگرنہیں تو ہم جانے کی اجازت دے دیں گے۔اوراس کی کسی دوسری قسم میں تلاش کریں گے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔اجنبی۔اس بات میں سچ دکھائی دیتا ہے جو کچھ اس سے قبل سوفسطائی کے بارے میں کہا گیا کہ وہ اس قسم سے تعلق رکھتا ہے جسے پکڑنا آسان نہیں۔کیونکہ وہ اپنے دفاع میں بہت مضبوط دکھائی دیتا ہے۔اس تک پہنچنے کے لیے اس کے دفاع کو ختم کرنا ہوگا۔ہمیں اس وقت بھی اس کے پہلے دفاع کے حوالے سے مشکلات درپیش ہیں۔جو وجود میں نہ ہونے کا عدم وجود ہے اور لیں یہ ایک دوسری مشکل ہے۔ہمیں ابھی یہ واضح کرنا ہے کہ زبان اور رائے کے دائرہ کار میں جھوٹ موجود ہے اور اس کے بعد ایک دفاع کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔

اجنبی: تھیاٹیٹس، ہر کوئی جو تھوڑی سی بھی پیشرفت کرسکتا ہے۔اسے خوشی کا اظہار کرنا چاہیے۔کیونکہ وہ تھوڑی پیشرفت پر افسردہ ہوتا۔لیکن اگر وہ بالکل ہی آگے نہ بڑھ سکتا یا یہ کہ اسے اس میں پیشرفت کی بجائے پیچھے ہٹنا پڑتا۔اسی طرح کا کمزور دل جیسا کہ کہاوت کہی جاتی ہے۔وہ کبھی شہر نہیں حاصل کرپائے گا۔لیکن اب جب ہم اس میں کامیاب ہوچکے۔اب قلعہ ہمارا ہے اور اب جو باقی رہ گیا ہے وہ آسان ہے۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: جیسا کہ میں کہہ رہا تھا۔آئیں پہلے زبان اور رائے کے بارے میں خیالات حاصل کریں۔اس خیال سے کہ ہم فیصلے کے لیے صاف بنیاد پائیں گے کہ آیا نہ ہونے کا ان سے کوئی واسطہ ہے یا ''وجود نہ ہونا اور ہونا'' دونوں ہمیشہ سچے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی غلط نہیں۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: پھر، اب، آئیں ناموں کے بارے میں گفتگو کریں جیسا کہ ہم اس سے پہلے خیالات اور حروف کی بات کررہے تھے۔کیونکہ وہی طریقہ ہے جس کے تحت جواب کی توقع ہے۔

تھیاٹیٹس: ناموں کے حوالے سے کیا سوال ہے؟

اجنبی: سوال یہ ہے کہ کیا سارے ناموں کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق ہے یا نہیں، یا ان میں کچھ تعلق ہے۔

تھیاٹیٹس: صاف ظاہر ہے ان میں سے آخری ہی درست ہے۔

اجنبی: میں آپ کو یہ کہنے پر سمجھتا ہوں کہ الفاظ جن کا کوئی مطلب ہو وہ نتائج میں جڑا ہوسکتا ہے۔لیکن اس

لفظ کا کوئی مطلب نہیں ہو گا، جب نتیجہ میں نہ جوڑے جا سکیں۔

تھیاٹیٹس: آپ کیا کہہ رہے ہیں؟

اجنبی: میں نے خیال کیا کہ جب آپ کی خواہش ہوئی تو آپ نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ کیونکہ ہونے کی اطلاع کی دو اقسام ہیں۔ جو آواز کے ذریعے دی گئی ہیں۔

تھیاٹیٹس: وہ کیا ہیں؟

اجنبی: ان میں ایک کو اسم اور دوسرے کو فعل کہا جاتا ہے۔

تھیاٹیٹس: ان کو بیان کریں۔

اجنبی: وہ جو عمل ظاہر کرے، اسے فعل کہا جاتا ہے۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: اور دوسرا جو کہ فعل کرنے والے کی نشاندہی کرے، اسے ہم اسم کہتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: اسموں کا تسلسل نہ صرف فقرہ کہلاتا ہے بلکہ فعل کے بغیر ایسا نہیں ہو گا۔

تھیاٹیٹس: میں آپ کو نہیں سمجھ پایا۔

اجنبی: میں دیکھتا ہوں جب آپ کسی بات کی تصدیق کر رہے ہوتے ہیں آپ کے ذہن میں کوئی اور بات بھی ہوتی ہے لیکن میں جو کہنا چاہتا تھا وہ یہ تھا کہ صرف فعل یا اسم کی تکرار ہی گفتگو نہیں۔

تھیاٹیٹس: آپ کی اس سے کیا مراد ہے؟

اجنبی: میرا مطلب یہ ہے کہ ''بھاگتا ہے''، ''چلتا ہے''، ''سوتا ہے'' یا دوسرے الفاظ جو عمل کا مظہر ہوں۔ البتہ آپ ان میں جن بہت سے الفاظ کو ایک ساتھ نتھی کر دیا جاتا ہے، وہ گفتگو کا باعث نہیں بنتے۔

تھیاٹیٹس: وہ کیسے کر سکتے ہیں۔

اجنبی: یا پھر جب آپ کہتے ہیں ''شیر''، ''گھوڑا یا بارہ سنگا'' یا دوسرے الفاظ جو کردار کی نشاندہی کرتے ہیں ان کو ایک ساتھ ملانے سے آپ بات مکمل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان میں عمل یا بے عملی کا کوئی اظہار نہیں اور نہ ہی وجود کا یا عدم وجود کا۔ جب تک فعل کے ساتھ اسم کا اضافہ نہ کیا جائے۔ ایسا کرنے سے الفاظ صحیح بیٹھتے ہیں۔ ان کا چھوٹا سا ملاپ بھی زبان بناتا ہے اور یہ بات کرنے کا سادہ ترین طریقہ ہے۔

تھیاٹیٹس: میں دوبارہ پوچھتا ہوں۔آپ کی اس سے کیا مراد ہے؟

اجنبی: جب کوئی کہتا ہے''ایک آدمی سیکھتا ہے'' کیا آپ کو اسے سادہ ترین فقرہ نہیں کہنا چاہیے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: جی ہاں۔ وہ جو معلومات دینے کے لیے کسی ایک نکتہ پر پہنچتا ہے۔اس کے بارے میں جو'' ہے'' یا ''ہو رہا ہے''،''ہو چکا ہے''، یا''ہوگا''۔ وہ صرف نام ہی نہیں بلکہ وہ کچھ کرتا ہے۔فعل کو اسم سے ملا کر۔اس لیے ہم کہتے ہیں کہ وہ بات کرتا ہے اور اس الفاظ کے تعلق کو ہم گفتگو کا نام دیتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: اور جیسا کہ کچھ چیزیں ایک دوسرے سے صحیح بیٹھتی ہیں جبکہ دوسری نہیں۔اس طرح کچھ صوتی علامتیں ہیں جو کہ کرتے ہیں اور دوسری جو نہیں کرتے۔ ملتے ہیں اور اس طرح گفتگو کا باعث بنتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: ایک دوسرا چھوٹا معاملہ بھی ہے۔

تھیاٹیٹس: وہ کیا ہے؟

اجنبی: ایک فقرہ فاعل کے بغیر نہیں ہوسکتا۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: یہ ایک خصوصیت کا حامل ہوتا ہے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: اور اب آئیں اس بارے میں بات کریں جو ہمارا مقصد ہے۔

تھیاٹیٹس: ہمیں ایسا کرنا چاہیے۔

اجنبی: میں آپ کے لیے ایک فقرہ دہراؤں گا جس میں ایک فاعل اور عمل کو اکٹھا کیا گیا ہے۔ایک اسم اور فعل کی مدد سے آپ مجھے بتائیں گے کہ فقرہ کس بارے میں بیان کرتا ہے۔

تھیاٹیٹس: میں اپنی بہتر کوشش کے مطابق کروں گا۔

اجنبی: ''تھیاٹیٹس بیٹھتا ہے''، یہ طویل فقرہ نہیں ہے۔

تھیاٹیٹس: بڑا نہیں۔

اجنبی: یہ فقرہ کس کے بارے میں ہے اور اس کا فاعل کیا ہے۔اس کے بارے میں آپ کو مجھے بتانا ہوگا؟

تھیاٹیٹس: میرے بارے میں اور میں اس کا فاعل ہوں۔

اجنبی: ایک بار پھر اسی فقرے کے بارے میں بات کرتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: کس فقرے سے متعلق۔

اجنبی: جس سے میں بات کر رہا ہوں ''تھیاٹیٹس اڑ رہا ہے''۔

تھیاٹیٹس: یہ بھی ایک فقرہ ہے جس کے بارے میں ہر کوئی کہے گا یہ میرے بارے میں ہے۔

اجنبی: ہم نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ہر فقرے کی ایک خوبی ہونی چاہیے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: ان فقروں میں کیا خوبی ہے؟

تھیاٹیٹس: ایک جیسا کہ میں سمجھا ہوں، جھوٹ ہے اور دوسرا سچ۔

اجنبی: سچ آپ کے بارے میں کہتا ہے جو سچ ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: اور دوسرا وہ بیان کرتا ہے جو اس بارے میں سچ کی ضد ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: ان چیزوں کے بارے میں بیان کرتا ہے جو پہلے نہ تھیں۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: یہ فقرہ بیان کرتا ہے جو آپ کے بارے میں حقیقت ہے کیونکہ جیسا کہ ہم ہر فرد یا چیز کے بارے میں کہہ رہے تھے۔ کچھ وہ ہے جو ہے اور کچھ وہ جو نہیں ہے۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: ان دونوں میں ہر ایک فقرہ جو آپ کے بارے میں ہے وہ ہمارے فقرے کی تعریف کے حوالے سے مختصر ترین فقرہ ہے۔

تھیاٹیٹس: یہ ہمارے حالیہ اقرار میں کہا گیا تھا۔

اجنبی: اور دوسرا فقرہ فاعل سے متعلق ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: آپ کون ہونے چاہئیں اور کوئی اور نہیں ہوسکتا۔

تھیاٹیٹس: اس بارے میں کوئی سوال نہیں ہوسکتا۔

اجنبی: اور یہ کوئی فقرہ نہیں ہوگا اگر اس میں فاعل نہیں۔ کیونکہ جیسا کہ ہم نے ثابت کیا۔ ایک فاعل کے بغیر فقرہ ممکن نہیں۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: جب دوسرے میں آپ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ نہ ہونا، ہونا کی طرح۔ جیسا کہ اسم اور فعل کا ملاپ غلط گفتگو ہے۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: اس لیے خیالات، رائے اور سوچ وتخیلات کے بارے میں اب ثابت ہوگیا کہ وہ ہمارے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں، غلط بھی اور درست بھی۔

تھیاٹیٹس: کیا ایسا ممکن ہے؟

اجنبی: آپ اس کا بہتر جواب دے سکیں گے اگر آپ کو اس بارے میں علم ہو کہ وہ کیا ہیں اور کس صورت میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: مجھے وہ علم دیں جو آپ مجھے دینے کے خواہاں ہیں۔

اجنبی: کیا خیال اور گفتگو اسی سوچ سے یکساں نہیں ہیں۔ کیونکہ جو خیالات نہ کہے گئے ہوں، روح کی اپنے آپ سے گفتگو ہے؟

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: لیکن خیالات کا بہاؤ جو زبان ادا کرتی ہے اور قابل سماعت ہوتے ہیں وہ گفتگو کہلاتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: اور ہم جانتے ہیں کہ گفتگو میں موجود ہوتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: کیا موجود ہوتا ہے؟

اجنبی: ایک تصدیق ہے۔

تھیاٹیٹس: ہاں۔ ہم اسے جانتے ہیں۔

اجنبی: جب انکار یا اقرار ہوتا ہے خاموشی سے یا صرف ذہن میں۔ کیا اس بارے میں رائے کے علاوہ

آپ کوئی دوسرا نام دے سکتے ہیں؟

تھیاٹیٹس: اس کا کوئی دوسرا نام نہیں ہوسکتا۔

اجنبی: اور جب رائے دی جاتی ہے کسی حس کی صورت میں تو کیا آپ اسے تخیلات نہیں کہیں گے؟

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: یہ دیکھتے ہوئے کہ زبان درست بھی ہے اور غلط بھی اور روح کی اسی سے گفتگو خیالات ہیں اور رائے سوچ و بچار کا اختتام ہے۔ اور تخیلات یا تصورات رائے اور حس کا ملاپ ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ان میں سے کچھ میں جھوٹ اور سچ کا عنصر ہونا چاہیے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

اجنبی: کیا آپ سوچتے ہیں کہ غلط رائے اور گفتگو ہماری توقع سے بھی جلد دریافت ہوگئی ہیں۔ کیونکہ ہم ابھی ایک کام اپنے ذمے لیتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ جو شاید کبھی مکمل نہ ہو پاتا۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔ میں سوچتا ہوں۔

اجنبی: پھر آئیں مستقبل کے بارے میں مایوس نہ ہوں، لیکن یہ دریافت کر لینے کے بعد، آئیں واپس اپنی پہلی والی اقسام کی بحث پر چلیں۔

تھیاٹیٹس: کون سی اقسام؟

اجنبی: ہم نے عکس بنانے کے فن کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حقیقی کی تشبیہ اور دوسرا تصوراتی یا واہمہ کا۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: اور ہم نے کہا کہ ہم غیر یقینی کا شکار ہیں کہ ان میں سے سوفسطائی کو کس میں رکھیں؟

تھیاٹیٹس: ہم نے ایسے کہا ہے۔

اجنبی: اور ہمارے ذہن میں مزید خیالات آنا شروع ہو گئے جب ہم نے کہا کہ عکس، دکھاوا یا وسوسہ نام کی کوئی چیز نہیں کیونکہ کسی بھی صورت میں کوئی بھی چیز جھوٹ کی سی نہیں ہوسکتی۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: اور اب جب غلط رائے اور گفتگو ثابت کر دی گئی ہے۔ تو پھر حقیقی چیزوں کی نقل کا وجود بھی ہوگا یا اس سے جعلسازی کا فن جنم لے سکتا ہے۔

تھیاٹیٹس: بالکل اس کا امکان ہے۔

اجنبی: اور ہم نے پہلے ہی یہ تسلیم کیا ہے کہ جواب آئے گا کہ سوفسطائی عکس بنانے کے فن میں موجود ہوں گے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: آئیں پھر اپنی کوشش کا اعادہ کریں اور کسی چیز کی تقسیم میں ہمیشہ بھرپور حصہ لیں۔ اس چیز پر سختی سے عمل پیرا ہوتے ہوئے جو سوفسطائی سے منسوب ہوتی کہ ہم اس کے تمام تر خصائل واضح کر کے اس کے فرق تک پہنچ جائیں۔ پھر شاید ہم اسے اصل فطرت میں دکھا سکیں۔ پہلے اپنے آپ کو اور پھر علم الکلام کی روحوں کو۔

تھیاٹیٹس: بہت خوب۔

اجنبی: آپ کو شاید یاد ہو کہ ہم نے تمام فن کو بنیادی طور پر دو اقسام میں تقسیم کیا ایک تعمیری اور دوسرا اکتسابی۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: اور ہمارے خیال میں سوفسطائی اکتسابی فن میں موزوں لگ رہا تھا۔ شکار سوداگری اور اس طرح کے دوسرے کاموں کی وجہ سے۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: لیکن اب جب نقالی کے فن نے اسے اپنے دائرے میں چھپا لیا ہے۔ یہ واضح ہے کہ ہمیں اپنی بات کا آغاز تعمیری فن کی تقسیم سے کرنا چاہیے۔ کیونکہ نقل کرنا تعمیری فن کی قسم ہے۔ تاہم جیسا کہ ہم تصدیق کرتے ہیں کہ یہ حقیقی چیز نہیں۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: پہلی صورت میں، تعمیری فن کی دو اقسام ہیں۔

تھیاٹیٹس: وہ کیا ہیں؟

اجنبی: ان میں ایک قسم انسانی اور دوسری آفاقی ہے۔

تھیاٹیٹس: میں یہ بات سمجھ نہیں پاتا۔

اجنبی: ہر قوت جیسا کہ شاید آپ کو یاد ہو کہ ہم نے بنیادی طور پر کہا کہ جو چیزوں کو ختم کرنے کا سبب ہے جس کا پہلے وجود نہ تھا۔ اسے ہم نے تعمیری کا نام دیا۔

تھیاٹیٹس: مجھے یاد ہے۔

اجنبی: اب دیکھیں کیا ان کے بارے میں ہم کہیں گے کہ دنیا میں تمام جانور اور درخت اور دوسری چیزیں جو زمین پر بیج اور جڑوں یا دوسرے طریقوں سے وجود میں آتے ہیں جو پہلے موجود نہ تھے۔ خدا کی تخلیق کی صورت میں یا کیا ہمیں ان چیزوں کے بارے میں بیہودہ رائے سے اتفاق کرنا چاہیے۔

تھیاٹیٹس: یہ کیا ہے؟

اجنبی: یہ رائے کہ ان چیزوں کو فطرت واحد سبب کے باعث خود بخود پیدا کرتی ہے۔ یا ہم کہیں گے کہ انھیں آفاقی قوت پیدا کرتی ہے۔ جیسے خدا پیدا کرتا ہے۔

تھیاٹیٹس: میں یہ کہنے کا حوصلہ کرتا ہوں۔ اپنی جوانی میں ہوسکتا ہے میں نے کئی بار اپنے نقطۂ نظر میں اس سے انحراف کیا ہو۔ لیکن اب جب میں دیکھتا ہوں کہ آپ اسے خدا سے منسوب کرتے دکھائی دے رہے ہیں تو میں آپ کی رائے کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہوں۔

اجنبی: باوقار انداز میں کہا گیا۔ تھیاٹیٹس۔ اور اگر میں کہوں کہ آپ اس کے بعد اس بارے میں اپنا ذہن تبدیل کر لینے والوں میں سے ہوں گے۔ میں نے آپ سے شریفانہ انداز میں بحث کی ہوتی اور آپ کو اقرار کرنے پر مجبور کیا ہوتا۔ لیکن جیسا کہ سمجھا ہوں کہ آپ میری کسی دلیل کے بغیر اپنی بات کریں گے اس یقین پر جو آپ کو مائل کرتا ہے میں وقت کے کام کی پیش گوئی نہیں کروں گا۔ آئیں مجھے فرض کرنے دیں کہ وہ چیزیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ فطرت کی بنی ہوئی ہیں یہ آفاقی فن کی مظہر ہیں۔ اور جو کام اس کے علاوہ انسان کا کردہ ہے وہ انسانی فن کہلاتا ہے۔ اس لیے بنانے اور پیدا کرنے کی دو اقسام ہیں، ایک آفاقی اور دوسری انسانی۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: پھر اب ان دونوں کو مزید تقسیم کریں جن کو ہم نے دو حصوں میں بیان کیا ہے۔

تھیاٹیٹس: آپ کی اس سے کیا مراد ہے؟

اجنبی: میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ بنانے یا پیدا کرنے کی عمودی تقسیم کریں جیسا کہ آپ نے پہلے ہی ایک پہلو بیان کیا ہے۔

تھیاٹیٹس: میں نے ایسا کیا ہے۔

اجنبی: اب چاروں حصوں میں سے دو ہم سے متعلق ہیں۔ اس لیے دو انسانی اور دو خدا سے متعلق ہیں۔ اس لیے آفاقی ہیں۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: اب دوبارہ اس تقسیم میں جو دوسرے طریقے سے کی جانی فرض کی گئی تھی اس میں ہر تقسیم کے حصے میں ایک حصہ خود پیدا ہوتا ہے لیکن باقی دو یکساں چیزوں کی بناوٹ کہلائے گی۔ اس لیے پیداواری فن کو مزید دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

تھیاٹیٹس: مجھے یہ تقسیم ایک بار پھر بتائیں۔

اجنبی: میں فرض کرتا ہوں کہ ہم اور دوسرے جانور اور عناصر جن سے چیزیں بنی ہوئی ہیں جیسا کہ پانی، آگ اور اس طرح ان کے بارے میں ہم سب جانتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک خدا کا کام ہے۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: اور ان کے عکس و شبیہیں بھی ہیں جو ان سے متعلق ہیں۔ یہ بھی حیران کن فن ہے۔

تھیاٹیٹس: وہ کیا ہیں؟

اجنبی: وہ دکھاوا جو خود ان میں نیند کے دوران یا جاگتے ہوئے سامنے آتا ہے جیسا کہ سایہ۔ جب آگ میں اندھیرا ہوتا ہے یا عکس جو پیدا ہوتا ہے، روشنی تیز ہوتی ہے اور خارجی روشنی پر چیزوں کا ملاپ ہوتا ہے۔ اور اس سے عام بصارت سے متضاد سوچ جنم لیتی ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔ عکس اور تخلیق دونوں پر یکساں آفاقی ہاتھ کا کام ہے۔

اجنبی: اور ہم انسانی فن کے بارے میں کیا کہیں گے؟ کیا ہم تعمیر کے فن سے ایک گھر تعمیر نہیں کرتے اور دوسرا ڈرائنگ کے فن سے جو کہ ایک آدمی کی تخلیق کردہ ایک خواب کی مانند ہے ان کے لیے جو جاگتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: انسانی تخلیق کی دوسری مصنوعات بھی دو طرح کی ہیں اور جوڑوں کی صورت میں ہوتی ہیں۔ کوئی ایک چیز ہے جس کے ساتھ چیزیں بنانے کا فن منسوب ہوتا ہے۔ اور شبیہ بنانے کا عمل جس سے نقل کرنے کا انحصار ہے۔

تھیاٹیٹس: اب میں سمجھنا شروع ہو گیا ہوں اور یہ بات یاد کرنے کو تیار ہوں کہ مصنوعات کی دو اقسام ہیں اور

ان میں سے ہر کوئی دو پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ بعد والی تقسیم میں دونوں آفاقی اور انسانی موجود ہیں۔ عمودی طور پر اس میں حقائق ہیں اور اسی قسم کی تخلیق۔

اجنبی: آئیں اس بات کو نہ بھولیں کہ نقل کی قسم کا ایک حصہ اس جیسی شبیہ بناتا ہے اور دوسرا تصوراتی۔ اگر یہ دکھایا جا سکے کہ جھوٹ ایک حقیقت ہے اور اس کا تعلق حقیقی قسم سے ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: اور یہ کہیں دکھائی دیتا ہے۔ اس لیے اب بلا جھجک ہم ان مختلف اقسام کو دو نام دیں گے۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: اب دوبارہ تصوراتی فن کو تقسیم کریں۔

تھیاٹیٹس: ہم یہ تقسیم کہاں کریں گے؟

اجنبی: ان میں ایک قسم وہ ہے جو ایک آلے کے ذریعے پیدا ہوتی ہے اور دوسری وہ جس کا تخلیق کرنے والا (انسان) خود حصہ ہے۔

تھیاٹیٹس: آپ کی اس سے کیا مراد ہے؟

اجنبی: جب کوئی اپنے آپ کو دوسرے کی مانند دکھائی دیتا ہے۔ شکل یا آواز کے لحاظ سے۔ اس نقل کو تصوراتی فن کا نام دیا گیا ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

اجنبی: آئیں اس کو اب نقالی کے فن کا نام دیں اور اس کو یہ جواب دیا جائے جیسا کہ دوسری تقسیم کے لیے ہم تھکے ہوئے ہیں اور اسے چھوڑ دیں گے۔ کسی دوسرے پر اس کو نام دینے اور مناسب قسم میں درج کرنے کی ذمہ داری چھوڑ دیتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: آئیں کریں جو آپ کہتے ہیں ایک کو کام سونپ دیں اور دوسرے کو چھوڑ دیں۔

اجنبی: تھیاٹیٹس اس کا مزید فرق ہے جو ہمارے غور وغوض کے لیے موزوں ہے میں آپ کو اس کی وجہ بتاؤں گا۔

تھیاٹیٹس: مجھے سننے دیں۔

اجنبی: کچھ لوگ وہ ہیں جو نقل کرتے ہیں یہ جانتے ہوئے کہ وہ کیا نقل کرتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو یہ نہیں جانتے کہ کیا وہ نقل کرتے ہیں۔ کون سا فرق علم کو جہالت سے تقسیم کرنے کے امکان سے بڑا

ہے۔

تھیاٹیٹس: اس سے بڑا فرق نہیں ہوسکتا۔

اجنبی: کیا یہ وہ نقل کی قسم نہیں جن کے بارے میں میں نے بات کی۔ان کی نقل جو اس بارے میں جانتے ہیں۔ کیونکہ وہ جو آپ کی نقل کرے گا وہ آپ کے اور آپ کی بناوٹ کی بارے میں جانتا ہوگا۔

تھیاٹیٹس: قدرتی طور پر ایسا ہی ہے۔

اجنبی: آپ شکل یا انصاف کی قسم یا عمومی نیکی کے بارے میں کیا کہیں گے؟ کیا ہم نہیں جانتے کہ جن کو ان میں سے کسی کے بارے میں معلوم نہیں ہوتا بلکہ ان کی رائے ہوتی ہے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کی رائے واقعی ان کی طرف سے تسلیم کی گئی ہے۔اس کے اظہار سے جس حد تک وہ الفاظ یا اپنے کام کے ذریعے کر سکتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: ہاں۔ یہ بات عام ہے۔

اجنبی: کیا وہ ہمیشہ سوچنے میں ناکام ہوتے ہیں، جب کہ وہ نہیں ہوتے۔ یا کیا وہ اس سے مختلف رائے نہیں؟

تھیاٹیٹس: بالکل متضاد۔

اجنبی: اس طرح کے شخص کو نقال کہا جائے گا۔اس کی دوسروں سے تمیز کی جائے گی۔ وہ جو جاہل ہے اس کی تمیز کی جائے گی ان سے جو جانتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: درست۔

اجنبی: کیا ہم ان میں سے ہر ایک کے لیے مناسب نام دے سکتے ہیں۔ یہ یقیناً کوئی آسان کام نہیں۔ کیونکہ پرانے وقتوں کے لوگوں میں خیالات کے حوالے سے الجھن تھی۔ جس نے انھیں عمومی اشیا کو حصوں میں تقسیم کرنے سے روکے رکھا۔اس لیے ناموں کی کثرت نہیں ہے پھر بھی تمیز کے لیے میں یہ کہنے کی جرأت کروں گا کہ نقل جو رائے سے یکساں ظاہر ہوا سے دکھاوے کی نقل کہا جائے گا۔اور وہ جو سائنس کے ساتھ وجود میں آتی ہے اسے ایک سائنسی یا سیکھی ہوئی نقل کہا جائے گا۔

تھیاٹیٹس: یہ بات مصدقہ ہے۔

اجنبی: پہلے والی بات ہمارا موجودہ درپیش مسئلہ ہے۔ کیونکہ سوفسطائی کو دراصل نقال کا درجہ دیا گیا تھا۔ لیکن اسے ان میں شامل نہیں کیا گیا جن کو علم ہوتا ہے۔

تھیا ٹیٹس: بالکل درست۔

اجنبی: آئیں اپنے دکھاوے کے نقال کے بارے میں دریافت کریں اور دیکھیں کہ کیا وہ مضبوط ہے۔ لوہے کے ایک ٹکڑے کی مانند یا ابھی بھی اس میں کوئی توڑ پھوڑ ہے۔

تھیا ٹیٹس: آئیں اس کا معائنہ کریں۔

اجنبی: درحقیقت اس میں بڑا واضح توڑ پھوڑ ہے۔ اگر آپ دیکھیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ نقال کی دو اقسام میں سے ایک سادہ خلقت ہے، جو یہ سوچتی ہے کہ وہ اس کے بارے میں جانتی ہے جو اس کا تصور ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جس کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔ یہ وہ ہے جو "خدشہ" کا شکار ہوتی ہے اور ڈرتی ہے کہ وہ اس سے غافل ہے جو وہ دوسروں کو جاننے کا دھوکا دیتی ہے۔

تھیا ٹیٹس: یقیناً۔ دو اقسام ہیں جن کا آپ نے ذکر کیا۔

اجنبی: کیا ہم ایک کو سادہ نقال اور دوسرے کو طنز آمیز نقال کہیں گے۔

تھیا ٹیٹس: بہت خوب۔

اجنبی: کیا ہم اس قسم کی جس کا ذکر بعد میں آیا ہے مزید ایک یا دو اقسام کے بارے میں بات کریں گے؟

تھیا ٹیٹس: اس کا آپ خود جواب دیں۔

اجنبی: غور کے بعد پھر مجھے دو اقسام دکھائی دیتی ہیں ایک مکار جو عوام میں پر جوش تقریر کرتا اور دوسرا وہ جو عوامی اور نجی مختصر گفتگو میں اس آدمی کو قائل کرنے کی کوشش کرتا ہے جس کی رائے اس سے مختلف ہوتی ہے۔

تھیا ٹیٹس: آپ کس کو زیادہ درست قرار دیتے ہیں؟

اجنبی: اور وہ کون ہے جو طویل تقریریں کرتا ہے۔ کیا وہ حاکم ہے یا ہر دلعزیز مقرر ہے۔

تھیا ٹیٹس: جس کا بعد میں ذکر آیا ہے۔

اجنبی: اور ہم دوسرے کو کیا کہیں گے۔ کیا وہ فلسفی یا سوفسطائی ہے؟

تھیا ٹیٹس: وہ فلسفی نہیں ہوسکتا کیونکہ ہماری رائے میں وہ غافل ہے۔ لیکن چونکہ وہ عقلمند کا نقال ہے تو اس کا کوئی نام ہوگا۔ جو ان آوارہ الفاظ سے بنتا ہے۔ میں اس کو کیا نام دوں؟ مجھے پورا یقین ہے کہ اسے سوفسطائی کا نام دینے سے، میں غلطی پر نہیں ہوں گا۔

اجنبی: کیا ہم اس کے نام سے پابند کردیں گے جیسا کہ ہم نے پہلے کہا۔ اس کے شجرۂ نسب کی ایک سرے

سے دوسرے تک زنجیر بناتے ہوئے۔

تھیاٹیٹس: تمام مفہوم کے ساتھ۔

اجنبی: تب وہ جو اپنے فن کے شجرے کا اس طرح نشان پاتا ہے۔ وہ جو بہروپیے کے فن اور اپنی نفی کرنے والوں سے تعلق رکھتا ہے۔ دکھاوے کا نقال ہے جو کہ تصوراتی فن جاننے والوں سے مختلف ہے۔ جو کہ تخلیق کی مزید تقسیم کی رو سے شبیہ بنانے کے فن کی شاخ ہے۔ الفاظ کی شعبدہ بازی ایک انسانی تخلیق اور غیر آفاقی۔ کوئی جو حقیقی سوفسطائی کی تصدیق کرتا ہے اس قسم کے خون کا حامل ہوگا یہ خاندان سچ کہے گا۔

تھیاٹیٹس: بلاشبہ۔

☆☆☆

سیاسی مدبر

(Statesman)

شرکائے گفتگو:

تھیوڈورس(Theodorus)، سقراط(Socrates)۔

ایلیا کا(Eleatic) اجنبی اور چھوٹا سقراط

سقراط: تھیوڈورس، میں تھیاٹیٹس اور اجنبی دونوں سے واقف ہونے کی وجہ سے آپ کا بے حد مشکور ہوں۔

تھیوڈورس: اور تھوڑی دیر میں سقراط جب وہ سیاسی مدبر، فلسفی اور سوفسطائی کے بارے میں اپنا نقطۂ نظر بیان کر لیں گے، تو آپ کئی گنا اس سے زیادہ مشکور ہوں گے۔

سقراط: سوفسطائی، سیاسی مدبر اور فلسفی، اے میرے عزیز تھیوڈورس۔ کیا میرے کان اسے سنیں گے جوان کے بارے میں بڑے حساب دانوں اور جیومیٹری کا علم جاننے والوں کے بارے میں کہا ہے۔

تھیوڈورس: آپ کا اس سے کیا مطلب ہے، سقراط؟

سقراط: میرا مطلب ہے کہ آپ نے ان سب کو ایک ہی درجہ دے دیا۔ جبکہ درحقیقت وہ ایک دوسرے سے مختلف معیار رکھتے اور ان میں وقفہ ہے جسے جیومیٹری کی نسبت سے بیان نہیں کیا جا سکتا۔

تھیوڈورس: سائرین (Cyrene) کے دیوتا، ایمون(Ammon) کی قسم (سر دیوتا کی پناہ)، سقراط۔ یہ ایک بہترین ضرب ہے۔ اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ جیومیٹری کو نہیں بھولے۔ میں آپ کو اس کا کسی دوسرے وقت جواب دوں گا۔ لیکن اب مجھے اجنبی سے ضرور پوچھنا چاہیے جس سے میں امید کرتا ہوں کہ وہ سیاسی مدبر یا فلسفی دونوں میں سے جسے وہ ترجیح دے، اس بارے میں بتانے سے اکتاہٹ کا اظہار نہیں کرے گا۔

اجنبی: یہ مجھ پر فرض ہے، تھیوڈورس۔ بات شروع کرنے کے بعد مجھے اسے آگے بڑھانا چاہیے اور کام

ادھورا نہیں چھوڑنا چاہیے۔ لیکن تھیاٹیٹس کے ساتھ کیا برتاؤ ہوگا۔

تھیوڈورس: کس معاملے میں؟

اجنبی: کیا ہم اسے فارغ کر دیں گے اور اس کے ساتھی کو لیں گے۔ ہم اس کی جگہ نوجوان سقراط کو لیں گے۔ اس سلسلے میں آپ کیا نصیحت کرتے ہیں؟

تھیوڈورس: جی ہاں، دوسرے کو ایک باری دیں۔ جیسا کہ آپ نے تجویز دی۔ نوجوان ہمیشہ اچھی کارکردگی دکھاتے ہیں جب انھیں آرام کرنے کے لیے وقفہ دستیاب ہو۔

سقراط: میں سوچتا ہوں اجنبی کہ دونوں کو کس انداز سے میرے ساتھ منسوب کیا جا سکے گا۔ کیونکہ ایک کے چہرے کی بناوٹ جیسا کہ آپ نے تصدیق کی، مجھ جیسی ہے اور دوسرے کا نام میرا نام ہے۔ ہمیں اس کی گفتگو کے انداز سے رشتہ داری کی پہچان کرنی چاہیے۔ میں از خود کل تھیاٹیٹس سے گفتگو کے دوران اس کے جواب سن رہا تھا۔ میں نے ابھی اس کا امتحان نہیں لیا۔ لیکن کسی دوسرے وقت مجھے ضرور یہ کام کرنا چاہیے۔ آج اسے آپ کو جواب دینے دیں۔

اجنبی: بہت خوب، نوجوان سقراط۔ کیا آپ سن رہے ہیں جو عمر رسیدہ سقراط تجویز کر رہا ہے۔

نوجوان سقراط: جی ہاں میں نے یقیناً یہ بات سنی ہے۔

اجنبی: اور کیا آپ اس کی تجویز سے اتفاق کرتے ہیں؟

نوجوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: جیسا کہ آپ کو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ اب میں اس سے کم ہی اعتراض کر سکتا ہوں۔ میرا خیال یہ ہے کہ سوال کی ترتیب کے لحاظ سے سوفسطائی کے بعد سیاسی مدبر کا نام آتا ہے۔ اور مجھے یہ کہنے میں خوشی ہے کہ کیا اسے بھی اس درجے میں شامل کر لیا جائے جو سائنس کے علم سے آشنا ہیں۔

نوجوان سقراط: میں یہ کہنے کا حوصلہ کروں گا۔

اجنبی: لیکن اس کی تقسیم ویسی نہیں ہوگی۔

نوجوان سقراط: پھر کیسی ہوگی؟

اجنبی: ان کی تقسیم کسی دوسرے نکتہ پر ہوگی۔

نوجوان سقراط: جی ہاں۔

اجنبی: ہم سیاسی مدبر کا راستہ کہاں سے تلاش کریں گے؟ ہمیں اسے ضرور دریافت کرنا چاہیے۔ اور اسے علیحدہ کرنا چاہیے اور اس پر اپنی مہر ثبت کرنی چاہیے۔ ہم دوسرے تمام متبادل راستوں پر ایک دوسری قسم کا نشان ثبت کر دیں گے۔ اس طرح روح ان دو اقسام کے تحت ہر قسم کا علم حاصل کرے گی۔

نوجوان سقراط: راستہ تلاش کرنا آپ کا کام ہے۔ اجنبی، میرا نہیں۔

اجنبی: جی ہاں۔ سقراط۔ لیکن جب راستہ دریافت ہو جائے گا تو میرے ساتھ آپ کا بھی ہوگا۔

نوجوان سقراط: بہت خوب۔

اجنبی: خوب۔ اور کیا ریاضی اور دوسرے خاص ہم جنس فنون محض غیر اطلاقی علوم نہیں، عمل سے مکمل طور پر مختلف ہیں؟

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: لکڑی اور دوسرے تمام دستکاری کے فنون میں کام کرنے والے کا علم، اس کے فن اور کام میں ضم ہوتا ہے۔ وہ نہ صرف جانتا ہے بلکہ وہ ایسی چیزیں بناتا ہے جن کا پہلے وجود نہیں ہوتا۔

نوجوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: پھر آئیں سائنسوں کو عمومی طور پر ان میں تقسیم کریں جو کہ عملی ہیں اور ان میں جو کہ خالصتاً عقلی ہیں۔

نوجوان سقراط: آئیں فرض کریں کہ سائنس کی یہ دو اقسام جو کہ ایک کُل ہے۔

اجنبی: اور کیا ''سیاسی مدبر''، ''بادشاہ''، ''آقا'' یا ''گھر کا مالک''، ایک اور یکساں ہیں، یا کیا کوئی فن یا سائنس ہے، جو ان ناموں میں سے ہر کسی کا جواب دیتا ہو۔ یا مجھے یہ معاملہ کسی اور دوسرے طریقے سے پیش کرنے کی اجازت دیں۔

نوجوان سقراط: مجھے بتائیں وہ کیا ہے؟

اجنبی: اگر کوئی جو نجی جگہ پر ہے۔ وہ عوام الناس کے طبیب کو نصیحت کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ اس کو اس چیز کا شاید علم نہ ہوگا جو کہ حکمران کو ہونا چاہیے۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: لیکن ایک سچے بادشاہ کی سائنس شاہی سائنس ہوگی؟

نوجوان سقراط: جی ہاں۔

اجنبی: اور کیا وہ جو اس علم کو جانتا ہوگا وہ بھلا حکمران ہوگا یا ایک عام آدمی۔ جب اسے اس کے فن کے لحاظ سے پرکھا جائے گا تو اسے حقیقی طور پر ''شاہی'' کہا جائے گا۔

نوجوان سقراط: اسے یقیناً یہ کہا جانا چاہیے۔

اجنبی: کیا گھر کا مالک اور آقا ایک جیسے ہیں؟

نوجوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: زیادہ گھریلو سامان کا موازنہ چھوٹی ریاست سے کیا جائے گا۔ کیا ان میں کوئی فرق ہوگا۔ جہاں تک اس معاملے میں حکومت کا تعلق ہے۔

نوجوان سقراط: ان میں فرق نہیں ہوگا۔

اجنبی: پھر اس نکتے کی طرف واپس آئیں جس کے بارے میں ہم ابھی بحث کر رہے تھے۔ کیا ہم واضح طور پر نہیں جانتے کہ ان تمام کی ایک سائنس ہے۔ اس سائنس کو یا تو شاہی یا سیاسی یا معاشی کہا جائے گا۔ ہم کسی سے نام پر جھگڑا نہیں کریں گے۔

نوجوان سقراط: یقیناً نہیں۔

اجنبی: یہ بھی ثابت ہے کہ بادشاہ اپنے ہاتھ سے یا اپنے سارے جسم سے زیادہ کام نہیں کر سکتا اپنی ریاست کی دیکھ بھال کے بارے میں، اس کے مقابلے میں جو وہ اپنی عقل اور ذہن کی پختگی سے ملک کے مفاد کے لیے کرتا ہے۔

نوجوان سقراط: یقیناً نہیں۔

اجنبی: پھر کیا ہم کہیں گے کہ بادشاہ کا علم سے، عملی زندگی یا ہاتھ کے فن سے مقابلتاً عمومی طور پر زیادہ شغف ہوتا ہے۔

نوجوان سقراط: یقیناً وہ ایسا ہوتا ہے۔

اجنبی: پھر ہم اس سارے کو ایک جگہ اکٹھا کرتے ہیں یعنی سیاسی تدبر (Statesmanship) اور سیاسی مدبر (Statesman)، سائنس کی بادشاہت اور بادشاہ۔

نوجوان سقراط: صاف ظاہر ہے۔

اجنبی: اور اب ہم معمول کے مطابق ہر بات کو آگے بڑھائیں گے۔ اگر ہم نے علم کے دائرے کو تقسیم

کرتے چلے جانا ہے۔

نوجوان سقراط: بہت خوب۔

اجنبی: سوچیں کیا آپ علم میں کوئی جوڑ یا علیحدگی دریافت کر سکتے ہیں۔

نوجوان سقراط: مجھے بتائیں۔ کس قسم کی تقسیم؟

اجنبی: اس طرح کی کہ آپ یاد کر سکیں کہ ہم نے گنتی کے فن کا مظاہرہ کیا۔

نوجوان سقراط: جی ہاں۔

اجنبی: جو کہ غلطی سے علم کا ایک فن تھا۔

نوجوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: اور گنتی کے اس فن کو جو اعداد کے فرق کو ظاہر کرتا ہے، کیا ہم دوسروں کے اختلافات کے بارے میں فیصلہ دینے کے سوا اس سے کوئی کام لیں گے۔

نوجوان سقراط: ہم یہ کیسے کر سکتے ہیں؟

اجنبی: آپ جانتے ہیں کہ کوئی چیز بنانے کا ماہر خود اپنے ہاتھ سے کام نہیں کرتا بلکہ وہ دوسروں کی رہنمائی کرتا ہے۔

نوجوان سقراط: جی ہاں۔

اجنبی: وہ علم کا حصہ ڈالتا ہے جسمانی مشقت کا نہیں۔

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: اسی لیے شاید کہا جائے گا وہ لفظی سائنس کا شرکت دار ہے۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: لیکن اسے ایک گنتی کی مشین کی طرح فیصلے دیتے وقت آخری حد تک نہیں جانا چاہیے۔ اسے ہر آدمی کو اس کا موزوں کام سونپنا چاہیے۔ جب تک کہ وہ کام مکمل نہ کرلیں۔

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: کیا یہ سارے سائنس، ریاضی یا اس طرح کے علم سے کم نہیں۔ اصلی علم کا موضوع اور کیا دونوں اقسام میں فرق نہیں۔ ایک قسم صرف فیصلہ کرنے کی قوت رکھتی ہے جبکہ دوسری حکمرانی کی بھی

طاقت رکھتی ہے۔

نوجوان سقراط: یہ واضح ہے۔

اجنبی: شاید ہم موزوں طور پر نہ کہہ سکیں کہ تمام علوم کی دو قسمیں ہیں۔ایک وہ جو حکومت کرتا ہے اور دوسرا وہ جو فیصلہ کرتا ہے۔

نوجوان سقراط: مجھے ایسا سوچنا چاہیے۔

اجنبی: اور جب آدمیوں کے مشترکہ کرنے کا کوئی کام ہوتا ہے تو کیا ان کی سوچ کا ایک ہونا یقیناً درکار ہوگا۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: اور جب ہم میں اتحاد ہے ہمیں دوسروں کے تصورات کے لیے ذہن کی ضرورت نہیں۔

نوجوان سقراط: یقیناً نہیں۔

اجنبی: اب ان دو اقسام میں سے بادشاہ کو کس میں رکھا جائے گا۔کیا وہ ایک جج اور ایک قسم کا ناظر ہے یا ہمیں اسے رہنمائی کا فن سونپنا چاہیے کیونکہ وہ ایک حکمران ہے۔

نوجوان سقراط: صاف ظاہر ہے جس کا بعد میں ذکر کیا گیا ہے۔

اجنبی: پھر ہمیں دیکھنا چاہیے کہ کیا حکم دینے کے فن میں بھی تقسیم کا کوئی نشان ہے۔میں یہ سوچنے پر تیار ہوں ان میں وہی فرق ہے جو ایک چیز بنانے والے اور اس کی پرچون فروخت کرنے والے میں ہے، جو بادشاہ کو منادی کرنے والے سے علیحدہ کرتا ہے۔

نوجوان سقراط: یہ کیسے ہے؟

اجنبی: کیا پرچون فروش دوسرے کی مصنوعات وصول کرتا اور انھیں بیچتا ہے۔جو کہ پہلے ہی فروخت کردہ ہیں۔

نوجوان سقراط: یقیناً وہ کرتا ہے۔

اجنبی: اور کیا منادی کرنے والا حکم کا پابند نہیں۔اور کیا وہ حکم نہیں مانتا اور اپنی باری پر دوسروں کے لیے حکم جاری کرتا ہے۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: تو کیا بادشاہت کے فن کو منادی، کشتی ران، مترجم، پیش گو کے فن اور اسی قبیل کے دوسرے کئی فنون میں ضم کریں گے جو حکم دینے کا اختیار رکھتے ہیں۔ یا جیسا کہ پچھلے موازنے میں ہم نے چیز تیار کرنے والے اور بیچنے والے کی بات کی۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ اعلیٰ حکمرانوں کا طبقہ بھی تقریباً بے نام ہوتا ہے۔ کیا ہمیں اس کے بعد آنے والے الفاظ کو وہی استدلال بنانا چاہیے۔ اور حکمرانوں کو خود سائنس کے لیے حکمران یا اعلیٰ حکمران کا حوالہ دینا چاہیے۔ اور دوسروں کو کسی اور سے مناسب نام کے حصول کے لیے چھوڑ دیں۔ کیونکہ ہم حکمرانوں کے متلاشی ہیں اور ہماری دریافت کا اس کے علاوہ کسی سے کوئی سروکار نہیں جو حکمران نہیں۔

نوجوان سقراط: بہت خوب۔

اجنبی: اس طرح اس شخص میں جو اپنا حکم دیتا ہے اور جو دوسروں کے حکم کی منادی کرتا ہے واضح فرق ظاہر کر دیا گیا ہے۔ آئیں اب دیکھیں کہ اعلیٰ ترین قوت مزید تقسیم کی اجازت دیتی ہے کہ نہیں۔

نوجوان سقراط: ضرور دیتی ہے۔

اجنبی: میں سوچتا ہوں کہ یہ کرتی ہے اور میرے لیے اس تقسیم میں معاونت خوشی کا باعث ہوگی۔

نوجوان سقراط: کس نکتے پر؟

اجنبی: کیا یہ فرض نہیں کر لیا جاتا کہ حکمران کسی مقصد کے لیے حکم دیتے ہیں۔

نوجوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: دو اقسام میں موجود چیزوں کی مزید تقسیم کرنے میں کوئی مشکل درپیش نہیں۔

نوجوان سقراط: آپ ان کی کس طرح تقسیم کریں گے؟

اجنبی: ساری قسم میں کچھ جاندار اور کچھ بے جان ہیں۔

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: اس تقسیم کی مدد سے ہم تقسیم کر سکیں گے۔ اگر ہم چاہیں تو علم کے اس حصے کی جو حکم دیتا ہے، مزید تقسیم کر سکتے ہیں۔

نوجوان سقراط: کس نکتے پر۔

اجنبی: ایک بے جان چیزوں کی تیاری کے لیے مختص کیا جا سکتا ہے۔ اور دوسرا زندہ چیزوں کے بارے

میں اور اس طرح سارے کو تقسیم کیا جائے گا۔

نوجوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: وہ تقسیم پھر مکمل ہوگی۔ اور اب آدھے حصے کو چھوڑ کر باقی کو لیں گے۔ جسے مزید دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکے گا۔

نوجوان سقراط: آپ کی مراد کن دو آدھے حصوں سے ہے؟

اجنبی: یقیناً ان کے بارے میں جو جانوروں کو حکم دیتے ہیں۔ کیونکہ یقینی طور پر شاہی سائنس ماہر کارندے کی طرح نہیں، ایک سائنس جو بے جان چیزوں کے بارے میں ہے۔ بادشاہ کا پروقار کام ہے۔ جو کہ انسانوں کا انتظام اور ان پر تسلط ہے۔

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: تب انسانوں کی نسل کشی اور دیکھ بھال کو اکثر اوقات انفرادی دیکھ بھال کا عمل قرار دیا جائے گا۔ کیا دوسرے معاملات میں مخلوق کی اجتماعی نگہداشت کا عمل قرار دیا جائے گا؟

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: لیکن حاکم نہ تو جنم دینے والا ہے اور نہ ہی ایک بیل ہانکنے والا۔ بلکہ اس کا موازنہ بیل یا گھوڑوں کا جھنڈ رکھنے والے سے کیا جائے گا۔

نوجوان سقراط: ہاں میں دیکھتا ہوں۔ آپ کا شکریہ۔

اجنبی: کیا کئی جانوروں کی دیکھ بھال ایک ساتھ کرنے کے فن کو گروہ کو منظّم کرنے کے فن سے پکاریں گے یا مشترکہ انتظامی امور سرانجام دینے کا فن کہیں گے۔

نوجوان سقراط: کوئی مسئلہ نہیں۔ جو کوئی ہمیں بحث میں موزوں دکھائی دے، اسے اس فن سے پکارا جا سکتا ہے۔

اجنبی: بہت خوب۔ سقراط اور اگر آپ ناموں کے بارے میں زیادہ سنجیدہ نہ ہونے کا یہ سلسلہ جاری رکھیں تو جب آپ بوڑھے ہوں گے، آپ میں ہر طرح کی عقل مجتمع ہوگی۔ اور اب جیسا کہ آپ کہتے ہیں۔ ناموں کی بحث کو ایک طرف رکھتے ہوئے کیا آپ کوئی طریقہ اختیار کر سکتے ہیں کہ کوئی آدمی دو اقسام کے گروہوں کو ہانکنے کا فن دکھاتے ہوئے وہ پیدا کر سکے جواب دگنی تعداد میں تلاش کیا گیا ہے۔ اور اب اسے آدھے اعداد میں تلاش کیا جائے گا۔

نوجوان سقراط: میں کوشش کروں گا۔ مجھے ایک انسانوں کی اور دوسری درندوں کی انتظامیہ دکھائی دیتی ہے۔

اجنبی: آپ نے انھیں یقینی طور پر بڑے سیدھے سادے طریقے سے تقسیم کر دیا ہے جو کہ آدمی کا طریقہ ہے۔لیکن آپ سے ایک غلطی سرزد ہوگئی ہے جسے میں خیال کرتا ہوں اس وقت چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔

نوجوان سقراط: غلطی کیا ہے؟

اجنبی: میرا خیال ہے ہمارے لیے بہتر ہوتا کہ ہم ایک بڑے حصے سے چھوٹے حصے کو کاٹ کر علیحدہ نہ کرتے جو کہ صنف نہ ہو۔ حصے کو پوری صنف ہونا چاہیے۔ بحث کے موضوع کو ایک دم علیحدہ کر دینا عمدہ ہے۔اگر علیحدگی درست طور پر کی گئی ہو۔اور آپ اس تاثر کے زیر اثر تھے کہ آپ درست تھے۔ کیونکہ آپ نے دیکھا کہ آپ آدمی تک پہنچ پائیں گے۔اور اس بنا پر آپ بے جا جلدی کر گئے۔لیکن میرے دوست آپ کو بہت چھوٹے حصے کو علیحدہ نہیں کرنا چاہیے۔ محفوظ ترین درمیان سے کاٹنا ہے۔ جو کہ اقسام جاننے کا بھی طریقہ ہے۔اس معاملے کی طرف توجہ تحقیق کے طریقہ کار کو مکمل طور پر مختلف بنا دیتی ہے۔

نوجوان سقراط: آپ کی اس سے کیا مراد ہے۔اجنبی؟

اجنبی: میں زیادہ واضح طور پر بات کرنے کی کوشش کروں گا آپ سے محبت ہونے کی بنا پر اور اگر میں اس وقت اپنے آپ کو مکمل واضح طور پر پیش نہیں کر سکتا۔ جیسے جیسے ہم بات کو آگے بڑھا رہے ہیں، میں اپنے معنی زیادہ واضح کرنے کی کوشش کروں گا۔

نوجوان سقراط: وہ غلطی کیا تھی جس کا آپ نے ذکر کیا جو ابھی ہم نے اپنی تقسیم میں کی ہے؟

اجنبی: وہ غلطی ایسے تھی جیسے اگر کوئی جو بنی نوع انسان کو تقسیم کرنا چاہتا تھا وہ اس کے طور طریق کو تقسیم کر دے جو اس دنیا میں موجود ہے۔ یہاں وہ قدیم یونانیوں (اہل ہیلینا) کو ایک حصے کے طور پر کاٹ دیتے ہیں اور دوسرے تمام حصوں کو جو کہ لاتعداد ہیں اور ان میں کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی زبان مشترک ہے۔ان سب کا وہ ایک نام ''وحشی'' (Barbarians) رکھ دیتے ہیں اور چونکہ ان سب کا ایک نام ہے۔اس لیے انھیں ایک قسم بھی فرض کر لیا جاتا ہے۔ یا فرض کریں کہ اعداد کی تقسیم کرتے وقت آپ نے باقی دوسروں سے دس ہزار کو علیحدہ کرنا تھا اور انھیں صنف بنانا تھا۔ دوسروں کو

دوسرے نام کے تحت علیحدہ تصور کرتے ہوئے آپ ضرور کہیں گے کہ یہ بھی ایک قسم ہے۔ کیونکہ آپ نے اسے ایک علیحدہ نام دیا تھا۔ تاہم آپ زیادہ بہتر اور منطقی طور پر اعداد کی درجہ بندی کر سکتے ہیں اگر آپ ان کو جفت اور طاق اعداد میں تقسیم کریں۔ یا انسانوں کی درجہ بندی میں تقسیم کریں، اگر آپ انھیں مرد اور عورت میں تقسیم کریں۔ صرف لیڈیا کے لوگوں (Lydians) یا فراجی کے لوگوں (Phrygian) یا کسی ایک دوسرے قبیلے کو علیحدہ کرنا اور انھیں باقی ساری دنیا کے سامنے لا کھڑا کرنا کوئی تقسیم نہیں جو کہ درجہ بندی ہو۔

نوجوان سقراط: سقراط۔ لوگوں میں بہترین انسان، آپ مجھے ایک مشکل ترین کام سونپ رہے ہیں۔ ہم پہلے ہی اپنے اصل مقصد سے زیادہ دور ہٹ گئے ہیں اور آپ ہمیں مزید دور لے جانا چاہتے ہیں۔ لیکن ہمیں اب اپنے اصل موضوع پر آنا چاہیے اور اس کے بعد سکون کے لمحات ہوں گے تو ہم دوسرا راستہ اختیار کریں۔ اسی دوران میری آپ سے خواہش ہے کہ آپ قیاس کرنے سے محتاط رہیں کہ آپ سے جانوں کہ آپ نے کبھی مجھے کہتے ہوئے سنا ہو۔

نوجوان سقراط: کیا؟

اجنبی: یہ کہ کیا قسم اور حصہ مختلف ہوتے ہیں؟

نوجوان سقراط: پھر میں نے کیا سنا؟

اجنبی: یہ کہ قسم یقیناً ایک حصہ ہے لیکن یہ لازم نہیں کہ حصہ بھی ضرور قسم ہوگا۔ یہ نقطۂ نظر ہے جس کے بارے میں میری ہمیشہ سے یہ خواہش رہی ہے کہ آپ اسے مجھ سے منسوب کریں۔

نوجوان سقراط: ایسا ہی ہوگا۔

اجنبی: ایک اور چیز بھی ہے جسے میں جاننا چاہوں گا۔

نوجوان سقراط: وہ کیا ہے؟

اجنبی: وہ نکتہ جس سے ہم نے انحراف کیا۔ کیونکہ اگر میں غلطی نہیں کر رہا تو اصل مقام سوال والا تھا۔ جہاں آپ اجتماع کی انتظامیہ تقسیم کریں گے۔ اس کے لیے آپ جواب دینے کے لیے تیار دکھائی دیتے ہیں کہ جانوروں کی دو اقسام ہیں۔ ایک قسم آدمی کی اور دوسری تمام ظالموں پر مشتمل ہے۔

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: میرا خیال تھا کہ ایک حصے کو علیحدہ کر کے آپ نے سوچا ہوگا کہ یہ باقی سے مل کر ایک قسم بن جاتی ہے۔ کیونکہ آپ انھیں ایک مشترکہ نام ''وحشی'' سے پکارنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

نوجوان سقراط: یہ دوبارہ درست ہے۔

اجنبی: اب فرض کریں علم الکلام کے اعلیٰ ترین حوصلہ کے مالک کہ کچھ عقلمند اور سوجھ بوجھ والی مخلوق جیسا کہ اس قسم کی تقسیم کے لیے سارس (Crane)، آپ کے ذہن میں ہوگا اور ان کی اپنی شان کے لیے سارسوں کو تمام جانوروں کے مخالف کھڑا کرنا اور دوسرے تمام جانوروں کو جن میں انسان بھی شامل ہے ''وحشی'' قرار دینا سنگین غلطی ہوگی جس سے ہمیں ضرور اجتناب کرنا چاہیے۔

نوجوان سقراط: ہم کس طرح اس سے بچ سکتے ہیں؟

اجنبی: اگر آپ جانوروں کی ساری قسم کو تقسیم نہ کریں تو اس غلطی کے سرزد ہونے کا امکان بہت کم ہوگا۔

نوجوان سقراط: بہتر ہوتا کہ اگر ہم جانوروں کی ساری نسل کو نہ لیتے۔

اجنبی: جی ہاں ہماری گزشتہ تقسیم میں غلطی کا امکان ہے۔

نوجوان سقراط: کیسے؟

اجنبی: آپ یاد کریں۔ علم کا وہ حصہ جو حکم سے متعلق تھا۔ وہ ریوڑ میں جانوروں سے کس قدر اہمیت کا حامل تھا۔

نوجوان سقراط: جی ہاں۔

اجنبی: اس معاملے میں ہم جانوروں کو سدھائے ہوئے جانور اور جنگلی جانوروں کی دو اقسام میں پہلے ہی تقسیم کر چکے ہیں۔ وہ جن کی فطرت کو سدھایا جا سکتا ہے وہ سدھائے ہوئے کہلاتے ہیں اور جن کو سدھایا نہیں جا سکتا، وہ درندے کہلاتے ہیں۔

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: علم سیاسیات (Polictical Science) جس کی ہم تلاش میں ہیں۔ اس کا ہمیشہ سے سدھائے ہوئے جانوروں سے تعلق تھا اور ہے۔ بلکہ ہر اکٹھے غول میں رہنے والے جانوروں تک محدود ہے۔

نوجوان سقراط: جی ہاں۔

اجنبی: تب کیا ہمیں اس طرح تقسیم نہیں کرنا چاہیے جیسے ہم نے کی ہے۔ ساری قسم کو ایک ہی دفعہ لیتے ہوئے۔ اور نہ ہی ہمیں علم سیاسیات تک پہنچنے کے لیے بے جا جلدی میں ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ غلطی

ہمارے لیے پہلے ہی وہ بدقسمتی لے کر وارد ہو چکی ہے جس کے بارے میں کہاوت میں کہا گیا ہے۔

نوجوان سقراط: کون سی بدقسمتی؟

اجنبی: بے جا جلدی کی بدقسمتی۔ جس کی رفتار کم ہے۔

نوجوان سقراط: اور وہ سب کچھ حاصل کیا اجنبی جس کے ہم مستحق تھے۔

اجنبی: بہت خوب۔ آئیں پھر دوبارہ بات شروع کریں اور جانوروں کی مشترکہ نسل (دیکھ بھال) کو منقسم کرنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ بحث کی تکمیل غالباً وہ سب کچھ بہتر انداز میں ظاہر کرے گی جو آپ جاننے کے لیے اس قدر بے چین ہیں۔ مجھے بتائیں، آپ کی کیا رائے ہے؟

نوجوان سقراط: کیا؟

اجنبی: کیا آپ نے کبھی سنا ہے۔ جیسا کہ امکان ہے آپ نے سنا ہے۔ میں یہ نہیں فرض کرتا کہ آپ نے کبھی دریائے نیل سے پکڑی جانے والی مچھلیوں کے تحفظ کے لیے بنائی جانے والی جگہ کا دورہ کیا ہوگا یا عظیم بادشاہ کے تالابوں میں یا اسی طرح کے ذخائرنجی گھروں کے کنوؤں میں دیکھے ہوں گے۔

نوجوان سقراط: ہاں۔ یقیناً۔ میں نے ان کو دیکھا ہے اور میں نے اکثر دوسروں کو اس بارے میں کہتے ہوئے بھی سنا ہے۔

اجنبی: اور آپ نے سنا ہوگا اور رپورٹوں میں پڑھا ہوگا۔ اگرچہ آپ نے تھیسالی(Thessaly) کے میدانوں میں گیز(Geese) اور بگلوں کی نرسریوں کا دورہ نہیں کیا ہوگا۔ لیکن ان کے بارے میں آپ کو معلوم ہوگا۔

نوجوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: میں نے آپ سے دریافت کیا کیونکہ اب غولوں کی انتظامیہ کی پانی اور خشکی کے جانوروں کی تقسیم کے لحاظ سے نئی تقسیم ہونے والی ہے۔

نوجوان سقراط: ایسا ہے۔

اجنبی: اور کیا آپ اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ ہمیں جانوروں کی اجتماعی نسل کو دو حصوں میں تقسیم کرنا چاہیے۔ ایک پانی میں رہنے والی اور دوسری خشکی کے جانوروں کی نسل۔

نوجوان سقراط: جی ہاں۔

اجنبی: یقیناً یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں کہ کون سی نسل کا تعلق شاہی فن سے ہے کیونکہ یہ ہر کسی پر عیاں ہے۔

نوجوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: ہر کوئی اس ریوڑ کو تقسیم کرسکتا ہے جو خشکی پر خوراک کا ذریعہ ہے۔

نوجوان سقراط: آپ اس کی کس طرح تقسیم کریں گے؟

اجنبی: مجھے ان جانوروں میں جو اڑتے اور جو چلتے ہیں ان میں فرق کرنا چاہیے۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: اور ہم سیاسی جانور کی کہاں تلاش کہاں کریں گے۔ کیا یہ کہنا فاتر العقل نہیں ہوگا کہ وہ پیدل چلنے والا ہے۔

نوجوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: پیدل چلنے والے جانوروں کے انتظام کے فن کی مزید تقسیم کرنی پڑے گی۔ جیسا کہ آپ نے جفت اعداد کو نصف کرنے کے لیے تقسیم کیا۔

نوجوان سقراط: واضح طور پر ایسا ہے۔

اجنبی: مجھے یہ ظاہر کرنے دیں کہ اس قسم کے دو حصے دکھائی دیتے ہیں جن تک پہنچنا ہماری اس بحث کا مقصد ہے۔ ایک تیز تر طریقہ ہے جو چھوٹے حصے کو کاٹنا اور بڑے کو چھوڑ دینا ہے۔ دوسرا اس اصول سے اتفاق کرتا ہے جو ہم بنا رہے تھے۔ جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہمیں درمیان سے تقسیم کرنی چاہیے لیکن یہ طویل طریقہ ہے۔ ہم ان دونوں میں سے جو چاہیں راستہ اختیار کر سکتے ہیں۔

نوجوان سقراط: کیا ہم دونوں طریقے اختیار نہیں کر سکتے؟

اجنبی: اکٹھے؟ کیا پوچھنے کی چیز ہے۔ لیکن اگر آپ ان کو باری باری لیں تو صاف ظاہر ہے ایسا ہو سکتا ہے۔

نوجوان سقراط: پھر مجھے ان کو باری باری زیر بحث لانا چاہیے۔

اجنبی: اس میں کوئی مشکل نہیں ہوگی۔ جیسا کہ ہم اختتام کے قریب ہیں۔ اگر ہم ابتدا میں ہوتے یا وسط میں تو میں آپ کی درخواست پر معترض ہوتا۔ لیکن اب آپ کی خواہش کے مطابق جب ہم تر و تازہ ہیں۔ بہتر ہے ہم بات کو آگے بڑھائیں اور اب تقسیم کے بارے میں بات کریں۔

نوجوان سقراط: مجھے سننے دیں۔

اجنبی: سدھائے ہوئے، پیدل چلنے اور ریوڑ کی صورت میں رہنے والے جانوروں کو ان کی فطرت کے لحاظ سے دو اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے۔

نوجوان سقراط: کس اصول کے تحت؟

اجنبی: ایک کے سینگ ہوتے ہیں اور دوسری قسم کے جانوروں کے سینگ نہیں ہوتے۔

نوجوان سقراط: صاف ظاہر ہے۔

اجنبی: فرض کریں آپ سائنس کو تقسیم کرتے ہیں ان دو حصوں میں جن کے تحت پیدل چلنے والے جانوروں کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اور آپ ان کی تعریف کرتے ہیں۔ اس کے لیے آپ ان کے لیے نام ایجاد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ اس کو ایک بڑی مشکل پائیں گے۔

نوجوان سقراط: پھر مجھے ان کے بارے میں کس طریقے سے بات کرنی چاہیے۔

اجنبی: اس طریقے سے کہ پیدل چلنے والے جانوروں سے متعلق سائنس کو دو حصوں میں تقسیم کریں۔ ان دو حصوں میں ایک حصہ سینگ والے جانوروں اور دوسرا بغیر سینگ کے جانوروں کو تفویض کر دیا گیا ہے۔

نوجوان سقراط: آپ جو کہہ رہے ہیں وہ سب کثرت سے ثابت کیا جا چکا ہے اور اس لیے اس کو تسلیم کر لیں۔

اجنبی: بادشاہ واضح طور پر لوگوں کے اس ریوڑ کا نگران ہے جس کے سینگ نہیں ہوتے۔

نوجوان سقراط: یہ واضح ہے۔

اجنبی: کیا ہم سینگ کے بغیر جانوروں کے غول کو حصوں میں تقسیم کریں گے اور ان سے منسوب کرنے کی کوشش کریں گے جو کچھ یہ ہے؟

نوجوان سقراط: ضرور کریں گے۔

اجنبی: کیا ہم ان کی منقسم پاؤں کے ہونے یا نہ ہونے سے تمیز کریں گے۔ یا نسل کے آمیزش ہونے یا نہ ہونے کو ان کی پہچان قرار دیں گے۔ آپ سمجھے میرا مطلب کیا ہے؟

نوجوان سقراط: کیا؟

اجنبی: میرا مطلب ہے کہ گھوڑے اور خچر ایک دوسرے سے نسل حاصل کرتے ہیں۔

نوجوان سقراط: جی ہاں۔

اجنبی: لیکن باقی سینگ کے بغیر سدھائے ہوئے جانور اپنی نسل ایک دوسرے کے ملاپ سے حاصل نہیں کرتے۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: اور بادشاہ کا تعلق کس گروہ سے ہے جو دوسروں کے ملاپ کے ذریعے نسل بڑھاتے ہیں یا اس کے بغیر۔

نوجوان سقراط: صاف ظاہر ہے بغیر ملاپ کے نسل بڑھانے والے گروہ سے۔

اجنبی: میں فرض کرتا ہوں کہ ہمیں اسے پہلے کی طرح تقسیم کرنا چاہیے۔

نوجوان سقراط: بالکل ہمیں یہ کرنا چاہیے۔

اجنبی: اب ہر سدھایا ہوا اور ریوڑ میں رہنے والا جانور علیحدہ علیحدہ ہو گیا ہے سوائے دو جانوروں کے کیونکہ میں بمشکل سوچتا ہوں کہ کتے کو غول پسند جانوروں میں شامل کیا جا سکتا ہے۔

نوجوان سقراط: یقیناً نہیں۔ لیکن ہم باقی ماندہ دو جانوروں کی انواع کی درجہ بندی کیسے کریں گے؟

اجنبی: فرق کی پیمائش ہے جو آپ اور تھیاٹیٹس جو جومیٹری کے طالب علم ہیں، بہتر طور پر لاگو کر سکتے ہیں۔

نوجوان سقراط: وہ کیا ہے؟

اجنبی: قطر اور پھر قطر کا قطر۔

نوجوان سقراط: آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟

اجنبی: آدمی کیسے چلتا ہے۔ لیکن قطر کے لحاظ سے اس کی قوت دو فٹ ہے۔

نوجوان سقراط: بالکل ایسے ہی ہے۔

اجنبی: اور باقی رہ جانے والی قسم، دو فٹ سے دگنی قوت کی حامل ہونے کی وجہ سے ہماری پہلے والی قطر کا قطر کہلائے گی۔

نوجوان سقراط: یقیناً۔ اب میں سوچتا ہوں کہ آپ کو میں پوری طرح سمجھا پایا ہوں۔

اجنبی: اس تقسیموں میں سقراط میں سمجھ پایا ہوں جو ایک اور مشہور مذاق ثابت ہوگا۔

نوجوان سقراط: وہ کیا ہے؟

اجنبی: بنی نوع انسان آزاد ترین تخلیق کے گروہ میں شامل ہیں اور ان کے ساتھ دوڑ میں شامل ہیں۔

نوجوان سقراط: میں یہ کہوں گا کہ یہ بہت انوکھا اتفاق ہے۔

اجنبی: اور کیا آپ سب سے کم رفتار کے آخر میں پہنچنے کی توقع نہیں کرتے؟

نوجوان سقراط: درحقیقت۔ مجھے ایسا کرنا چاہیے۔

اجنبی: ابھی مزید مضحکہ خیز نتیجہ آنے والا ہے کہ بادشاہ ریوڑ کے ساتھ پایا جاتا ہے اور اس کا پرندے پکڑنے والے کے ساتھ قریب ترین موازنہ ہوتا ہے جو کہ انسانوں میں ہوائی زندگی کا سب سے زیادہ ماہر اور مشاق ہوتا ہے۔

نوجوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: پھر میاں سقراط۔ اب بھی واضح ثبوت ہے اس سچ کا جو کچھ سوفسطائی کے بارے میں بحث کے دوران کہا گیا۔

نوجوان سقراط: کیا؟

اجنبی: یہ کہ علم الکلام کا طریقہ لوگوں کی عزت کرنے والا نہیں اور یہ چھوٹوں پر بڑے کو برتری نہیں دلا سکتا۔ لیکن اپنے انداز سے سچ تک پہنچ جاتا ہے۔

نوجوان سقراط: یہ بات واضح ہے۔

اجنبی: اب میں آپ کے مجھے پوچھنے کا بھی انتظار نہیں کروں گا اور اپنے فیصلے کے مطابق آپ کو بادشاہ کی تعریف کے مختصر راستے پر لے چلوں گا۔

نوجوان سقراط: ہر حال میں۔

اجنبی: میں کہتا ہوں کہ ہمیں اس بحث کا آغاز خشکی کے جانوروں کو دو اور چار پاؤں کے جانوروں میں تقسیم کر کے کرنا چاہیے۔ اور جبکہ پرندے آدمی کی درجہ بندی میں آتے ہیں۔ ہمیں دو پاؤں والے جانوروں کو ان میں تقسیم کرنا چاہیے جن کے پر ہیں اور جب ان کی تقسیم کر دی گئی ہو تو پھر انسانوں کی انتظامیہ کو سامنے لایا جاتا ہے۔ اب ہمارے اس مقصد حاکم اور سیاسی مدبر کو دیکھنے اور اسے سجے سجائے اپنے محل میں بیٹھنے اور ریاست کی باگ ڈور اس کے حوالے کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ یہ ایک پیشہ ہے جس کا تعلق بادشاہ سے ہے۔

نوجوان سقراط: بہت خوب۔ آپ نے میرا قرض اتار دیا ہے، میرا مطلب ہے کہ آپ نے بحث مکمل کر لی

ہے۔اور میں فرض کرتا ہوں کہ آپ نے اجتناب کرنے والے حصہ کا دلچسپ انداز میں اضافہ کیا۔

اجنبی: پھر اب آئیں دوبارہ آغاز کی طرف چلیں، ان سلسلوں کو جوڑیں جو مل کر سیاسی مدبر کے فن کے نام کی تعریف کرتا ہے۔

نوجوان سقراط: ضرور۔

اجنبی: اصل علم کی سائنس جیسا کہ بنیادی طور پر شروع میں کہا گیا، حکومت اور حکم کی سائنس کا حصہ تھی اور اس سے ایک اور حصہ اخذ کیا گیا تھا۔ جسے خود حاکمیت کا نام دیا گیا۔ خود کو بیچنے کے استدلال کا ایک حصہ جاندار جانوروں کا انتظام ہے اور اس کو مزید ریوڑ کے انتظام میں محدود کیا گیا تھا۔ اور پھر مزید پیدل چلنے والے جانوروں کا انتظام اس میں محدود کیا گیا۔ بعد میں ذکر کیے جانے والی سب سے بڑی تقسیم ایسے جانوروں کی تقسیم کی ہے جن کے سینگ نہیں ہیں۔ اس کا مزید حصہ ہے جو تین ناموں کو یکجا کرنے سے بنتا ہے۔ یہ اصل جانوروں کی ریوڑ بانی ہے۔ اس کے بعد صرف مزید تقسیم آدمی کے فن کی تقسیم ہے۔ اس کا تعلق دو پاؤں والے جانور سے ہے اور یہ وہی چیز ہے جس کی ہم تلاش کر رہے تھے۔ اب ہم نے شاہی اور سیاسی دونوں کو ایک ہی بار دریافت کر لیا ہے۔

نوجوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: کیا آپ سوچتے ہیں سقراط کہ ہم نے ویسا کچھ کیا ہے جو آپ کہتے ہیں؟

نوجوان سقراط: کیا؟

اجنبی: آپ کا کیا خیال ہے۔ میرا مطلب ہے کیا ہم نے اپنی مرضی پوری کر لی ہے۔ ایک قسم کی بحث ہوئی ہے۔ لیکن مجھے دکھائی دیتا ہے کہ تحقیق ابھی تک پوری طرح مکمل نہیں ہوئی۔ یہ وہ مقام ہے جہاں پوچھ گچھ ناکام ہوئی ہے۔

نوجوان سقراط: میں آپ کو سمجھا نہیں۔

اجنبی: میں اپنے خیال کو واضح کرنے کی کوشش کروں گا جو اس وقت میرے ذہن میں ہے۔ ہم دونوں کے لیے صاف واضح کرنے کے لیے۔

نوجوان سقراط: مجھے سننے دیں۔

اجنبی: دیکھ بھال (حفاظت) کے کئی فن تھے اور ان میں ایک سیاسی تھا۔ جس کے پاس ایک مخصوص گروہ کا

اختیار تھا۔

نوجوان سقراط: جی ہاں۔

اجنبی: اور یہ بحث جس کی اس وقت تعریف کی گئی یہ پالنے پوسنے کا فن ہوگا۔ گھوڑوں کا یا دوسرے وحشیوں کا نہیں بلکہ بہت ساروں کو مشترکہ پالنے یا دیکھ بھال کرنے کا فن۔

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: آپ فرق پر غور کریں جو بادشاہ کا دوسرے نگران سے امتیاز کرتا ہے۔

نوجوان سقراط: آپ کس کا حوالہ دے رہے ہیں۔

اجنبی: میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا دوسرے قبیلے میں موجود ہے جو پیش گوئی کرتا اور اس کے ساتھ قبیلے کے انتظامات میں شریک ہوتا ہے۔

نوجوان سقراط: آپ کی مراد کس سے ہے؟

اجنبی: میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ سوداگر، کسان، خوراک فراہم کرنے والے، تربیت دینے والے، طبیب، تمام قبیلے کی انسانیت سے اس بات پر اختلاف کریں گے جسے ہم سیاسی مدبر کہتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہوگا کہ وہ خود انسان کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور ان کی پرورش کرتے ہیں۔ وہ نہ صرف اپنی بلکہ خود بادشاہوں کی پرورش بھی کرتے ہیں۔

نوجوان سقراط: کیا وہ ایسا کہنے میں حق بجانب نہیں ہیں۔

اجنبی: ہوسکتا ہے وہ بڑی حد تک ایسے ہوں۔ اور ہم ان کے دعوے پر غور کریں گے۔ لیکن ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ کوئی بھی گلہ بان کے بارے میں ایسا دعویٰ نہیں کر سکے گا۔ جو اپنے قبیلے کا واحد طبیب اور گلہ بان اور خوراک مہیا کرنے والا ہوگا۔ وہ ان کا مقابلہ کرانے اور بچوں کے جنم دلوانے والوں کا خیال رکھتا ہے۔ کوئی اور سائنس کے اس شعبے کا نگران نہیں ہوسکتا۔ وہی ان کی خوشیوں اور لطف اندوزی کا سامان پیدا کرنے والا ہے۔ جہاں تک ان کی فطرت میں اس اثر کے بارے میں گنجایش رکھتے ہیں اور کوئی اس سے زیادہ اپنے قبیلے کو اپنی آواز کی فطری رو یا آلات کے ذریعے ڈھارس بندھانے والا اور اطمینان فراہم کرنے والا نہیں اور یہی کچھ جانوروں کے بارے میں بھی کہا جائے گا۔

نوجوان سقراط: بہت خوب۔

اجنبی: لیکن یہ اگر ایسا ہے جیسا کہ آپ کہتے ہیں تو کیا بادشاہ کے بارے میں ہماری رائے درست ہو سکتی ہے۔ کیا ہمارا دوسرے دس ہزار دعویداروں میں اپنا نگہبان اور پرورش کرنے کے لیے اس کا انتخاب کرنے کا فیصلہ درست تھا۔

نوجوان سقراط: یقیناً نہیں۔

اجنبی: کیا ہمارے لیے خدشہ کا سبب ابھی پیدا نہیں ہوا کہ اگرچہ ہم نے ایک شاہی صورت کی قسم بیان کی ہوگی۔ لیکن ابھی تک ہم نے سیاسی مدبر کے لیے درست اور اصل قسم بیان نہیں کی۔ یہ کہ ہم اسے اس کی فطرت کے مطابق بیان نہیں کر سکتے۔ جب تک ہم نے اسے ان سے کنارہ کش نہ پایا ہو جو اس کے قریب تر ہوں اور اس کے اختیارات میں شریک ہونے کے دعویدار ہوں۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: اور سقراط یہ کچھ ہمیں ضرور کرنا چاہیے اگرچہ بحث کے اختتام پر بے توقیری لانا ہمارا مقصود نہیں۔

نوجوان سقراط: ہمیں اس سے ضرور بچنا چاہیے۔

اجنبی: پھر آئیں نیا آغاز کریں اور ایک دوسرے راستہ پر سفر کریں۔

نوجوان سقراط: کون سا راستہ۔

اجنبی: میں سوچتا ہوں کہ ہمیں کچھ مزاح حاصل ہوگا۔ ایک مشہور کہانی ہے جس کے ایک اچھے خاصے حصے کو فائدے کے پیش نظر ذکر کیا جائے گا اس کے بعد ہم دوبارہ تقسیم کے سلسلے کو دوبارہ شروع کریں گے اور اس پرانے راستے پر اس وقت چلیں گے جب تک ہم مطلوبہ اعلیٰ ترین جگہ پر نہ پہنچ جائیں۔ کیا ہم ایسا کریں گے جیسا میں کہتا ہوں۔

نواجوان سقراط: ہر حال میں۔

اجنبی: سنیں۔ ایک کہانی جو بچے پسند کریں گے اور آپ کی عمر بچگانہ مزاح سننے کی عمر سے گزری نہیں۔

نوجوان سقراط: مجھے یہ سننے دیں۔

اجنبی: درحقیقت ایک واقعہ رونما ہوا اور پھر ہوگا۔ ان کئی واقعات کی مانند جو قدیم یونانی تہذیب کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں۔ عجوبہ جس کے بارے میں روایتی طور پر کہا جاتا ہے کہ وہ ''اٹریئس'' (Atreus) اور

''تھیاسٹس'' (Thyestes) کے جھگڑے سے ظہور پذیر ہوا۔ آپ نے سنا ہے۔ بلا شبہ اور یاد ہوگا کہ وہ اس وقت ہونے والے واقعے کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

نوجوان سقراط: میرا خیال ہے آپ کی مراد سنہرے بکرے کی پیدائش کی علامت سے ہے۔

اجنبی: نہیں وہ نہیں۔ لیکن کہانی کا ایک اور دوسرا حصہ جو اس بارے میں ہے کہ مغرب میں ایک زمانے میں سورج اور ستارے کیسے نمودار ہوتے تھے اور مشرق میں کیسے غروب ہوتے تھے۔ اور یہ کہ خدا نے ان کی حرکت کو الٹا کر دیا۔ اور نہیں وہ کچھ دیا جو آج وہ اٹریس کے دائیں طرف سند کے طور پر رکھتے ہیں۔

نوجوان سقراط: ہاں۔ وہاں یہ رسم ورواج ہے۔

اجنبی: مزید برآں ہمیں اکثر کرونوس (Cronos) کے دورِ حکومت کے بارے میں بتایا جاتا ہے۔

نوجوان سقراط: جی ہاں۔ اکثر اوقات۔

اجنبی: کیا آپ نے کبھی سنا کہ پرانے زمانے کے مرد زمین کی پیدائش تھے اور ایک دوسرے سے جنم نہیں پاتے تھے۔

نوجوان سقراط: ہاں یہ بھی ایک پرانی رسم ہے۔

اجنبی: یہ تمام کہانیاں اور کئی ہزار دوسری جواب بھی زیادہ حیرت انگیز ہیں، ان کی ایک مشترکہ خصوصیت تھی۔ بہت ساری ان میں سے زمانے کی نذر ہو گئی ہیں یا شکستہ شکل میں دہرائی جاتی ہیں۔ لیکن ان کی اصل کا کسی کو علم نہیں۔ اب بھی یہ بتایا جا سکتا ہے کیونکہ کہانی بادشاہ کی فطرت کے بارے میں روشنی ڈالتی ہے۔

نوجوان سقراط: بہت خوب اور مجھے امید ہے آپ ساری کہانی بیان کریں گے اور کوئی چیز نہیں چھوڑیں گے۔

اجنبی: پھر آپ سنیں۔ ایک زمانہ ہے۔ جب خدا دنیا کو خود اس کے راستے پر چلاتا اور اس کی رہنمائی کرتا ہے۔ اور پھر ایک خاص وقت پورا ہونے کے بعد وہ اسے آزاد چھوڑ دیتا ہے اور دنیا ایک زندہ مخلوق ہونے کے ناطے اور اپنے خالق سے ذہانت پا چکنے کے بعد واپس مڑتی ہے اور اپنے ورثے کی ضرورت کے تحت مخالف سمت میں مڑ جاتی ہے۔

نوجوان سقراط: ایسا کیوں ہے؟

اجنبی: وہ اس لیے کہ سب سے زیادہ آفاقی چیز ہمیشہ تبدیل نہ ہونے کی وجہ سے ویسی ہی رہتی ہے۔ جسم اس قسم میں شامل نہیں۔ آسمان اور کائنات کو جیسا کہ ہم نے انھیں قرار دیا ہے، اگرچہ بنانے والے نے اپنی کئی دوسری خوبیوں سے انھیں بہرہ ور کیا ہے۔ وہ انسانی جسم میں شریک ہوتی ہیں۔ اس لیے وہ بے قراری سے آزاد نہیں لیکن ان کی حرکت جس حد تک ممکن ہو انفرادی اور اسی جگہ پر اور اسی قسم کی ہے۔ اس لیے صرف واپسی سے مشروط ہے۔ جو کہ کم ترین ممکنہ تبدیلی ہے۔ کیونکہ تمام حرکت کرنے والی چیزوں کا مالک اکیلا ہی خود اپنی حرکت کرنے کے قابل ہے اور یہ سوچنا کہ وہ انھیں ایک وقت میں ایک سمت میں حرکت دیتا ہے اور دوسرے وقت میں ایک اور دوسری سمت میں، تو یہ کلمۂ کفر ہے۔ اس لیے ہمیں یہ قطعی نہیں کہنا چاہیے کہ دنیا ہمیشہ خود حرکت کرتی ہے۔ یا خدا اپنی دو مختلف سمتوں میں حرکت کا وسیلہ ہے۔ یا یہ کہ دو خداؤں کے مختلف مقاصد ہیں کہ انھیں اردگرد گھمایا جائے۔ لیکن جیسا کہ میں نے کہا (اور یہ واحد باقی متبادل ہے) کہ دنیا ایک بیرونی قوت کی طرف سے ہدایت کی جاتی ہے جو کہ آفاقی ہے اور نئی زندگی پاتی ہے اور بنانے والے سے یہ دائمی ہونے کا اثر حاصل کرتی ہے اور دوبارہ جب اسے آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے تو یہ خود حرکت کرتی ہے۔ لامحدود زندگی کے اختیار کے تحت الٹی حرکت حاصل کر لیتی ہے۔ یہ اس کے مکمل توازن کی وجہ سے ہے۔ اس کی بڑی جسامت اس کے اور حقیقت پر مبنی ہونے کی وجہ سے یہ ایک چھوٹے محور پر گھومنا شروع ہو جاتی ہے۔

نوجوان سقراط: آپ کا دنیا کے بارے میں نظریہ بہت زیادہ مناسب دکھائی دیتا ہے۔

اجنبی: آئیں اس بات کو سمجھنے کی کوشش کریں جو کچھ کہا گیا اس فطرت کے عمل کے بارے میں جو تمام تر عجائب کا سبب ہے، یہ وہ ہے۔

نوجوان سقراط: کیا؟

اجنبی: الٹ جو کائنات کی حرکت سے وقتاً فوقتاً عمل میں آتا ہے۔

نوجوان سقراط: یہ کیسے سبب ہو سکتا ہے؟

اجنبی: تمام تر آسمانی حرکت میں تبدیلیوں کے سبب، ہم انھیں سب سے بڑی اور مکمل سمجھیں گے۔

نوجوان سقراط: مجھے ایسا ہی سوچنا چاہیے۔

اجنبی: اور اس کے بارے میں یہ فرض کیا جاسکتا ہے کہ اس وقت کے انسانوں میں یہ بڑی تبدیلی کا سبب بنتا ہے۔

نوجوان سقراط: اس طرح کی تبدیلی یقینی طور پر رونما ہوسکتی ہے۔

اجنبی: اور جانور جیسا کہ ہم جانتے ہیں ان تبدیلیوں کو بڑی مشکل سے برداشت کر پاتے ہیں جو ان پر یکدم رونما ہوتی ہیں۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: اس طرح یقیناً ان کی بڑی تباہی ہوتی ہے۔ اور یہ تباہی انسان کی زندگی تک پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اس بنا پر نسل کے چند ایک باقی بچنے والے زندہ رہ جاتے ہیں اور جو بچ جاتے ہیں وہ کئی ناولوں اور قابل قدر عوامل کا موضوع بن جاتے ہیں ایک خاص طور پر وہ جو تبدیلی کے ان مراحل میں سے گزر رہا ہوتا ہے اور وہ جس میں ہم رہ رہے ہیں، اس سے الٹ ہوتا ہے۔

نوجوان سقراط: اس کا کیا مطلب ہے؟

اجنبی: سارے جانوروں کی زندگی پہلے رک گئی اور پھر فانی فطرت رک جانے کے باعث زیادہ عمر کی دکھائی دیتی ہے اور پھر یہ الٹ ہوگئی جس سے کہ عمر جوان اور نفیس ہوگئی۔ زندگی کے سفید نشان پھر گہرے ہوگئے اور عمر رسیدہ ڈاڑھی والوں کے گال پھر نرم و گداز اور ہموار ہوگئے۔ انھوں نے پہلی سی جوانی پالی۔ نوجوانوں کے اجسام نرم اور چھوٹے ہوگئے۔ یہ عمل دن رات جاری رہنے سے وہ بالآخر ذہنی اور جسمانی لحاظ سے بچپن میں لوٹ آئے۔ اگلے مرحلے میں وہ بالکل ختم ہوکر سرے سے غائب ہوگئے۔ اور ان کے اجسام جو اس وقت تشدد کی نذر ہوگئے وہ بھی جلدی سے اس تبدیلی کے عمل کا حصہ بن گئے اور چند دنوں میں پھر وہ کبھی دوبارہ نظر نہ آئے۔

نوجوان سقراط: پھر اجنبی۔ ان دنوں میں کس قدر عجیب و غریب جانور پیدا ہوئے اور کس طریقے سے ایک دوسرے سے انھوں نے جنم پایا؟

اجنبی: سقراط یہ واضح ہے کہ اس وقت جانوروں کی ایک دوسرے سے تخلیق کا کوئی جز و نہ تھا۔ زمین پر جنم لینے والے جن کے بارے میں ہم کہانی سنتے ہیں، وہ اس وقت وجود میں تھے۔ وہ دوبارہ زندہ ہوگئے اور جو طریقہ آج ہے یہ ان دنوں نہیں تھا۔ ہمارے آباواجداد جو گزشتہ دور میں آخری حد پر

تھے اس کی ابتدا میں وارد ہوئے، وہ ہمارے لیے منادی کرنے والا ہے اور یہ اس بات کی نشانی ہے کہ یہ کہانی کس قدر بنیادی تسلسل کی حامل ہے۔ بڑھاپے سے جوانی کی طرف لوٹنے کے بعد موت کی واپسی ہوتی ہے۔ جو مردہ ہیں ان کا دوبارہ جنم، اس وقت دنیا کی واپسی سے ان کی نسل کی دنیا کا پہیہ واپس مڑ چکا ہے۔ اور انھیں اکٹھا کر دیا جاتا ہے۔ وہ اکٹھے بڑھتے اور پھر مختلف انداز سے زندگی بسر کرتے ہیں تاوقتیکہ خدا نے ان میں سے کسی کو کسی دوسرے حصے کے لیے اٹھا لیا ہو۔ اس رسم کے مطابق وہ زمین پر پھیل گئے اور اس طرح انھوں نے زمین پر پھیلنے والے کا نام پایا اس طرح اوپر والی کہانی ان سے منسوب ہوتی ہے۔

نو جوان سقراط: یقیناً یہ بالکل اس کے عین مطابق ہے جو واقع ہوا۔ لیکن مجھے بتائیں کہ کیا کرونس کے دور حکومت میں اور دنیا کے اس چکر میں وہ زندگی جس کا آپ نے ذکر کیا، کیا وہ موجود تھی یا اِس چکر میں موجود کیونکہ ستاروں اور سورج کے راستے میں بدلنے کا عمل دونوں حصوں میں رونما ہوا ہوگا۔

اجنبی: اب میں سمجھا کہ آپ میرے مقصد کو سمجھ گئے ہیں۔ نہیں وہ خود جنم پانے والی بارحمت زندگی کا موجودہ زندگی سے تعلق نہیں بلکہ اس کا تعلق گزشتہ زندگی سے تھا۔ جس میں خدا کائنات کے انقلاب کی خودنگرانی کرتا تھا۔ اور دنیا کے کئی حصے کم تر دیوتاؤں کے سپرد کر دیے گئے تھے۔ جیسا کہ آج سے بھی کچھ حصوں میں پایا جاتا ہے۔ وہ جعلی دیوتا تھے۔ جو کہ کئی جانوروں کے ریوڑوں اور مختلف چیزوں کے نگہبان تھے۔ اور ہر کسی کو جس چیز کا وہ نگران تھا، اسے اس کے ہر قسم کے اختیارات سونپے گئے تھے۔ نہ تو اس وقت ایک دوسرے پر حملہ کیا جاتا تھا یا اور نہ ہی تشدد کا کوئی وجود تھا۔ یا جنگ یا ان کے مابین کسی قسم کا جھگڑا نہ تھا اور مجھے ان کی کئی ہزاروں دوسری نعمتیں بتانی چاہئیں جو ان کے متعلق تھیں۔ اس دور کے آدمی کی زندگی کیوں بے سوچے سمجھے ہے، جیسا کہ روایت کہتی ہے، اس کی وجہ کچھ یوں ہے: ان دنوں خدا خود ان کا نگران تھا اور ان پر اس کی حکمرانی تھی۔ بالکل اس آدمی کی مانند جو مقابلتاً آفاقی خوبیوں کا مالک ہو اور کم تر جانوروں کا حاکم ہو۔ اس کے زیر نگرانی نہ کوئی حکومت تھی، نہ علیحدہ بچے اور عورتیں اس کی ملکیت تھے۔ کیونکہ تمام مرد زمین سے جنم پاتے تھے۔ اور ان کی ماضی کی کوئی یاد نہیں ہوتی تھی۔ چونکہ ان میں اس قسم کی کوئی چیز نہ

تھی۔زمین انھیں کثرت سے پھل دیتی تھی جو درختوں پر لگتے اور غیر ممنوع تھے یہ درخت انسان کے ہاتھوں سے نہیں لگائے گئے، وہ کھلے بندوں ننگے رہتے۔زیادہ تر کھلی فضا میں کیونکہ ان کے موسموں کا درجہ حرارت بہت زیادہ ہوتا تھا۔اوران کے پاس بستر نہ تھے بلکہ وہ گھاس کے نرم گٹھوں پر سوتے تھے جوزمین پر کثرت سے اگتا تھا۔کرونوس کے دور کے آدمی کی زندگی اس طرح کی تھی سقراط، ہماری موجودہ زندگی کی طرح نشانیاں جوزیوس کے زیراثر کہی جاتی ہیں، آپ اپنے تجربے سے جانتے ہیں آپ جان سکتے ہیں اور جانیں گے کہ آپ کس زندگی کوزیادہ خوشگوار قرار دیتے ہیں۔

نوجوان سقراط: ناممکن۔

اجنبی: کیا پھر میں آپ کے لیے اس بات کا فیصلہ کروں گا اور میں کرسکتا ہوں۔

نوجوان سقراط: جی ہاں، ہرحال میں۔

اجنبی: فرض کریں کہ ''کرونوس'' (Cronos) کی تیمارداری کالامحدود آرام تھااور ملاپ کرنے کے لیے نہ صرف مردوں کی قوت کو بلکہ وحشی مخلوق کی قوت کواستعمال کیا گیا تھا۔تمام تر فائدے کے ساتھ، آپس میں گفتگواور فلسفہ کے بھرپور استعمال سے ہر چیز اور ہر فطرت سیکھنے کی قوت جوایک خاص تحفے سے مزین تھی۔وہ عقل کے ذخائر میں ایک اضافہ کرنے کا ذریعہ بن گئی تھی۔اس بات کا فیصلہ کرنے میں کوئی مشکل نہیں کہ وہ ہمارے اپنے دور کے انسانوں سے ہزار ہا درجہ زیادہ خوش وخرم تھے۔یااگران کے کھانے پینے حتیٰ کہ ان کے سیر ہوجانے اوران کے آپس میں ایک دوسرے کو کہانیاں سنانے کے بارے میں سوال کیا جائے تو میں خیال کرتا ہوں کہ اس کا جواب دینا بھی آسان ترین ہے۔لیکن جب تک ہمیں اس دور کا کوئی محبت کرنے والا اطمینان بخش گواہ نہ ملے اس وقت تک اس معاملے کومؤخر کردینا بہتر ہوگا اوراس کہانی کا ذکر کرنے کی وجہ بتانی چاہیے۔اور پھر ہم بات آگے بڑھانے کے قابل ہوں گے۔

وقت پورا ہونے پر جب تبدیلی رونما ہونے کوتھی اورزمین پرساری مخلوق ختم ہوگئی اور ہر روح نے اپنی پیدائش کا چکر مکمل کرلیا تھا اور پھر اسے اپنی باری پر زمین میں بودیا گیا تھا تو اس کائنات کے رہبر(پائلٹ) نے اس دنیا کے چپوکوآزاد چھوڑ دیا اور خود اپنی مخصوص جگہ پر واپس لوٹ گیا۔تب قسمت اوراس کی پیدائشی خواہش نے دنیا کی حرکت کوالٹا کردیا۔پھر تمام کمتر

دیوتاؤں نے بھی جو اعلیٰ ترین قوت کے اقتدار میں شریک تھے یہ اطلاع پانے پر کیا ہو رہا تھا، دنیا کے ان حصوں کو آزاد چھوڑا جو ان کے زیر تسلط تھے۔ اس طرح دنیا جو ایک اچانک حادثے کے باعث گھوم رہی تھی اور اسے مخالف سمت میں آغاز سے اختتام کی طرف جانے کے لیے مجبور کیا جا رہا تھا تو اسے ایک تباہ کن زلزلے نے ہلا کر رکھ دیا۔ جس سے جانوروں کی تباہی کا نیا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس کے بعد جب کافی وقت گزر گیا۔ تو زلزلے، الجھن اور تباہی کا سلسلہ رک گیا۔ پھر کائناتی مخلوق نے ایک بار پھر امن حاصل کر لیا اور اپنے طریقہ کار کے مطابق جانے پہچانے راستے پر سفر کا آغاز کر دیا۔ اپنے از خود اقتدار اور حکمرانی کے باعث اور تمام مخلوق جو اس میں تھی، کی تعمیل کے باعث جس حد تک اسے یاد تھا پہلے زیادہ اختصار سے اور بعد میں کم درستی سے اپنے خالق کے حکم کی تعمیل کی۔ اس سلسلہ کی تباہی کا سبب معاملات کی آمیزش تھی یہ اس کی بنیادی فطرت کی وراثت میں تھی جو کہ تباہی سے بھری پڑی تھی۔ حتیٰ کہ یہ موجودہ حالت کو پہنچ گئی۔ خدا سے جو اس کائنات کا بنانے والا ہے، دنیا نے ہر وہ چیز حاصل کی جو اس میں اچھی ہے۔ لیکن گزشتہ حالت میں سے برائی اور غلطی کا عنصر داخل ہوا جو سب سے پہلے دنیا میں داخل ہوا اور پھر یہ جانوروں میں منتقل ہو گیا، جب دنیا کے خالق کی طرف سے دنیا میں جانوروں کی پرورش کا اضافہ کیا گیا، تو برائی بہت چھوٹی تھی اور اچھائی بڑی۔ لیکن علیحدگی کے بعد جب دنیا کو آزاد کر دیا گیا، پہلے تو سب کچھ اچھے طریقے سے رونما ہوا لیکن جب گزر گیا تو زیادہ سے زیادہ بھول ہوئی اور پھر پرانا جھگڑا پورے زور و شور سے شروع ہو گیا۔ اس طرح بالآخر اچھائی کم اور برائیوں کا وجود بڑھ گیا۔ اس طرح دنیا میں کائنات کی مکمل تباہی کا خطرہ پیدا ہو گیا اور اس میں موجود دوسری چیزوں کو بھی۔ جبکہ خدا نے جو ان تمام چیزوں کا حاکم ہے، یہ بھانپتے اور خطرہ محسوس کرتے ہوئے کہ پھر تمام چیزیں تباہی سے دوچار نہ ہو جائیں، طوفان کے باعث اور لامحدود وقت کے لیے تباہی و بربادی آ جائے دوبارہ پتوار سنبھال لیا۔ اس نے کائنات سے ایک بار پھر تباہی اور طوفان کا سبب بننے والی علامتوں کا خاتمہ کر کے اسے دوبارہ ترتیب میں کر دیا اور دنیا کو اس طرح اس نے لافانی کر دیا۔

یہ وہ تمام کہانی ہے جس کا پہلا حصہ بادشاہ کی فطرت کی وضاحت کے لیے کافی ہے۔ کیونکہ جب دنیا واپس اس حالت کی طرف لوٹی تو آدمی کی عمر جمود کا شکار ہو گئی اور پہلی سے مختلف

تبدیلی رونما ہوئی۔ چھوٹی مخلوق جو تقریباً ختم ہو چکی تھی دوبارہ ظاہر ہو گئی۔ زمین کے نئے جنم پانے والے بچے زرد ہو گئے اور موت کے بعد زمین میں فنا ہو گئے۔ ساری چیزیں تبدیل ہو گئیں۔ کائنات کی حالتوں کے پیش نظر ان کی ضروریات سے نسل اور نشو و نما کے تحت ہر چیز تبدیل ہو گئی۔ کیونکہ کسی جانور کی کسی دوسرے تخلیقی واسطے کے ذریعے زمین پر وجود میں آنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ لیکن جیسا کہ دنیا کو اس کی اپنی ترقی کا آقا بنا دیا گیا اسی طرح اس کے حصوں کو بھی ترقی پانے، نشو و نما پانے اور بڑھنے کا حکم دیا گیا جس حد تک وہ از خود کر سکتے ہیں۔ اسی قسم کی حرکت سے انھیں دھکیلا گیا۔ اب ہم اس گفتگو کے حقیقی اختتام تک پہنچ گئے ہیں۔ اگر چہ کمتر جانوروں کے بارے میں کہنے کو کچھ ہو گا اور ان حالتوں کے بارے میں جن میں وہ تبدیل ہوئے اور اس کے اسباب کے بارے میں جن کی بنا پر یہ تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ آدمیوں کے بارے میں، زیادہ تفصیل نہیں ہے اور تھوڑا بھی مقصد کے لیے زیادہ ہے۔ خدا کی حفاظت سے محروم جس نے انھیں پیدا کیا انھیں بے یار و مددگار اور بغیر دفاع کے چھوڑ دیا گیا۔ جنھیں درندوں نے چیر پھاڑ دیا جو فطرتاً خونخوار تھے اور اب وحشی ہو گئے تھے۔ پہلے زمانوں کے بعد، وہ اب بھی بغیر مشق کے اور وسائل سے محروم تھے۔ خوراک جو خود بخود پیدا ہوتی تھی وہ ختم ہو چکی تھی اور وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ اسے کیسے خریدا جائے۔ کیونکہ انھوں نے اس کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ ان تمام وجوہات کی بنا پر عمومی طور پر تنگدستی اور مشکل کا شکار تھے۔ جبکہ پرانی رسم و رواج کے تحائف سے بھی آدمی کو محروم کر دیا گیا تھا۔ انھیں اس قدر تعلیم و تربیت دی گئی جو نا گزیر تھی۔ اس کے علاوہ انھیں آگ پرومیتھیس (Prometheus) سے، فنون ہیفائیسٹس (Hephaestus) اور اس کے پیروکاروں سے، ایتھین (Athene) کی طرف سے بیج اور پودے دوسروں کی طرف سے دیے گئے تھے۔ اس سے ہر وہ چیز ماخوذ ہوئی ہے جو انسانی زندگی میں موجود ہے۔ جب خدا کی حفاظت اور جیسا کہ میں کہہ رہا تھا اب ناکام آدمی ہیں اور انھوں نے اپنی زندگی کا طریقہ از خود ترتیب دینا ہے وہ اپنے خود آقا تھے۔ کائنات کی مخلوق کی طرح جس کی وہ تقلید کرتے تھے ہمیشہ تبدیلی ہوتے ہوئے یا بڑھتے ہوئے، ایک وقت میں ایک انداز میں زندگی بسر کرتے ہوئے اور دوسرے وقت میں اس سے مختلف، یہ کہانی کے بارے میں کافی ہے۔ جو ہمیں یہ ظاہر کرنے کے لیے ہے کہ ہم اپنی پچھلی گفتگو کے

دوران سیاسی مدبر (Statesman) اور بادشاہ (King) کا خاکہ اتارنے میں کس قدر غلطی پر تھے۔

نوجوان سقراط: وہ بڑی غلطی کیا تھی جس کے بارے میں آپ بات کر رہے ہیں؟

اجنبی: دو غلطیاں تھیں۔ پہلی والی چھوٹی اور دوسری بڑی اور وسیع اور بڑے پیمانے پر سرزد ہونے والی غلطی۔

نوجوان سقراط: آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟

اجنبی: میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جب ہم سے موجودہ دور اور نسل کے سیاسی مدبر اور بادشاہ کے بارے میں پوچھا گیا تھا۔ تو ہم نے ایک کو نگہبان بتایا تھا جو انسانی روپ میں دوسرے گروہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اور وہ آقا بن گیا تھا جبکہ اسے عام آدمی ہونا چاہیے تھا۔ یہ بڑی فاش غلطی تھی۔ پھر ہم نے اسے پوری ریاست کا حکمران بنا دیا کیسے بغیر اس کی وضاحت کیے یہ مکمل سچ نہ تھا، نہ ہی قابل فہم، لیکن تب یہ حقیقت تھی اور اس لیے دوسری غلطی پہلے کے مقابلے میں بڑی نہ تھی۔

نوجوان سقراط: بہت خوب۔

اجنبی: اس سے قبل کہ ہم سیاسی مدبر کے بارے میں مکمل تفصیل کی امید کریں ہمیں اس کے عہدے کے بارے میں ضرور بیان کرنا چاہیے۔

نوجوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: ایک افسانہ متعارف کرایا گیا، نہ صرف اس لیے کہ دوسرے سب حقیقی گڈریے کے حریف ہیں۔ جو کہ ہماری تحقیق کا مقصد ہے بلکہ اس خیال سے کہ ہم اس کے بارے میں درست رائے قائم کر سکیں جو یقیناً اس لقب کا مستحق تھا۔ کیونکہ وہ اکیلا گڈریوں اور قبیلے کے لوگوں سے تعلق رکھنے کے باعث اس شبیہ کی نسبت سے جو ہم نے بنائی ہے، وہ انسانوں کی نگرانی کرتا ہے۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: اور سقراط میں یہ سوچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آفاقی نگہبان بادشاہ سے بھی اعلیٰ ترین ہے۔ جبکہ سیاسی مدبر جواب زمین پر موجود نہیں ہیں، وہ اپنے کردار میں عنوان کا اظہار ہیں اور کہیں زیادہ اپنی نسلی اور تعلیم میں شریک ہوتے ہیں۔

نوجوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: اب ان کی ایک ساتھ تحقیقات کی جانی چاہیے یہ دیکھنے کے لیے کہ کیا ایک آفاقی نگہبان (گڈریے) کی طرح وہ اپنے عنوان میں بالاتر ہیں یا ان کے برابر ہیں۔

نوجوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: بات کو دوبارہ شروع کرتے ہیں۔ کیا آپ کو یاد ہے کہ ہم نے جانوروں پر انفرادی طور پر مشترکہ طور پر نافذ کیے جانے والے حکم کی بات کی۔ جسے ہم نے ریوڑ کی نگرانی کے فن کا نام دیا۔

نوجوان سقراط: جی ہاں۔ مجھے یاد ہے۔

اجنبی: وہاں کہیں ہم سے غلطی ہوئی ہے۔ کیونکہ ہم نے اس میں سیاسی مدبر کا نہ کوئی ذکر کیا اور نہ اس کا حوالہ دیا۔ نہ ہم نے یہ کہا کہ اس کے لیے ہماری گفتگو میں کوئی جگہ نہیں۔

نوجوان سقراط: وہ کیسے تھا؟

اجنبی: تمام دوسرے قبیلہ کے افراد اپنے قبیلوں کی نگرانی کرتے ہیں لیکن یہ لفظ سیاسی مدبر کے لیے موزوں نہیں ہے۔ ہمیں ایک نام استعمال کرنا چاہیے جو ان سب کے لیے مشترک ہو۔

نوجوان سقراط: درست کوئی ایسا نام ہے جو اس کے لیے موزوں ہو۔

اجنبی: ریوڑوں کی ''نگرانی'' سب کے لیے قابل عمل کیوں نہیں ہے؟ کیونکہ ہر ایک مخصوص فرض سے منسوب ہے۔ اگر ہم کہیں کہ ریوڑوں کی ''دیکھ بھال'' یا ان کا ''انتظام'' یا ان کی ''حفاظت'' کرنا تو اس لفظ میں سب شامل ہوں گے، پھر ہم سیاسی مدبر کو باقی میں احاطہ کر سکیں گے۔ جس قدر کہ ہماری بحث کے لیے مطلوب ہوگا۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔ لیکن ہم تقسیم میں اگلا قدم کس طرح اٹھائیں گے؟

اجنبی: جیسا کہ پہلے ہم نے نگرانی کے فن کو ان کی خشکی اور پانی کی فطرت کے مطابق دو حصوں میں تقسیم کیا۔ پروں والے اور پروں کے بغیر، سینگ والے اور سینگوں کے بغیر، اس طرح اسی انداز میں ہم ریوڑ کی دیکھ بھال کے انہی اختلافات کو تقسیم کریں گے۔ ہماری تعریف میں آج کی حکمرانی اور ''کرونوس'' کی حکمرانی کا احاطہ کیا گیا ہے۔

نوجوان سقراط: یہ واضح ہے۔ لیکن میں اب بھی پوچھتا ہوں کہ اس کے بعد کیا آئے گا؟

اجنبی: اگر لفظ ریوڑوں کا ''انتظام'' ہوتا، دیکھ بھال یا نگرانی کی بجائے تو کوئی بھی رائے نہ دیتا کہ

سیاستدان کے معاملے میں آدمی کی حفاظت شامل نہیں۔ اگرچہ اس بات کا احاطہ کیا گیا تھا کہ خوراک دینے کا کوئی انسانی فن نہیں، یا کم سے کم اگر کوئی ایسا فن تھا، کئی لوگوں کا بادشاہ سے پہلے اس فن میں شرکت کرنے کا حق تھا۔

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: لیکن شاہی سائنس (علم) سے زیادہ کوئی اور سائنس یا فن انسانی معاشرے کی حفاظت کا حق نہیں رکھتی یا عمومی طور پر انسانی حکمرانی کا حق نہیں رکھتی۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: اگلے مرحلے میں سقراط، ہمیں یقیناً اس بات پر توجہ دینی چاہیے کہ ہمارے تجزیے کے اختتام پر بڑی غلطی سرزد ہوگئی تھی۔

نوجوان سراط: وہ کیا تھی؟

اجنبی: کیوں فرض کریں کہ ہمیں یہ یقین تھا کہ دو پاؤں والے جانوروں کو خوراک دینے اور ان کی نگرانی کرنے کا کوئی فن تھا۔ اس میں کوئی وجہ نہ تھی کہ اس کو شاہی یا سیاسی فن کہا جائے۔ اگرچہ اس بارے میں کہنے کو اور کچھ نہ تھا۔

نوجوان سقراط: یقیناً نہیں۔

اجنبی: ہمارا پہلا فرض جیسا کہ ہم کہہ رہے تھے کہ نام کسی نئے سرے سے تجدید کرنا تھا۔ تاکہ اس میں خوراک کی بجائے احتیاط کا عنصر نمایاں ہو۔ اس کے بعد بھی اس کی قابل قدر تقسیم ہوگی۔

نوجوان سقراط: وہ کیسے بنائے جا سکتے ہیں؟

اجنبی: پہلے آفاقی نگرانوں کو انسانی محافظوں یا منتظمین سے علیحدہ کر کے۔

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: انتظامیہ کا فن جو انسان کے ذمے لگایا گیا ہے اس کی مزید تقسیم کی جائے گی۔

نوجوان سقراط: کس اصول پر؟

اجنبی: مجبوری اور رضاکارانہ اصول پر۔

نوجوان سقراط: کیوں؟

اجنبی: اس لیے کہ اگر میں غلطی نہیں کر رہا تو اس میں یہاں غلطی موجود ہے۔ کیونکہ ہماری سادگی کے باعث ہم نے جابر اور اعلیٰ پائے کے بادشاہ کو یکجا کر دیا ہے۔ جبکہ وہ مکمل طور پر مختلف ہیں۔ ان کے حکمرانی کے انداز کی طرح۔

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: اگر ہم پُر تشدد حکمرانوں کے انداز حکمرانی کو جابریت کہتے ہیں اور دو پائیوں کے رضا کارانہ حکمرانوں کو رضا کارانہ سیاست۔ کیا ہم مزید نہیں کہیں گے کہ وہ جو بعد میں ذکر کیے جانے والے فن کا مالک ہو وہ حقیقی بادشاہ اور سیاسی مدبر ہے؟

نوجوان سقراط: میں سوچتا ہوں اجنبی کہ ہم نے سیاسی مدبر والا سلسلہ مکمل نہیں کیا۔

اجنبی: کیا وہ جو سقراط ہمارے پاس تھا۔ لیکن میں نے اپنے آپ کو اور تمہیں بھی مطمئن کرنا ہے۔ میرے فیصلے کے مطابق کہ بادشاہ کا معاملہ ابھی تک مکمل نہیں ہوا۔ ان بت تراشی کے ماہروں کی طرح جو جلدی میں اپنے کام کو ضرورت سے زیادہ کر جاتے ہیں۔ ان کی کانٹ چھانٹ میں بھی۔ اسی طرح جلدی کے باعث اور کچھ اپنی پرانی غلطی کو بے نقاب کرنے کی شدید خواہش کے باعث وقت ضائع کر دیتے ہیں اور ہم نے یہ بھی فرض کیا تھا کہ بادشاہ کے لیے زیادہ تفصیل سے بیان کرنا ضروری ہے۔ ان وجوہات کی بنا پر ہم نے حیران کن قصہ گھڑا ہے اور ہم ضرورت سے زیادہ کا استعمال کر کے مشکور ہوئے ہیں۔ اس سے ہماری گفتگو طویل ہوگئی۔ تاہم کہانی اختتام پذیر نہیں ہوئی۔ ہماری بحث کا اس تصویر سے موازنہ کیا جا سکتا ہے جس کا خاکہ خوبصورتی سے تیار کیا گیا ہو لیکن ابھی اس نے زندگی نہ پائی ہو یا صفائی جو رنگوں کے ملاپ سے پیدا ہوتی ہے۔ اب ذہین افراد کے لیے ایک زندہ شخص کا خاکہ زبان سے بیان کردہ خاکہ سے بہتر ہوگا اور گفتگو کسی رنگوں کے فن یا کام کے فن سے، جو ایک پھسپھسا فن ہے۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔ لیکن نامکمل کیا ہے جو ابھی باقی ہے؟ میری خواہش ہے کہ آپ مجھے بتائیں گے۔

اجنبی: میرے عزیز دوست اعلیٰ خیالات کو مثالوں کا طریقہ کار اختیار کیے بغیر بمشکل بیان کیا جا سکتا ہے۔ ہر شخص خواب میں ہر چیز جانتا دکھائی دیتا ہے اور پھر جاگنے پر کچھ نہیں جانتا۔

نوجوان سقراط: آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟

اجنبی: مجھے خدشہ ہے کہ میں اپنے علم کے تجربے کے بارے میں سوال اٹھانے پر بدقسمت ٹھہرا ہوں۔

نوجوان سقراط: ایسا کیوں ہے؟

اجنبی: کیوں، اس لیے کہ میری ''مثال'' کی وضاحت کے لیے ایک اور مثال درکار ہے۔

نوجوان سقراط: آپ بات کو آگے بڑھائیں۔ آپ کو یہ ڈرنے کی ضرورت نہیں کہ میں تھک گیا ہوں۔

اجنبی: میں بات آگے بڑھاتا ہوں۔ یہ جانتے ہوئے کہ آپ اس قدر بات سننے کو تیار ہیں۔ ان بچوں کی طرح جو حروف سیکھنا شروع کرتے ہیں۔

نوجوان سقراط: آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

اجنبی: کہ وہ بہت سارے الفاظ کا مختصراً اور آسان الفاظ میں فرق کرتے ہیں۔ اور انھیں درست طور پر بتانے کے قابل ہوتے ہیں۔

نوجوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: جبکہ دوسرے حروف ہیں، وہ انھیں نہیں پہچانتے۔ اور ان کے بارے میں غلط طور پر سوچتے اور بات کرتے ہیں۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: کیا انھیں علم کی طرف لانے کا بہترین اور آسان طریقہ یہ نہیں کہ انھیں وہ کچھ علم دیا جائے جو ابھی انھیں معلوم نہیں۔

نوجوان سقراط: وہ کیا ہے؟

اجنبی: پہلے انھیں ان معاملات کا حوالہ دیا جائے جن کا وہ درست طور پر فیصلہ کرتے ہیں اور پھر ان کا موازنہ ان سے کیا جائے جنھیں وہ نہیں جانتے۔ اور یہ ظاہر کرنے کے لیے حروف وہی ہیں اور دونوں صورتوں میں ان کا کردار یکساں ہے۔ حتیٰ کہ وہ معاملات جن میں وہ درست ہیں ان سے جو خراب ہیں ان کا تقابلی جائزہ نہ لیا جائے۔ اس طرح ان کی مثالیں ہیں۔ اور انھیں ان میں سکھایا جاتا ہے کہ تمام الفاظ تمام صورتوں میں یکساں ہیں اور اسے ہمیشہ اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔

نوجوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: کیا مثالیں اس طرح قائم نہیں کی جاتیں؟ ہم ایک چیز لیتے ہیں اور پھر اس کا موازنہ کرتے ہیں، اسی چیز کے دوسرے پہلو سے۔ جس کے بارے میں ہمارا خیال درست ہوتا ہے۔ اس موازنے سے ایک درست خیال سامنے آتا ہے، جس میں وہ دونوں شامل ہوتے ہیں۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: کیا ہم حیران ہو سکتے ہیں کہ روح میں بھی حروف تہجی کے بارے میں اسی قسم کی غیر یقینی ہوتی ہے۔ یہ کبھی کچھ معاملات میں پوری طرح درست ہوتی ہے اور پھر دوبارہ، دوسرے معاملات میں مختلف۔ کسی نہ کسی طرح صحیح خیال کی حامل ہونے کی وجہ سے یہ درست ہوتی ہے۔ لیکن جب عناصر کو طویل اور مشکل زبان میں منتقل کر دیا جاتا ہے جو حقائق پر مبنی ہوتی ہے تو یہ دوبارہ اس سے ناواقف ہوتی ہے۔

نوجوان سقراط: اس میں کوئی چیز حیران کن نہیں۔

اجنبی: کیا میرے دوست کوئی شخص جس نے جھوٹ سے آغاز کیا ہوا ہو کیا وہ کبھی سچ کا معمولی سا حصہ یا عقل حاصل کرتا ہے؟

نوجوان سقراط: ایسا کرنا مشکل ہے۔

اجنبی: پھر میں اور آپ چھوٹے اور مخصوص واقعات میں فطرت کی مثالیں جاننے پر غلطی پر نہیں۔ اس کے بعد پھر چھوٹی چیزوں سے ہم شاہی جماعت کی طرف جانے کے خواہاں ہوتے ہیں جو کہ اس فطرت کی اعلیٰ ترین قسم ہے اور پھر اسے فن کے قانون سے دریافت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ شہروں کی انتظامیہ کیا ہے۔ تب خواب ہمارے لیے حقیقت بن جائے گا۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: تب ایک بار پھر، آئیں اپنی پہلی والی بحث کو دوبارہ شروع کریں۔ اور جیسا کہ شاہی خاندان کے بے شمار حریف تھے جو ریاستوں کی حفاظت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ آئیں ان سب کو چھوڑ دیں اور اسے اکیلا چھوڑ دیں۔ اور جیسا کہ میں کہہ رہا تھا کہ پہلے اس کی مثال قائم کرنا پڑے گی۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: اس میں کیا نمونہ ہے جو کہ چھوٹا ہے اور اب بھی اس کا سیاست کے پیشے کے لحاظ سے استدلال

ہے؟ سقراط فرض کریں اگر ہمارے پاس کوئی مثال نہیں۔ تو ہم بُننے کا انتخاب کرتے ہیں یا زیادہ واضح طور پر اُون بُننے کا، اور یہ ساری اُون بُننے سے قبل، ہمارا مقصد واضح کرنے کے لیے کافی ہوگا؟

نوجوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: ہم دھنے کے عمل میں بھی تقسیم در تقسیم کا سلسلہ کیوں نہ لاگو کریں۔ جو ہم پہلے ہی دوسری اقسام پر لاگو کر چکے ہیں۔ ایک بار پھر بحث کے تمام پہلوؤں کو جس قدر جلدی سے ہم دہراتے ہیں جب تک کہ ہم اپنے مقصد کو حاصل نہ کر لیں جو ہمارا مقصود ہے؟

نوجوان سقراط: آپ کا کیا مطلب ہے؟

اجنبی: میں حقیقی معنوں میں عمل کر کے اس کا جواب دوں گا۔

نوجوان سقراط: بہت خوب۔

اجنبی: تمام چیزیں جو ہم بناتے یا حاصل کرتے ہیں وہ یا تو تخلیقی ہیں یا انسدادی۔ انسدادی قسم میں تریاقی، آفاقی اور انسانی اور نیز دفاع شامل ہیں اور دفاع میں یا فوجی اسلحہ جات شامل ہیں یا تحفظات اور تحفظات پردے میں ہے اور نیز ڈھال ہے گرمی اور سردی کے مقابل اور سردی اور گرمی کے مقابل ڈھال آسرا اور ڈھانپنا (غلاف) ہے اور ڈھانپنے میں کمبل اور لباس شامل ہیں۔ ان میں کچھ کپڑے (لباس) ایک حصے پر مشتمل ہوتے ہیں۔ جبکہ دوسرے کئی حصوں کو ملا کر بنے ہوتے ہیں اور ان بعد والوں میں کچھ کی سلائی کی جاتی ہے اور کچھ جوڑے جاتے ہیں ان کی سلائی نہیں کی جاتی۔ اور جن کی سلائی نہیں کی جاتی، ان میں سے کچھ پودوں کے ریشے اور کچھ بالوں کے بنے ہوتے ہیں، ان میں مزید آ گئے، کچھ کو پانی اور مٹی سے پختہ جوڑا جاتا ہے اور دوسرے کو آپس میں مضبوطی سے باندھ دیا جاتا ہے اور یہ بعد میں جن کا ذکر کیا گیا جنھیں آپس میں سختی سے باندھ دیا جاتا ہے انھیں کپڑا کہا جاتا ہے اور اس فن کو کپڑا بنانے کا فن کہا جاتا ہے۔ ایسے ہی جیسے پہلے سیاسی مدبر کے فن کو ریاست سے ماخوذ کیا گیا تھا۔ اور شاید ہم یہ نہیں کہیں گے کہ بُننے کا فن یقیناً اس کا بڑا حصہ جو کپڑا بنانے سے متعلق تھا۔ یہ کپڑا بنانے کے فن سے صرف نام کے لحاظ سے مختلف تھا۔ اسی انداز میں جس طرح پچھلے معاملے میں شاہی سائنس سیاسی سائنس سے مختلف تھا۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: اگلے مرحلے میں آئیں اس بات پر غور کریں کہ کپڑا بنانے کا فن جو ایک نااہل آدمی بھی شاید بیان کر سکے گا۔ دوسرے کئی فنون سے علیحدہ کر دیا گیا ہے جس کا تعلق اسی خاندان سے ہے۔ لیکن ان کا تعلق باہمی فن سے نہیں۔

نوجوان سقراط: اور قرابت داری کے فنون کون سے ہیں؟

اجنبی: میں نے محسوس کیا ہے کہ میں آپ کو اپنے ساتھ نہیں لے جا سکا۔ اس لیے میرا خیال ہے کہ بہتر ہے ہم اختتام سے آغاز کرتے ہوئے واپس مڑ جائیں۔ ہم ابھی کپڑا بننے سے علیحدہ ہوئے ہیں۔ کمبل بنانے کا فن، جو ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ اس طرح کہ ایک کو نیچے ڈالا جاتا ہے تو دوسرے کو اردگرد اور یہ وہ فنون ہیں جن کو میں نے قرابت دار فنون کا نام دیا ہے۔

نوجوان سقراط: میں سمجھا۔

اجنبی: ہم نے تمام اشیا بنانے والوں کو ماخوذ کر دیا ہے۔ اور وہ جس کو ہم نے استعارے کے طور پر پودوں کا ریشہ (گودا) کہا۔ اور ہم نے سینے اور جوڑنے کے عمل کو بھی علیحدہ کر دیا ہے۔ جن میں سب سے اہم فن جوتے بنانے والے کا ہے۔

نوجوان سقراط: مختصراً ایسا ہی ہے۔

اجنبی: پھر ہم نے چمڑا کمانے والے کے فن کو علیحدہ کیا۔ جس نے پورے حصوں کا غلاف تیار کیا۔ اور چھت فراہم کرنے کا فن اور پانی رسنے سے روکنے کا فن جو کہ عمارتوں کی تعمیر میں استعمال ہوتا ہے، عام طور پر لکڑی کا کام اور دوسری دستکاریوں کے فن کو علیحدہ علیحدہ کیا۔ یہ سارے فنون تشدد اور چوری روکنے کا سبب ہیں اور ان کا واسطہ ڈبوں کو ڈھکن لگانا اور دروازے لگانا ہے۔ شمولیت کے فن کی تقسیم ہونے کی بنا پر یہ اہم ہیں۔ ہم نے اسلحہ بنانے والے کو بھی علیحدہ کر دیا جو کہ کئی طرح کے دفاع کے لیے بڑا شعبہ ہے۔ ہم نے بنیادی طور پر سارے جادو کے فن سے علیحدگی کر کے اس بحث کا آغاز کیا جو کہ تریاق سے متعلق ہے۔ اور اس فن کو چھوڑ دیا ہے جیسا کہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حقیقی فن جس کی ہم تلاش میں تھے ٹھٹھرتی سردی سے بچاؤ کا فن ہے جو کہ اُون سے بچاؤ کے فنون کو تشکیل دیتا ہے اور اس کا نام بُنائی ہے۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: ہاں میرے بیٹے۔لیکن یہی سب کچھ نہیں۔ پہلے مرحلے میں جس کے بارے میں عنوان زیر بحث ہے وہ بُنائی کے فن کی ضد ہے۔

نوجوان سقراط: ایسا کس طرح ہے؟

اجنبی: بُنائی ایک قسم کا جوڑنا ہے۔

نوجوان سقراط: جی ہاں۔

اجنبی: لیکن پہلا مرحلہ جمع کیے ہوئے ریشے کو علیحدہ کرنا ہے۔

نوجوان سقراط: آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟

اجنبی: میری مراد روئی دھننے والے کے فن سے ہے۔ کیونکہ ہم یہ کہہ نہیں سکتے کہ روئی دھننا، بُننا ہے۔ یا یہ کہ روئی دھننے والا بُنائی کرنے والا ہے۔

نوجوان سقراط: یقیناً نہیں۔

اجنبی: پھر اگر ایک شخص کہے کہ توڑنے مروڑنے اور سمیٹنے کا فن بُنائی کا فن ہے تو وہ کہے گا کہ وہ غلط اور افسانوی ہے۔

نوجوان سقراط: یقیناً وہ ہوگا۔

اجنبی: کیا ہم کہیں گے کہ تبدیل کرنے والے کا سارے فن کا کپڑے کی حفاظت سے کوئی سروکار نہیں، یا ہمیں اس کو کپڑا بُننے کے فن سے تعبیر کرنا ہے۔

نوجوان سقراط: یقیناً نہیں۔

اجنبی: پھر بھی یہ سارے فنون اس چیز کا اعادہ کرتے ہیں کہ وہ کپڑے کے برتاؤ اور اس کی پیداوار سے متعلق ہیں۔ جو بنائی کے استحقاق پر متنازعہ ہوں گے۔اور اس کے وسیع دائرہ کار، اب بھی اپنے لیے قابل قدر شعبے کے مستحق ہیں۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: اس کے علاوہ اور بھی فنون ہیں جو بُنائی کے لیے آلات تیار کرتے ہیں اور وہ اپنے کردار کو کپڑے کی بُنائی کرنے والے کے فن کا باہمی سبب قرار دیں گے۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: خوب۔فرض کریں کہ ہم کپڑے کی بنوائی کے فن کی تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ یہ اونی کپڑوں کی تیاری سے متعلق فن کو عظیم فن قرار دیں گے۔کیا ہم ایسا کرنے میں درست ہوں گے۔اور کیا تعریف بھی درست نہیں ہوگی۔مکمل طور پر اور صراحت کے ساتھ جو درکار تھی۔کیا دوسرے تمام فنون کے لیے انھیں پہلے واضح کرنا ضروری ہوگا۔

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: پھر اگلی چیز،ان کو علیحدہ کرنا ہوگا اس خیال سے کہ بحث مزید مطلوبہ انداز میں آگے بڑھ سکے گی؟

نوجوان سقراط: ضرور،ہر حال میں۔

اجنبی: آئیں غور کریں پہلے مرحلے میں کہ دو اقسام کے فنون ہیں جو ہر چیز میں شامل ہوتے ہیں جو ہم کرتے ہیں۔

نوجوان سقراط: وہ کیا ہیں؟

اجنبی: ایک قسم مشروط یا اشتراک کی ہے،جبکہ دوسری قسم اصولی سبب ہے۔

نوجوان سقراط: آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟

اجنبی: فن جو اصل چیز پیدا نہیں کرتا۔لیکن وہ بنانے والے کے لیے مطلوبہ آلات تیار کرتا ہے۔جن کے بغیر کئی طرح کے فنون جنم نہیں لے سکتے۔اسے ''اشتراک'' (Cooperative) کا فن کہا جائے گا اور وہ جواز خود چیز بناتے ہیں،انھیں ''سبب کا حامل'' (Causal) کہا جائے گا۔

نوجوان سقراط: یہ بڑا واضح فرق ہے۔

اجنبی: اس طرح دھرا بنانے یا کنگھی یا کپڑے بنانے والے آلات کو کیا کہا جاتا ہے اور وہ جواز خود بنتی ہیں انھی سبب کا حامل کہا جاتا ہے۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: کپڑے دھونے،سلائی کرنے اور دوسری تیاری کے فن جو سبب کے حامل ہونے والی قسم سے متعلق ہیں،وہ ایک بڑے فن کی تقسیم کا سبب بنتے ہیں۔ان سب کو ایک فن میں یکجا کیا جا سکے گا جسے ہم دھوبی کا فن کہتے ہیں۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: دھنائی اور دھاگے کا دھرے پر چلنا اور دوسرے تمام عوامل جو اونی کپڑے کی تیاری کے مراحل ہیں وہ ایک واحد فن سے متعلق ہیں جو پوری دنیا میں تسلیم کیا جاتا ہے اور وہ ہے اون کا کام کرنے کا فن۔

نوجوان سقراط: یقیناً ہوتا ہوگا۔

اجنبی: اون کے کام کی مزید دو قسمیں ہیں جو ایک ہی وقت میں دو فنون کا حصہ ہیں۔

نوجوان سقراط: ایسا کس طرح ممکن ہے؟

اجنبی: دھنائی اور کنگھی کرنے اور اون کے کام کے دوسرے مراحل جو جڑے ہوئے حصوں کو علیحدہ کرتے ہیں۔ چونکہ یہ دونوں ایک ساتھ ہونے والے مراحل ہیں اور دنیا میں تسلیم کیے گئے دو فنون میں سے ایک ہیں اس لیے اسے بنانے یا جوڑنے کا فن اور تقسیم کے فن کا نام دیا جا سکے گا۔

نوجوان سقراط: جی ہاں۔

اجنبی: وہ جس کا تعلق دھنائی سے اور دوسرے مراحل سے ہے جس کا ابھی ہم نے ذکر کیا، دھاگے اور اون کی تقسیم یا علیحدہ کرنے کا فن جو ایک طرف کنگھی اور دوسری طرف ہاتھ سے متاثر ہوتا ہے اس کو مختلف ناموں سے بیان کیا جاتا ہے جس کا میں نے ابھی ذکر کیا۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: دوبارہ آئیں اور اون کے کام کے فن کے ان عوامل کو لیں جو اسے بنانے کا حصہ بھی ہے اور ان عناصر کی تقسیم کو ختم کرنا ہے جو ہم یہاں پاتے ہیں۔ یہ دو آدھے حصوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایک بنانے اور دوسرا تقسیم کرنے کے اصول پر مبنی ہوتا ہے۔

نوجوان سقراط: اسے ہونے دیں۔

اجنبی: ایک بار پھر سقراط، ہمیں اس حصے کو تقسیم کرنا چاہیے کہ جو اون کے کام اور بنانے سے متعلق ہے۔ اگر ہمیں کبھی کپڑا بننے کے بارے میں اطمینان بخش طریقے سے دریافت کرنا ہے۔

نوجوان سقراط: ہمیں ضرور کرنا چاہیے۔

اجنبی: جی ہاں۔ یقیناً۔ اس فن کے ایک حصے کو دھاگے کو ٹیڑھا کرنے اور دوسرے کو اکٹھا کرنے کا نام دیں۔

نوجوان سقراط: میں آپ کی بات کو سمجھ گیا ہوں۔ ٹیڑھا کرنے سے آپ کا اشارہ تانی بنانے سے ہے۔

اجنبی: جی ہاں۔ اور اس سے اس کی سطح بھی مراد ہے۔ اگر ٹیڑھا کرنے سے نہیں تو پھر اس کی تیاری کیسے

ممکن ہے؟

نوجوان سقراط: اس کے لیے کوئی اور راستہ نہیں ہے۔

اجنبی: پھر فرض کریں کہ آپ تانی اور دھاگے کی لمبائی کی تعریف کرتے ہیں کیونکہ یہ خیالی ہے، یہ آپ کے لیے مفید ہوگی۔

نوجوان سقراط: میں ان کی تعریف کیسے کروں گا؟

اجنبی: جیسا کہ اون کا ایک صاف کیا گیا حصہ جسے لمبائی اور چوڑائی کے حساب سے کھنچاؤ دیا گیا ہو، اسے تناؤ دیا گیا کہا جائے گا۔

نوجوان سقراط: جی ہاں۔

اجنبی: اس طرح تیار کی گئی اون کو جب تکلے کے گرد لپیٹا جاتا ہے اور اسے سخت دھاگے کی شکل دی جاتی ہے تو اسے تانا کہا جاتا ہے اور اس فن کو تانے کا فن کہا جاتا ہے۔

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: اور وہ دھاگے جنھیں ڈھیلے رکھ کر گھمایا جاتا ہے وہ تانے کی اندرونی سطح کے مقابلے میں نسبتاً نرم ہوتے ہیں، اس طرح گھمائے جانے والے دھاگے کو دھاگے کی سطح کی تیاری اور اس فن کو دھاگے کی تیاری کا فن کہا جاتا ہے۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: اب کپڑے کی بنائی کے اس حصے، جس کی تعریف کرنا ہمارا مقصود ہے اس کی فطرت کے بارے میں ہم سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ جب تانے اور اون کی سطح کی تیاری کا سلسلہ مکمل ہوجائے تو اس سے بننے والی چیز کو اونی کپڑا کہا جاتا ہے اور اس فن کو کپڑے کی تیاری کا فن کہا جاتا ہے۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: لیکن ہم یہ فوراً کیوں نہیں کہہ دیتے کہ تانا اور کپڑے کی تیاری کا باہم اشتراک کپڑا بُننا ہے۔ اس کے لیے ہم طویل چکر کیوں بناتے ہیں۔

نوجوان سقراط: اجنبی۔ میرا خیال ہے جو کچھ کہا گیا ہے اس میں کوئی چیز بھی بے سود نہیں۔

اجنبی: ایسا ہی ہوگا۔لیکن شاید آپ ہمیشہ یہ خیال نہیں کریں گے۔اسی لیے میرے پیارے دوست۔اور اگر کسی صورت آپ کے ذہن میں عدم اعتماد پیدا ہو، جس کا بہت حد تک امکان موجود ہے تو مجھے اس کے لیے ایک اصول وضع کرنے دیں۔ جو عموی بحث میں قابل عمل ہوگا۔

نوجوان سقراط: آپ بات کو آگے بڑھائیں۔

اجنبی: آئیں آغاز اچھائیوں اور خرابیوں کی ساری فطرت پر غور کرنے سے کریں۔ پھر ہمارے پاس ضرورت سے زیادہ طوالت یا اختصار سے بحث کرنے کے بارے میں اعتراض کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہوگا۔

نوجوان سقراط: آئیں ایسا کریں۔

اجنبی: جن نکات کے بارے میں ہم نے غور کرنا ہے، میرے خیال میں وہ درج ذیل ہیں۔

نوجوان سقراط: کیا؟

اجنبی: پیائش کے فن کو دو حصوں میں تقسیم کرنا پڑے گا۔ ہمارے موجودہ مقصد کی تکمیل کے لیے۔

نوجوان سقراط: آپ تقسیم کہاں سے کریں گے۔

اجنبی: اس طرح میں دو حصوں میں اسے تقسیم کروں گا کہ ایک حصے کا ایک دوسرے سے مقابلتاً چھوٹے یا بڑے ہونے کا سلسلہ ہوگا جبکہ دوسرا وہ جس کے بعد پیداوار کا وجود آنا ناممکن ہے۔

نوجوان سقراط: آپ کی اس سے کیا مراد ہے؟

اجنبی: کیا آپ خیال نہیں کرتے کہ بڑے کو بڑا کہنا اور چھوٹے کو چھوٹا کہنا اس کی نسبت کے لحاظ سے ضروری ہے۔

نوجوان سقراط: جی ہاں۔

اجنبی: خوب۔کیا کوئی چیز بڑھ نہیں رہی اور وہ بھی بڑھ رہی ہے وسائل کے اصول کے تحت۔ دونوں عمل اور زبان کے لحاظ سے اور کیا یہ ایک حقیقت اور اچھے برے میں تمیز کا بڑا نشان نہیں۔

نوجوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: اگر ہم فرض کرتے ہی کہ بڑے کا وجود چھوٹے کی نسبت سے ہے تو پھر کسی صورت وسائل سے کوئی موازنہ نہیں ہوگا۔

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: کیا یہ نظریہ تمام فنون اور ان کی تخلیق کی تباہی نہیں ہوگا۔ کیا سیاسی مدبر اور کپڑے کی بنائی کرنے والے کے فن جس کا پہلے ذکر ہوا، اس سے ختم نہیں ہو جائے گا، کیونکہ یہ سارے فنون کمی اور زیادتی کی بنیاد پر وجود میں ہیں۔ غیر حقائق کے منافی نہیں بلکہ حقیقی برائیوں کے طور پر بھی۔ جس سے فعل میں مشکل پیدا ہوتی ہے اور ہر فن کی خوبصورتی کی معراج اس کی پیائش کے اظہار سے ہے۔

نوجوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: لیکن اگر سیاسی مدبر کی سائنس غائب ہو جائے تو شاہی سائنس کی تلاش ناممکن ہوگی۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: تب سوفسطائی کے معاملے میں ہم نے اخذ کیا کہ نہ ہونے کا وجود تھا۔ کیونکہ یہ وہ نکتہ تھا جہاں ہماری بحث کے بارے میں شک وشبہات نے جنم لیا ہے اس لیے ہمیں یہ واضح کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے کہ بڑے یا چھوٹے کی ایک دوسرے کی نسبت نہ صرف پیائش ہوگی بلکہ انھیں پیداواری وسائل کے بارے میں واضح کرنا ہوگا۔ کیونکہ اگر اسے تسلیم نہ کیا گیا تو سیاسی مدبر یا اور کوئی اور اپنے آقا کی سائنس کے بارے میں بات نہیں کر سکے گا۔

نوجوان سقراط: پھر ہمیں وہ کچھ دوبارہ کرنا چاہیے جو ہم نے پہلے کیا۔

اجنبی: لیکن سقراط یہ کام دوسرے سے بڑا کام ہے جس کے بارے میں ہمیں لمبائی یاد ہے۔ میرا خیال ہے تاہم ہم شاید اس قسم کی کوئی چیز واضح طور پر سوچ سکیں۔

نوجوان سقراط: کیا؟

اجنبی: یہ کہ ہمیں کسی دن اس خیال کا مکمل سچ کے ہمراہ اظہار کرنا پڑے گا۔ دریں اثنا یہ کہ فنون کا وجود ہونا چاہیے اس بحث کا انحصار کم یا زیادہ کی پیائش ہے۔ نہ کہ ایک دوسرے سے بلکہ وسیلہ کے حصول سے بھی ہے۔ اس سے اس نظریہ کا ٹھوس ثبوت ملتا ہے۔ جس کا ہم اعادہ کر رہے ہیں۔ وہ یہ کہ اگر فنون ہیں، تو پھر پیائش کا ایک معیار بھی ہے اور اگر معیار ہے تو فنون بھی ہیں۔ لیکن اگر ان میں سے کوئی بھی مطلوب ہو تو ان میں سے کسی کا بھی وجود نہیں۔

نوجوان سقراط: درست۔ اور اگلا مرحلہ کیا ہے؟

اجنبی: اس کے بعد اگلا مرحلہ ظاہر ہے فنون کی پیمایش کو دو حصوں میں تقسیم کرنا ہے جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں۔ تمام فنون کو یکجا کرنے کے لیے جن سے لمبائی، چوڑائی، گہرائی اور تیزی کی اپنے متضادات سے پیمایش کی جاتی ہے اور دوسرے حصے جس میں ان کی پیمایش اوسط، صحیح، بروقت اور مناسب انداز سے کی جاتی ہے یا مختصراً ان الفاظ سے جو اوسط یا معیار فراہم کرتے ہیں وہ آخری حدود سے ہٹائے جاتے ہیں۔

نوجوان سقراط: اس کی دو واضح تقسیم ہیں جن کا تعلق سرے سے مختلف شعبوں سے ہے۔

اجنبی: سقراط۔ ایسے بہت سارے لوگ ہیں۔ جنھیں خود عقلمندی سے بات کرنے کا یقین ہوتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ پیمایش کا فن کائناتی ہے اور ان کا تعلق تمام چیزوں سے ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اب کہہ رہے ہیں کہ وہ تمام اشیا جو فن کے دائرۂ کار میں آتی ہیں وہ یقیناً کسی نہ کسی طرح پیمایش میں شریک ہیں۔ لیکن یہ لوگ چونکہ چیزوں کی اصل شکل میں تمیز کرنے سے واقف نہیں ہوتے، اس لیے وہ دو مختلف چیزوں کو یکجا کر دیتے ہیں۔ ایک دوسرے سے تعلق اور معیار کے لحاظ سے، اس خیال سے کہ وہ ایک ہیں، وہ اپنی گفتگو کے دوران بھی مختلف چیزوں کی تقسیم کے لحاظ سے غلطی کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔ جبکہ درست طریقہ یہ ہے کہ اگر ایک آدمی نے پہلے چیزوں کا ملاپ دیکھا ہے تو وہ اس بارے میں سوال پر اظہار کرتا چلا جائے، اس وقت تک جب تک کہ اسے اس حوالے سے تضاد کا سامنا نہ کرنا پڑے جو مختلف اقسام کا سبب ہے۔ نہ ہی وہ اطمینان سے اس بات پر رکے جب تک وہ سامنے آنے والی مشکلات کو سمجھ نہ پائے کہ ان میں یکسانیت اور ایک قسم کی حقیقت کے حوالے سے کیا نسبت ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم نے اس بارے میں کافی کہہ دیا ہے۔ اس کے علاوہ اچھائی اور برائی کے بارے میں بھی ہم نے اب صرف یہ بات ذہن نشین کرنی ہے کہ فن کی پیمایش کی دو طرح کی تقسیم دریافت ہوئی ہے۔ یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ یہ دو طرح کی تقسیم کیا ہے؟

نوجوان سقراط: ہم نہیں بھولیں گے۔

اجنبی: اور اب یہ کہ یہ بحث مکمل ہوگئی ہے۔ آئیں ایک اور سوال کے بارے میں غور کریں۔ جو اس بحث سے متعلق ہی نہیں بلکہ اس طرح کی عمومی بحث سے متعلق بھی ہے۔

نوجوان سقراط: یہ نیا سوال کیا ہے؟

اجنبی: ایک بچے کا معاملہ لے لیں۔ جو اپنے حروف سیکھنے میں مصروف ہے۔ جب اس سے پوچھا جاتا ہے کہ کون سے حروف سے مل کر لفظ بنتا ہے۔ کیا ہمیں کہنا چاہیے کہ یہ سوال اس کی اس لفظ کے بارے میں گرائمر کی اصلاح کرنے کے لیے پوچھا گیا ہے، یا تمام الفاظ کی اصلاح کے لیے۔

نوجوان سقراط: صاف ظاہر ہے تمام الفاظ کی اصلاح کے لیے۔

اجنبی: اور ہمارے سیاسی مدبر کے بارے میں سوال کا مقصد سیاست کے بارے میں ہمارے علم میں اضافہ کرنا ہے یا عمومی سوچ کی قوت کو بڑھانا ہے۔

نوجوان سقراط: صاف ظاہر ہے گزشتہ سوال کی طرح اس کا مقصد بھی عمومی ہے۔

اجنبی: کوئی ہوش مند آدمی کپڑا بننے کے خیال کے بارے میں تجزیہ محض اس کے لیے کم ہی کرے گا۔ لیکن لوگ یہ بھولتے دکھائی دیتے ہیں کہ کچھ چیزوں کے عکس واضح ہوتے ہیں جو پہلے ہی معلوم ہوتے ہیں اوران کا ذکر آسانی سے کیا جاسکتا ہے۔ جب کوئی ان کے بارے میں سوال کرنے والے کا جواب دینا مقصود ہوتو وہ بغیر کسی مشکل کے دیا جاسکتا ہے۔ جبکہ اعلیٰ ترین سچ آدمی کو دکھائی دینے والا نہیں جس کے بارے میں اگر کوئی سوال پوچھنے والے کو مطمئن کرنا چاہے تو وہ آنکھوں کی حس اپنا سکتا ہے۔ اس لیے ہمیں ایک دانشمندانہ بات کرنے اوراس کا دانشمندانہ جواب دینے کی تربیت دینی چاہیے۔ غیر مادی اشیا جو عظیم ہیں وہ صرف خیالات وافکار میں ظاہر کی جاتی ہیں اس کے علاوہ ان کے اظہار کا کوئی طریقہ نہیں۔ اوراب جو ہم کہہ رہے ہیں وہ ایسے ہی خیالات کے تحفظ کے لیے ہے۔ مزید براں، چھوٹے معاملات کو بڑے معاملات کے مقابلے میں ذہن میں لانے پر ہمیشہ کم مشکل پیش آتی ہے۔

نوجوان سقراط: بہت خوب۔

اجنبی: آئیں اس خیال کو ذہن میں لائیں۔

نوجوان سقراط: یہ کیا ہے؟

اجنبی: میں اکتاہٹ کے تاثر کو زائل کرنا چاہتا ہوں جس کا شاید ہم نے کپڑے کی بنائی کی بحث کے دوران.. یا کائنات کی واپسی کی بحث کے دوران تجربہ کیا ہوگا۔ اسی طرح سوفسطائی، یا ہونے یا نہ ہونے کی بحث کے دوران تجربہ کیا ہوگا۔ میں جانتا ہوں کہ انھیں طویل محسوس کیا گیا تھا۔ میں اس

سے اجتناب کرتا ہوں اس خوف سے کہ ایسا کرنا نہ صرف اکتاہٹ کا باعث ہوگا بلکہ برمحل بھی نہ ہوگا۔ جو کچھ اب میں نے کہا اس کا مقصد مستقبل میں اس طرح کی غیر متعلقہ صورت حال کو دوبارہ پیش آنے سے روکنا ہے۔

نوجوان سقراط: بہت خوب۔ کیا آپ بات کو آگے بڑھائیں گے؟

اجنبی: تب میں کہنا چاہوں گا کہ مجھے اور آپ کو اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ اب تک جو کچھ کہا جا چکا ہے مباحثوں کی طوالت یا اختصار کی تعریف کی جائے گی یا الزام دیا جائے گا۔ ان کا ایک دوسرے سے موازنہ کرکے نہیں بلکہ اس سے جو اس کے لیے موزوں ہو۔ پیمائش کا حصہ ہونے کی بنا پر، جس کے بارے میں ہم نے کہا کہ اسے ذہن میں رکھا جائے گا۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: اب بھی ہر چیز کا فیصلہ اس خیال سے نہیں کیا جائے گا کہ کون سی چیز موزوں ہے، کیونکہ ہمیں صرف اس حد تک طوالت میں جانا چاہیے جس حد تک وہ سکون کا باعث ہو۔ اگر دوسرے کے معاملے کے طور پر کہ ہمیں کس سوال بارے میں تیزی اور آسانی سے اطمینان کا باعث ہونا چاہیے۔ یہ ہمارا پہلا نہیں دوسرا مقصد ہے۔ پہلا مقصد ان اشیا کی تقسیم ہے اور یہ کہ کیا بحث مختصر ہونی چاہیے یا طویل یہ اصل نکتہ نہیں ہے کوئی جارحانہ اقدام لمبا نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن طویل یا مختصر مختلف طریقہ سے لاگو کیے جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے کہ ادیب کی حس کو تیز کرنے کے لیے کون سا سلسلہ موزوں ہے۔ اس بات کا تعلق اس سے ہوگا جو ایسے مواقع پر گفتگو کے دورانیہ کو سنسر کرتا ہے۔ وہ نہ تو بہت جلدی میں ہونا چاہیے اور نہ ہی اکتاہٹ کا سبب بننے والی غیر موزوں طوالت کا باعث۔ بلکہ اسے ثابت کرنا چاہیے کہ اگر وہ مختصر ہوتے تو وہ انھیں جنھوں نے بحث میں حصہ لیا زیادہ بہتر علم الکلام کے ماہر ظاہر کرتے۔ اور چیزوں کے بارے میں سچ بیان کرنے والے، کسی دوسری چیز کی تعریف یا الزام کے بارے میں انھیں اپنے آپ کو تکلیف دینے کی ضرورت نہیں۔ اسے ایسے ظاہر کرنا چاہیے کہ خود کو سنا ہی نہیں۔ لیکن ہمارے پاس اس حوالے سے کافی جواز تھا اور آپ میرے ساتھ غالباً اس خیال سے اتفاق کریں گے۔ آئیں اور واپس سیاسی مدبر کی بحث کی طرف چلیں اور اس معاملے میں کپڑے کی بنائی کی مثال لاگو کریں۔

نوجوان سقراط: بہت خوب۔ آئیں ایسا ہی کریں جیسا کہ آپ کہتے ہیں۔

اجنبی: بادشاہ کے فن کو گڈریے کے فن سے علیحدہ کر دیا گیا ہے اور درحقیقت ان تمام فنون سے جو مجمع یا غول سے متعلق ہیں۔ تاہم ابھی تک علت اور اشتراکی (باہمی) فنون وہ ہیں جن کا براہ راست واسطہ ریاست سے ہے اور ان کا پہلے ایک دوسرے سے فرق ظاہر کرنا چاہیے۔

نوجوان سقراط: بہت خوب۔

اجنبی: آپ جانتے ہیں کہ ان فنون کو بآسانی دو برابر حصوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس کی وجہ بڑی واضح ہوگی جیسے ہم بات کو آگے بڑھائیں گے۔

نوجوان سقراط: تب بہتر ہوگا کہ ہم ایسا کریں۔

اجنبی: ہمیں انھیں شکار کی طرح ارکان یا حصوں میں ضرور تقسیم کرنا چاہیے کیونکہ ہم ان کو دو حصوں میں تقسیم نہیں کر سکتے۔ ہمیں ہر چیز اتنے حصوں میں تقسیم کرنی چاہیے جتنے حصوں میں تقسیم ممکن ہو۔

نوجوان سقراط: اس معاملے میں کیا کیا جائے گا؟

اجنبی: ہم نے کپڑے کی بنائی کی مثال میں کیا کیا۔ تمام فنون جو آلات سے آراستہ ہوں، ان فنون کو ہم نے باہمی فنون کا نام دیا تھا۔

نوجوان سقراط: جی ہاں۔

اجنبی: اس لیے اب اور مزید وجوہات کی بنا پر وہ تمام فنون جو کسی ریاست میں نافذ ہوتے ہیں، تھوڑے یا زیادہ، ہم انھیں باہمی فنون کا نام دیں گے۔ کیونکہ ان کے بغیر نہ تو ریاست، نہ ہی تدبر ممکن نہیں۔ اب ہم ان میں سے کسی ایک فن کے بارے میں یہ کہنے کو تیار نہیں کہ ان فنون میں کوئی ایک فن بھی بادشاہی فن کی پیداوار ہے۔

نوجوان سقراط: نہیں درحقیقت۔

اجنبی: ایک قسم کو دوسری سے علیحدہ کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ کیونکہ یہ کہنے میں ظاہرداری ہے کہ دنیا میں کوئی چیز کچھ کرنے کا ذریعہ ہے۔ لیکن کسی شہر میں ایک اور قسم بھی ہے۔ جس کے بارے میں میں نے کچھ کہنا ہے۔

نوجوان سقراط: آپ کی مراد کس قسم سے ہے؟

اجنبی: ایک قسم جس کے بارے میں کہا جائے گا کہ اس میں یہ قوت موجود نہیں۔ یہ کہنا چاہیے کہ ایک آلہ کی طرح نہیں۔ جس کو پیداوار کے لیے بنایا گیا ہو۔ بلکہ اس چیز کے تحفظ کے لیے بنایا گیا ہو جو کہ پیدا کی گئی ہو۔

نوجوان سقراط: آپ کس کا حوالہ دے رہے ہیں؟

اجنبی: برتنوں کی قسم کے بارے میں جیسا کہ انھیں جامع نام دیا گیا ہے، جو کہ نمدار اور خشک چیزوں کو محفوظ رکھنے کے لیے بنائے جاتے ہیں اور جو آگ سے اور اس کے علاوہ دوسری چیزوں سے تیار کیے جاتے ہیں۔ یہ بڑی وسیع قسم ہے اور اگر میں نے غلطی نہ کی ہو تو اس کا شاہی فن سے کوئی بھی سروکار نہیں، جس کے ہم متلاشی ہیں۔

نوجوان سقراط: یقیناً نہیں۔

اجنبی: ایک اور تیسری قسم املاک کی بھی ہے۔ جس کو ان دونوں سے علیحدہ سمجھا جانا چاہیے۔ یہ قسم بہت وسیع و عریض ہے۔ زمین یا پانی پر حرکت یا سکون کی حالت میں، یا توقیر اور بے توقیر دونوں صورتوں میں۔ اس ساری قسم کا ایک نام ہے۔ کیونکہ اس سے بیٹھنے کی نیت ہوتی ہے۔ اس لیے یہ ہمیشہ کسی چیز کے لیے نشست ہوتی ہے۔

نوجوان سقراط: یہ کیا ہے؟

اجنبی: ایک گاڑی جو کہ یقیناً سیاسی مدبر کا کام نہیں، بلکہ بڑھئی، تانبا تیار کرنے اور برتن بنانے والے کا کام ہے۔

نوجوان سقراط: میں سمجھتا ہوں۔

اجنبی: کیا یہ ایک چوتھی قسم نہیں جو پھر ان سے مختلف ہے۔ جس میں پہلے بیان کی گئی بہت ساری چیزیں بھی شامل ہیں۔ ہر قسم کے لباس بہت ساری اقسام کے ہتھیار، پتھروں کے، یا مٹی کی دیواریں یا بند، وہ سارے جو دفاعی نقطہ نظر کے تحت بنائے جاتے ہیں۔ ان کو درست طور پر دفاع کہا جائے گا۔ یا زیادہ تر حصے کو سیاسی مدبر کی بجائے تعمیر کرنے والے یا کپڑا بننے کا نام دیا جائے گا۔

نوجوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: کیا ہم پانچویں قسم تصنع اور ڈرائنگ کا اضافہ کریں گے اور اس نقل کا جو ڈرائنگ اور موسیقی سے پیدا ہوتی

ہے جو صرف تفریح کی غرض سے بنائی گئی ہیں۔اور شاید ان کو ایک نام کے تحت واضح کیا جائے گا۔

نوجوان سقراط: وہ نام کیا ہے؟

اجنبی: اس کا نام کھیلنے کی چیز ہے۔

نوجوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: ان سب کے لیے شاید سب سے زیادہ موزوں یہ نام ہوگا کیونکہ ان میں سے کوئی چیز بھی سنجیدہ مقصد کی حامل نہیں۔ان کا سارا مقصد تفریح ہے۔

نوجوان سقراط: میں دوبارہ اسے سمجھتا ہوں۔

اجنبی: پھر ایک قسم ہے جو ان سب کے لیے مواد مہیا کرتی ہے۔جن میں جیسا کہ پہلے کہا گیا فنون اپنا کام جاری رکھتے ہیں۔یہ کئی مقاصد کی حامل قسم جو کہ کئی دوسرے فنون کی پیداوار ہے،اس کو میں چھٹی قسم کا نام نہیں دوں گا۔

نوجوان سقراط: آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟

اجنبی: میں سونا چاندی اور دوسری دھاتوں کا حوالہ دے رہا ہوں اور لکڑی اور کپڑے کی کٹائی جو لکڑی کے فن اور چنائی کے لیے ہر قسم کے مواد کا ذریعہ ہے۔پودوں کی جھلی اتارنے کا عمل ہے۔اور چمڑا اتارنے والے کا فن جو جانوروں کا چمڑا اتارتے ہیں اور اس طرح کے دوسرے فنون جن سے ڈاٹ، رسے وغیرہ بُنتے ہیں اور دوسری کئی چیزیں جو سادہ قسم کی ہوں، بنتی ہیں۔اس ساری قسم کو ابتدائی کہا جاتا ہے اور آدمی کی سادہ ملکیت، اس سے شاہی سائنس کا کوئی سروکار نہیں۔

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: خوراک کی اقسام کا ذخیرہ اور دوسری تمام چیزیں جو انسانی جسم کے حصوں میں ضم ہوتی ہیں اور جسم کے مشیر سے یہ باہم مل کر ساتویں قسم تشکیل دیں گی۔ جسے نشوونما کا عمومی طور پر نام دیا جائے گا۔ جب تک آپ اس سے بہتر نام پیش نہ کرسکیں۔اس کا واسطہ بہرحال کسان، شکاری، تربیت دینے والے، طبیب، باورچی سے ہے سیاسی مدبر سے نہیں۔

نوجوان سقراط: یقیناً نہیں۔

اجنبی: ان سات اقسام میں جائیداد کی ہر چیز تقریباً شامل ہے۔سدھائے ہوئے جانوروں کے علاوہ غور

کریں۔ پہلے ابتدائی مواد تھا جس کا پہلے نام دیا جانا چاہیے تھا۔ اس کے بعد آلات، برتنوں، گاڑیوں، دفاع، کھیلنے کی اشیا، نشو و نما، اور پھر چھوٹی چیزوں کی باری آتی ہے۔ جنھیں ان میں سے ایک نام سے ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ مثال کے طور پر سکے، مہریں اور ٹھپے ان میں شامل نہیں۔ ان میں وہ خصوصیات شامل نہیں جو ان بڑی اقسام میں ہیں۔ لیکن ان میں کچھ شاید ہوں گی۔ ان میں سے کچھ کو زیورات میں شامل کیا جائے گا۔ اور دوسروں کو نفوذ کی قسم میں شامل کیا جائے گا۔ غول کا فن جس کو پہلے ہی حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس میں سوائے غلاموں کے تمام سدھائے ہوئے جانور شامل ہوں گے۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: اب صرف غلاموں اور مشیروں کی قسم باقی رہ گئی ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ ان میں ہمیں تخت کے حقیقی امیدوار جو کہ بادشاہ کے اصل حریف ہیں، ان کے بارے میں جاننے میں مدد ملے گی۔ ایسے ہی جیسے تکلا چلانے والا، کپڑا صاف کرنے والا کپڑا بنانے والے کے حریف تھے۔ دوسرے سب سے جن کو معاون پیشہ ور کہا جائے گا، اس بحث میں نجات حاصل کر لی گئی ہے اور انھیں شاہی اور سیاسی سائنس سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔

نوجوان سقراط: میں اتفاق کرتا ہوں۔

اجنبی: آئیں اس معاملے میں مزید قریب تر چلیں۔ اس خیال سے کہ شاید باقی ماندہ قسم میں زیادہ مشکل سے دوچار ہوں۔

نوجوان سقراط: آئیں ایسا کریں۔

اجنبی: ہم موجودہ نقطۂ نظر سے یہ جانیں گے کہ غلام ان کی مکمل طور پر ضد ہے جن کے بارے میں ہم نے پیش بندی کر دی ہے۔

نوجوان سقراط: وہ کون ہیں؟

اجنبی: جنھیں خریدا گیا ہے اور اس طرح ملکیت بن گئے ہیں۔ وہ بلاشبہ غلام ہیں اور وہ یقیناً شاہی سائنس کے دعویدار نہیں۔

نوجوان سقراط: یقیناً نہیں۔

اجنبی: آزاد شہری جو اپنے عہد سے دوسروں کے غلام بن جاتے ہیں، ایک ریاست میں اور وہ کسان یا اس طرح کے دوسرے فنون کا متبادل ہیں۔ کچھ تجارت کرتے ہیں، دوسرے زمینی یا ہوائی راستوں سے ایک شہر سے دوسرے شہر میں جاتے ہیں اور رقم کے بدلے رقم یا دوسری اجناس دیتے ہیں۔ پیسے کا کاروبار کرنے والے سوداگر، جہازوں کے مالکان، پرچون فروش سیاست یا بادشاہت ملکی معاملات کے دعویدار نہیں ہیں۔

نوجوان سقراط: نہیں۔ جب تک تجارت سے متعلق سیاسی معاملہ نہ ہو۔

اجنبی: لیکن یقیناً آدمی جو مزدور بیگاری کا کردار ادا کرتے ہیں اور کسی چیز کے ہاتھ میں آنے پر خوش ہوتے ہیں وہ شاہی سائنس میں حصہ دار ہونے کی پیش گوئی نہیں کرتے۔

نوجوان سقراط: یقیناً نہیں۔

اجنبی: لیکن آپ سرکاری خدمات سرانجام دینے والوں کے بارے میں کیا کہیں گے؟

نوجوان سقراط: وہ کون ہیں۔ اور وہ کیا خدمات سرانجام دیتے ہیں؟

اجنبی: وہ گڈریے ہیں اور اپنی خدمات میں پورے ماہر ہوتے ہیں، اور دوسروں کو حکومتی معاملات میں طاق کرتے ہیں۔ ہمیں انھیں کیا کہنا چاہیے؟

نوجوان سقراط: وہ سرکاری ملازم ہیں اور حکمرانوں کے ملازم۔ جیسا کہ آپ نے ابھی انھیں کہا۔ لیکن یہ از خود حکمران نہیں ہوتے۔

اجنبی: یہ عجیب بات ہوگی اگر کوئی ملازم اپنے آپ کو حکمران ہونا ظاہر کرے اور پھر بھی میں خیال نہیں کرتا کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں جب میں نے سوچا کہ سیاسی سائنس کا دعویدار کہیں اس کے نزدیک دریافت ہوگا۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: خوب۔ آئیں معاملے کے مزید قریب آجائیں اور ان کے دعویٰ کو آزمانے کی کوشش کریں جو ابھی تک نہیں آزمائے گئے۔ سب سے پہلے خدائی خوبیوں والوں کے بارے میں جو وزارتی سائنس کے کچھ حصہ پر مامور ہیں اور ان کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ زمین پر آدمیوں کے لیے دیوتاؤں کے مترجم ہیں۔

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: ایک پادریوں سے متعلق قسم ہے جو جیسا کہ قانون وضع کرتا ہے وہ خدا کو آدمیوں کے تحفے کیسے پیش کر سکتے ہیں قربانیوں کی صورت میں، جو انھیں قابل قبول ہیں اور ہمارے لیے ان سے نعمتوں کی دعا کرتے ہیں۔ یہ اب دونوں وزارتی اور غلامانہ اقسام ہیں۔

نوجوان سقراط: جی ہاں۔ صاف ظاہر ہے۔

اجنبی: میں سوچتا ہوں کہ اب ہم درست راہ پر چل رہے ہیں کیونکہ پادری اور اولیائے کرام فخر اور استحقاق کے حامل ہوتے ہیں اور اپنے کارناموں سے اپنا ایک شان و شوکت والا تاثر پیدا کرتے ہیں۔ مصر میں بادشاہ اس وقت تک حکومت کرنے کا اہل نہیں ہوتا جب تک اس میں نیک لوگوں کی سی خوبیاں نہ ہوں اور اگر اس نے اپنے آپ کو حکمرانوں کے دائرے میں داخل کر لیا ہو تو سب سے پہلے اسے اپنے آپ کو اولیائے کرام کے درجے میں داخل کرانا لازم ہے۔ ہیلاز کے کئی حصوں میں سب سے زیادہ متبرک رسومات کی ادائیگی کی ذمہ داری حکمرانوں پر عائد کی جاتی ہے۔ اور یہاں ایتھنز میں قدیم قومی قربانی اور متبرک ترین فریضے کے بارے میں فرض کیا جاتا ہے کہ یہ وہ شخص ادا کرے گا جس کو آرکون (Archon) بادشاہ منتخب کرے گا۔

نوجوان سقراط: مختصراً۔

اجنبی: لیکن یہ بادشاہ اور پیشوا (پادری) کون ہیں جنھیں لوگوں کی ایک بڑی تعداد منتخب کرتی ہے جو پہلے والے لوگوں کی جگہ لیتے ہیں اور اس طرح منظر تبدیل ہو جاتا ہے۔

نوجوان سقراط: آپ کی اس سے کون لوگ مراد لیں؟

اجنبی: وہ عجیب ٹولہ ہے۔

نوجوان سقراط: عجیب کیوں؟

اجنبی: ایک منٹ پہلے میں نے سوچا کہ وہ ہر قبیلے کے جانور ہیں کیونکہ ان میں سے بہت سارے شیر اور سور کی طرح ہیں اور بہت سارے انسان نما گھوڑے اور ایسی ہی کمزور مخلوق تھے۔ ان کی شکلیں تیزی سے ایک دوسرے میں بدلنے کی وجہ سے نئی اقسام اور فطرتیں سامنے آتی ہیں۔ اب سقراط میں نے یہ جاننا شروع کر دیا ہے کہ وہ کون ہیں؟

نوجوان سقراط: وہ کون ہیں۔آپ کسی عجیب چیز پر غور کرتے دکھائی دیتے ہیں؟

اجنبی: جی ہاں۔ ہر کوئی عجیب دکھائی دیتا ہے۔ جب آپ اسے نہیں دیکھتے۔ میں ابھی اس غلطی کا ارتکاب کر چکا ہوں۔ پہلی نظر میں جب میں نے اچانک دیکھا تو میں نے سیاستدان اور اس کے گروہ کو نہیں پہچانا۔

نوجوان سقراط: وہ کون ہے؟

اجنبی: سوفسطائیوں کا سربراہ اور ایک مکمل جادوگر۔ ہمیں اس کو ہر قیمت پر سچے بادشاہ یا سیاسی مدبر سے علیحدہ کرنا چاہیے۔ اگر ہم نے موجودہ سوال کا واضح طور پر جواب حاصل کرنا ہے۔

نوجوان سقراط: یہ ایک حقیقت ہے جس سے بآسانی دستبردار نہیں ہوا جاسکے گا۔

اجنبی: کبھی نہیں۔ اگر میں اس کی مدد کرسکتا ہوں۔ اور پہلے مجھے آپ سے یہ سوال پوچھنے دیں۔

نوجوان سقراط: کیا؟

اجنبی: کیا بادشاہت حکومت کی ایک جانی پہچانی قسم نہیں ہے؟

نوجوان سقراط: جی ہاں۔

اجنبی: بادشاہت کے بعد، چند ایک افراد کی حکومت کی باری آتی ہے؟

نوجوان سقراط: بالکل۔

اجنبی: کیا حکومت کی تیسری قسم اکثریت کی حکومت کا طریقہ نہیں ہے۔ جسے جمہوریت کا نام دیا گیا ہے؟

نوجوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: یہ حکومت کی یہ تین اقسام پانچ میں تبدیل نہیں ہوتیں۔ دو نئے نام پیدا کرنے کی بنا پر؟

نوجوان سقراط: وہ کون سی ہیں؟

اجنبی: رضا کارانہ اور غیر رضا کارانہ کا، غربت، امارت، قانون اور اس کی عدم موجودگی کا ایک جانچ پڑتال کا طریقہ ہے۔ جسے آج کل لوگ خود پر لاگو کرتے ہیں۔ پہلی دو رضا کارانہ اور غیر رضا کارانہ کو وہ اس طرح مزید تقسیم کرتے ہیں اور شہنشاہیت کو دو اقسام میں بیان کرتے ہیں اور ان کو اسی حوالے سے دو نام دیے جاتے ہیں جن میں ایک سے شاہی اور دوسرا آمریت ہے۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: چند ایک کی حکومت کو وہ امرا اور اعلیٰ افراد کی حکومت کے نام سے پکارتے ہیں۔

نوجوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: تنہا جمہوریت۔ خواہ قانون پر سختی سے کاربند ہو یا نہ ہو اور ایک کثیر تعداد لوگوں پر ان کی مرضی سے ان پر حکمرانی کر رہے ہوں یا ان کی مرضی کے بغیر، اسے عام زبان میں اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: کیا آپ فرض کرتے ہیں کہ حکومت کی کسی بھی قسم میں خواہ وہ ایک، چند ایک یا اکثریت کی حکومت ہو جس میں کسی ایک کی خوبیاں شامل ہوں، اس میں قانون کی حکمرانی ہو یا نہ ہو، لوگوں کی مرضی شامل ہو یا نہ ہو، رضا کارانہ ہو یا غیر رضا کارانہ، کیا یہ درست حکومت ہوگی؟

نوجوان سقراط: کیوں نہیں۔

اجنبی: عکس دیکھیں اور میری تقلید کریں۔

نوجوان سقراط: کس سمت میں؟

اجنبی: کیا ہم اپنے پہلے والے الفاظ پر قائم رہیں گے یا ان سے انحراف کریں گے؟

نوجوان سقراط: آپ کس کا حوالہ دے رہے ہیں؟

اجنبی: اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو ہم نے کہا تھا کہ شاہی قوت سائنس ہے؟

نوجوان سقراط: جی ہاں۔

اجنبی: اور ایک عجیب قسم کی سائنس ہے جو کہ ایک خصوصیت رکھنے کی بنا پر دیگر اقسام سے منتخب کی گئی ہے اور وہ خوبی بیک وقت عدالتی نظام اور آمرانہ ہے؟

نوجوان سقراط: جی ہاں۔

اجنبی: اور بے جان چیزوں پر ایک قسم کی حکمرانی تھی اور جاندار چیزوں جانوروں پر دوسری قسم کی حکمرانی تھی۔ اور اس طرح ہم اس نکتے پر مرحلہ وار پہنچتے ہیں اور ہم نے سائنس کا تصور نہیں کھونے دیا اگرچہ کسی مخصوص سائنس کی فطرت کے بارے میں جاننے میں ابھی تک کامیاب نہیں ہوئے۔

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: تاہم۔ اب یہ فیصلہ کرنے کے قابل ہیں کہ ریاست کے نمایاں اصول نہ چند ایک اور نہ ہی بہت

زیادہ ہو سکتے ہیں۔ نہ ہی رضا کارانہ یا غیر رضا کارانہ، غربت یا امارت بلکہ سائنس کا کوئی خیال اس میں شامل ہونا چاہیے۔ اگر ہم نے اس چیز پر مستقل مزاجی کا انحصار کرنا ہے جو کہا جا چکا ہے۔

نوجوان سقراط: ہمیں مستقل مزاج ہونا چاہیے۔

اجنبی: خوب۔ ان حکومت کے طریقوں سے میں کون سا طریقہ سائنس کی حکومت کا طریقہ ہوگا۔ جو تمام سائنس میں سے حاصل کرنا مشکل ہے۔ کیا اس پر قائم رہنا ہوگا؟ ہمیں یہ ضرور دریافت کرنا چاہیے۔ پھر ہمیں دیکھنا ہوگا کہ چھوٹے سیاستدان کون ہیں جو سیاستدان ہونا ظاہر کرتے ہیں لیکن دراصل وہ نہیں ہیں۔ اگرچہ وہ کئی لوگوں کو اس پر قائل کر لیتے ہیں۔ اور انھیں عقلمند بادشاہوں سے علیحدہ کریں گے۔

نوجوان سقراط: وہ۔ جیسا کہ بحث سے واضح ہو چکا یہ ہمارا فرض ہوگا۔

اجنبی: کیا آپ سوچتے ہیں کہ کسی ریاست میں کثرت سیاسی سائنس کے حصول کا ذریعہ ہے؟

نوجوان سقراط: ناممکن۔

اجنبی: لیکن شاید ہزاروں افراد کے شہر میں ایک سو یا پچاس ایسے ہو سکتے ہیں جو ایسا کر سکتے ہوں۔

نوجوان سقراط: اس صورت میں سیاسی سائنس سب سے آسان ہے۔ اس تعداد میں شہر میں اعلیٰ ترین کھلاڑی نہیں پائے جا سکتے۔ اور یقیناً اس تعداد میں بادشاہ بھی نہیں ہو سکتے۔ حقیقت میں بادشاہ ہم انھیں کہیں گے جو شاہی سائنس کے حامل ہوتے ہیں۔ اگرچہ وہ حکمرانی کرتے ہیں یا نہیں۔ جیسا کہ گزشتہ بحث میں واضح کیا گیا تھا۔

اجنبی: شکریہ مجھے یاد کرانے کا نتیجہ یہ ہے کہ کوئی بھی حقیقی حکومت صرف ایک، دو یا چند کی حکومت کو کہا جا سکتا ہے۔

نوجوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: اور وہ مرضی کے بغیر یا مرضی کے مطابق حکمرانی کریں، تحریری قانون کے تحت یا بغیر قانون کے۔ آیا وہ غریب ہیں یا امیر۔ آیا ان کی فطرت حکمرانی کرنے کے مطابق ہوگی یا نہیں۔ اسے ہمارے نقطۂ نظر کے مطابق فرض کیا جانا چاہیے۔ سائنسی اصول پر حکومت کرنے کے لیے ایک معالج کی طرح جو بیماری کے مطابق علاج کرتا ہے یا مرضی کے خلاف یا اس کے علاج کا کوئی بھی طریقہ ہو، جلے

ہوئے کا، زخم کا یا کسی دوسری تکلیف کا، آیا وہ اس کے لیے کسی کتاب کا استعمال کرتا ہے یا نہیں، آیا وہ غریب ہے یا امیر، یا آیا وہ کسی دوسرے طریقے سے اس کو کم کرتا ہے یا اپنے مریضوں کو فربہ کرتا ہے۔ تو بھی معالج ہی ہے۔ جب تک وہ فن کے مطابق ان پر اپنا اختیار استعمال کرتا ہے اور ان کے لیے بہتر کرتا اور ان کا علاج کرتا ہے، وہ ان کا معالج ہے۔ یہ ہمارے نزدیک طبیب کے فن کا موزوں امتحان ہے اور اسی طرح کے دوسرے فن کا بھی۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: تب حکومت کا وہ درست طریقہ ہوسکتا ہے۔ جس کے تحت حکمران سائنس کے علم سے حقیقی طور پر آشنا ہوں اور وہ محض جعلساز نہ ہوں۔ خواہ وہ قانون کے مطابق کریں یا اس کے بغیر، ان کی رعایا راضی ہو یا راضی نہ ہو، از خود غریب ہوں یا امیر۔ ان میں کسی چیز کو بھی حکمرانوں کی ملکیت میں ظاہر نہیں کیا جاسکتا۔

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: آیا وہ عوام کی بہتری کے لیے کچھ لوگوں کو ملک بدر اور کچھ کو ہلاک کردیتے ہیں۔ آیا وہ سرکاری اداروں میں آدمیوں کا مناسب تعارف کرا کر تخفیف یا اضافہ کرتے ہیں۔ جبکہ وہ انصاف اور شعور و عقل کے مطابق کام کرتے ہیں اور اپنے اختیارات کو تحفظ عامہ اور ان کی بہتری کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ جس شہر پر ان کی حکمرانی ہوتی ہے وہ حقیقی معنی میں بے مثال شہر ہوتے ہیں اور اس میں یہ خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ تمام حکومتیں اصل اور حقیقی نہیں ہوتیں۔ بلکہ حقیقی حکومت کی نقل ہوتی ہیں۔ ان میں سے کچھ اچھی اور ان میں سے کچھ بری ہوتی ہیں۔ اچھی بہتر طور پر حکمرانی کی گئی حکومت ہوتی ہیں لیکن یہ محض دوسری کی نقل ہوتی ہیں۔

نوجوان سقراط: اجنبی آپ نے جو کچھ کہا میں اس کے زیادہ تر حصے سے اتفاق کرتا ہوں۔ لیکن ان کی قانون کے بغیر حکمرانی کے تلخ نتائج سامنے آتے ہیں۔

اجنبی: آپ میرے لیے تیز تر ثابت ہوئے ہیں سقراط: میں آپ سے ابھی پوچھنے والا تھا کہ کیا آپ کو میرے بیان کے کسی حصے پر کوئی اعتراض ہے۔ اور اب میں نے دیکھا کہ ہمیں ان کے قانون کے بغیر اچھی حکومت کے تصور کے بارے میں غور کرنا پڑے گا۔

نو جوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قانون سازی بادشاہ کا نام ہے۔ پھر بھی بہتر یہ نہیں کہ قانون حکمرانی کرے بلکہ بہتر بات یہ ہے کہ آدمی کو حکمرانی کرنی چاہیے۔ اس خیال سے کہ عقل اور شاہی طاقت اس کا ملکہ ہونا چاہیے۔ کیا آپ جانتے ہیں ایسا کیوں ہے؟

نو جوان سقراط: کیوں؟

اجنبی: کیونکہ قانون اس بات کا مکمل ادراک نہیں کرتا۔ جو باوقار اور منصفانہ ہو، اور اس لیے بہترین نتائج کے لیے اسے نافذ نہیں کیا جا سکتا۔ فعل اور افراد کا فرق اور انسانوں کی غیر مستقل لامحدود حرکت کسی سادہ اور عالمگیر حکمرانی کو تسلیم نہیں کرتی۔ اور کوئی فن خواہ وہ کسی قدر بھی اہم ہو، وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نہیں ہو سکتا۔

نو جوان سقراط: یقیناً نہیں۔

اجنبی: قانون ہمیشہ کے لیے اس کے لیے، ایک ضدی اور جاہل آمر کی طرح ایک بنانے کے لیے کوشاں ہے جو اپنی مرضی کے خلاف کسی کام کو کرنے کی اجازت نہیں دے گا۔ نہ ہی کسی سوال پوچھنے کی۔ حتیٰ کہ غیر متوقع تبدیلیوں کی صورت میں بھی نہیں۔ یا جب کوئی چیز بہتر ہو جائے اس سے جس کا اسی نے حکم دیا ہو۔

نو جوان سقراط: یقیناً، قانون ہم سے مختصراً اسی طریقے سے سلوک کرتا ہے۔ جس طرح آپ نے ابھی بیان کیا۔

اجنبی: ایک سادہ ترین اصول چیزوں کی اس حالت میں لاگو نہیں کیا جا سکتا جو کہ اس کی ضد ہو۔

نو جوان سقراط: درست۔

اجنبی: پھر اگر قانون درست کی تکمیل نہیں۔ تو پھر آخر ہم قانون کیوں بناتے ہیں، اس کے سبب اب اس کے بعد تحقیق کی جائے گی۔

نو جوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: مجھے پوچھنے دیں کہ کیا آپ نے اپنے شہر میں جمناسٹک کے مقابلے نہیں دیکھے جیسا کہ دوسرے شہروں میں ہوتے ہیں۔ جن میں آدمی دوڑ، کشتی اور اس طرح کے دوسرے کھیلوں میں مقابلہ کرتے ہیں۔

نوجوان سقراط: جی ہاں۔ یہ ہمارے ہاں عام ہیں۔

اجنبی: پیشہ ور تربیت دینے والے اور دوسرے اسی طرح کے اختیار کے حامل لوگ اپنے شاگردوں کو جو اصول سکھاتے ہیں وہ کیا ہیں، کیا آپ یاد کر سکتے ہیں؟

نوجوان سقراط: آپ کس کا حوالہ دے رہے ہیں؟

اجنبی: تربیت دینے والے استاد انفرادی طور پر اصول بیان نہیں کرتے یا ہر ایک فرد کو اس کے لیے جو موزوں چیز ہو وہ مہیا نہیں کرتے۔ ان کا خیال ہے کہ انھیں اپنے کام میں زیادہ سخت گیر ہونا چاہیے اور وہ چیز یا ڈھنگ بتانا چاہیے جو اکثریت کو فائدہ دے۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: اس لیے وہ ہر ایک کو برابر مشق سونپتے ہیں۔ وہ انھیں اکٹھے آگے بھیجتے ہیں اور پھر اکٹھے انھیں آرام کرنے کی اجازت دیتے ہیں، اس جسمانی مشق سے جو وہ کرتے ہیں مثلاً کشتی یا دوسری جسمانی مشقیں۔

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: اب دیکھیں قانون ساز جسے لوگوں کی قیادت کرنا اور ان کے ایک دوسرے سے برتاؤ کے دوران انصاف فراہم کرنا ہے۔ وہ انفرادی طور پر ہر ایک معاملے میں اچھائی فراہم کرنے کے قابل نہیں ہوگا۔

نوجوان سقراط: اس سے اس کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

اجنبی: وہ اکثریت کے لیے عمومی شکل میں قانون بنائے گا۔ جو انفرادی طور پر لوگوں کی ضروریات کے مطابق ہوں گے۔ ان میں چند ایک وہ تحریری شکل میں نافذ کرے گا۔ جبکہ باقی غیر تحریری طور پر ہوں گے۔ غیر تحریری قانون ملک کی روایتی رسم ہوں گے۔

نوجوان سقراط: وہ ایسا کرنے میں حق بجانب ہوگا۔

اجنبی: جی ہاں بالکل درست۔ کیونکہ وہ کیسے ہر آدمی کے ساتھ زندگی بھر ساتھ بیٹھ سکتا ہے اور اس کو اس کا اصل فریضہ کیسے بتا سکتا ہے۔ سقراط۔ ایسے کام کے لیے کون مناسب ہوگا۔ کوئی نہیں جو شاہی سائنس سے آگاہ ہے۔ اگر وہ ایسا کرنے کے قابل ہوتا تو اس نے اپنے آپ پر تحریری قانون کی پابندی عائد کر لی ہوتی۔

نوجوان سقراط: کیا اب مجھے اس سے نتیجہ اخذ کرنا چاہیے جو کچھ کہا گیا ہے؟

اجنبی: یا میرے دوست اس سے جو کچھ کہا جائے گا۔

نوجوان سقراط: وہ کیا ہے؟

اجنبی: آئیں ایک معالج یا تربیت دینے والے کا معاملہ لیں جو کسی دور دراز کے ملک کو جانے والا ہے۔ اور اپنے مریض سے دور رہنے کی توقع رکھتا ہے۔ اس خیال سے کہ اس کی ہدایات مریض کو یاد نہیں رہیں گی جب تک انھیں تحریری شکل میں نہ لکھا جائے۔ وہ اپنے شاگرد یا مریض کے لیے اسے تحریری شکل میں چھوڑ جائے گا۔

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: لیکن آپ کیا کہیں گے اگر وہ پہلے واپس آجائے اس سے جتنا کہ اس نے ارادہ کیا تھا۔ اور ایک غیر متوقع تبدیلی یا دوسرے قدرتی اثرات یا کوئی اور بہتر چیز اس کے پاس ہے تو کیا وہ یہ نئی تجویز یا تلافی نہیں کرے گا، اگرچہ یہ اس کے ابتدائی تحریری نسخے میں بیان نہیں کی گئی۔ کیا وہ پہلے والے بنیادی قانون کی پاسداری کرے گا اور نہ اپنے آپ کو اور نہ ہی اپنے شاگرد یا مریض کو نئی تجاویز دینے کا حوصلہ کرے گا۔ اس خیال سے یہ ہی ایک طریقہ صحت مند ہونے کے لیے واحد راستہ ہے اور دوسرے سب مضر اور خلاف قانون ہیں۔ اصل سائنس اور درست فن کے تحت کیا ایسا کرنا مضحکہ خیز نہیں ہوگا؟

نوجوان سقراط: ہر طرح سے۔

اجنبی: اور اگر وہ جو قانون دیتا ہے۔ تحریری طور پر یا غیر تحریری طور پر اس بات کا ادراک کرتے ہوئے کہ کیا اچھا ہے اور کیا برا، کیا منصفانہ ہے اور کیا غیر منصفانہ اور قبائل کے لوگ جو کئی شہروں میں بستے ہیں اسی ضابطے کے تحت ان پر حکومت کی جاتی ہے۔ اگر میں کہوں کہ وہ عقل مند اچانک واپس آنے والے تھے تو کیا وہ اسے انھیں تبدیل کرنے سے منع کر دیا جائے گا۔ کیا یہ پابندی دوسری کی طرح مضحکہ خیز نہیں ہوگی؟

نوجوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: کیا آپ عام آدمی کی خوش کن کہاوت کو جانتے ہیں جو کہ زیر بحث ہے؟

نوجوان سقراط: میں سمجھ نہیں پایا کہ اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟

اجنبی: وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی جانتا ہے کہ قدیم قوانین کو کیسے بدلا جائے گا۔ اسے پہلے اپنی ذہنی حالت کو بہتر بنانا ہوگا پھر وہ شاید قانون سازی کر سکے ورنہ دوسری صورت میں نہیں۔

نوجوان سقراط: کیا وہ ایسا کہنے میں حق بجانب نہیں۔

اجنبی: میں ایسا کہنے کی جرأت کرتا ہوں۔ لیکن فرض کریں کہ وہ کسی اچھائی کے لیے ہلکے پھلکے تشدد کا طریقہ استعمال کرتا ہے تو پھر اس تشدد کو کیا نام دیا جائے گا یا اس سے پہلے کہ آپ جواب دیں۔ مجھے وہی سوال اپنے گزشتہ واقعات کی روشنی میں پوچھنے دیں۔

نوجوان سقراط: آپ کی اس سے کیا مراد ہے؟

اجنبی: فرض کریں کہ ایک ماہر معالج کا ایک مریض ہے وہ کسی بھی عمر کا ہو خواہ عورت یا مرد جسے وہ اس کی مرضی کے خلاف تحریری قواعد کے برعکس کوئی کام کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ اس مجبوری کو کیا نام دیا جائے گا؟ کیا آپ اسے فن کے تشدد کا نام دیں گے اور صحت کے قانون کو توڑنا کہیں گے۔ ایسے مریض کے لیے جس پر اس طرح کا تشدد روا رکھا جائے اس سے زیادہ اور کوئی زیادتی نہیں ہو سکتی۔ اس معالج پر یہ الزام آئے گا کہ اس نے مہارت حاصل کرنے کے لیے تشدد کا راستہ اپنایا مریض کا مرض بڑھانے کے لیے۔

نوجوان سقراط: بالکل صحیح۔

اجنبی: سیاسی فن میں غلطی کو مرض نہیں بلکہ بے توقیری یا ناانصافی یا برائی کہا جاتا ہے۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: اور جب کسی شہری کو ماضی کے مقابلے میں زیادہ بہتر کام کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے تو سب سے زیادہ توہین آمیز چیز جو وہ کہے گا وہ یہ کہ اس نے ان لوگوں کے ہاتھوں جنھوں نے اسے ایسا کرنے پر مجبور کیا، ناانصافی اور بے توقیری پائی۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: کیا ہم کہیں گے کہ اگر کوئی امیر شخص تشدد کو روا رکھے تو یہ منصفانہ ہے اور غریب ایسا کرے تو غیر منصفانہ۔ کیا کوئی آدمی غریب یا امیر قانون کے ساتھ یا بغیر قانون کے، لوگوں کی مرضی سے یا

اس کے برعکس ایسا کرتا ہے جوان کے مفاد میں ہو۔ کیا یہ حکومت کا سچا اصول نہیں۔ جس کے تحت اچھے اور ذہین لوگ اپنے ماتحتوں کے بارے میں ہدایات جاری کریں گے۔ جیسے ایک جہاز راں جہاز اور اس کے عملے کے مفادات کی مسلسل نگرانی کرتے ہوئے اپنے جہاز میں سوار ملاحوں کی زندگی کا تحفظ کرتا ہے۔ اس طرح شاید وہ جو حکمرانی کرتے ہیں اس قدر نرمی کا برتاؤ نہ کر پائیں۔ اور کون فن کی قوت کا مظاہرہ کرتا ہے جو قانون سے بالاتر ہے؟ نہ ہی عقلمند حکمران اپنے فن کی مہارت اور انصاف کی فراہمی میں غلطی کا ارتکاب کرتے ہیں یا وہ برا ہونے سے بچانے کے قابل ہوتے ہیں۔

نوجوان سقراط: کوئی اس سے انکار نہیں کرسکتا جو بھی کہا گیا ہے۔

اجنبی: نہ ہی اگر آپ غور کریں تو دوسرے بیان سے انکار کرسکتا ہے۔

نوجوان سقراط: وہ کیا تھا؟

اجنبی: ہم نے کہا کہ لوگ خواہ کتنے ہی تعداد میں زیادہ کیوں نہ ہوں وہ سیاسی علم حاصل نہیں کرسکتے، یا ریاست کے بارے میں عقل مندی سے حکم جاری کرسکتے ہیں بلکہ سچی حکمرانی چھوٹے اداروں کی صورت میں ہوگی یا انفرادی طور پر ہوگی۔ اور یہ کہ دوسری ریاستیں اس کی تقلید ہیں۔ جیسا کہ میں نے تھوڑی دیر پہلے کہا کہ وہ کچھ بہتری اور کچھ برائی کے لیے ہوں گی۔

نوجوان سقراط: آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟ میں نقالی کے بارے میں آپ کی گزشتہ رائے کو سمجھ نہیں پایا۔

اجنبی: اور اب بھی میں نے جو محض تجویز جلد بازی میں ایک اہم معاملے کے بارے میں دی ہے۔ اگر ہم سوال اسی جگہ چھوڑ دیں جہاں یہ ہے اور اپنی بحث کے دوران اس میں غلطی کا ادراک نہ کریں، تو بھی یہ اہم معاملہ رہے گا۔

نوجوان سقراط: آپ کی اس سے کیا مراد ہے؟

اجنبی: وہ معاملہ جو ہمارے زیر بحث ہے یہ آسان یا عام فہم معاملہ نہیں ہے۔ لیکن ہم اسے اس طرح بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔ فرض کریں کہ حکومت جس کے بارے میں، میں بات کررہا ہوں وہ حقیقی نمونہ ہے تو پھر دوسروں کو اس کے تحریری قوانین کی پاسداری کرنی چاہیے وہ کسی اور دوسرے طریقے سے بچائے نہیں جاسکتے۔ انھیں وہ کرنا پڑے گا جو عمومی طور پر ثابت ہو چکا ہے۔ اگرچہ یہ

بھی دنیا میں بہترین نہیں ہے۔

نوجوان سقراط: یہ کیا ہے؟

اجنبی: کسی شہری کو بھی کوئی چیز قانون کے خلاف نہیں کرنی چاہیے اور ان سے انحراف کی سزا موت اور زیادہ سے زیادہ ہونی چاہیے۔ یہ بالکل درست ہوگا جب اسے دوسری بہتر چیز تصور کیا جائے گا۔ اگر آپ پہلی کو ایک طرف رکھ دیں جس کے بارے میں، میں ابھی بات کر رہا تھا۔ کیا میں اس کی فطرت کی وضاحت کروں جسے میں نے دوسری بہترین چیز کہا ہے۔

نوجوان سقراط: ضرور۔

اجنبی: مجھے دوبارہ اپنی پسندیدہ شبیہ کے بارے میں گفتگو کرنی چاہیے۔ ان سے میں بادشاہوں اور حکمرانوں کے بارے میں بیان کر سکتا ہوں۔

نوجوان سقراط: کون سی شبیہات۔

اجنبی: عقلمند معالج اور عظیم جہاز راں جو کہ دوسروں کے لیے قابل قدر ہیں۔ ان میں ہی بادشاہ کے عکس کی دریافت کی کوشش کریں گے۔

نوجوان سقراط: کس قسم کا عکس۔

اجنبی: خوب، اسی طرح ہر آدمی ظاہر کرے گا کہ وہ ان دونوں طریقوں سے مشکل سے دوچار ہوتا ہے۔ معالج اسے بچاتا ہے جسے وہ بچانا چاہتا ہے۔ اور جس سے وہ بدسلوکی کرنا چاہتا ہے وہ اس سے بدسلوکی کرتا ہے۔ اس کو کاٹ کر یا جلا کر اور اسی وقت اس سے رقوم کا تقاضا کرتا ہے، جو کہ ایک قسم کا خراج ہے کہ جس میں سے یا تو بہت کم یا بالکل کچھ بھی مریضوں پر خرچ نہیں کیا جاتا۔ اس رقم کا بڑا حصہ وہ یا اس کا خاندان استعمال کرتا ہے۔ وہ مریض کے رشتہ داروں یا دشمنوں سے بھی رقوم وصول کرتا ہے اور اسے راستے سے ہٹا دیتا ہے۔ جہاز کا جہاز راں بھی اسی طرح کی کئی برائیوں کا ارتکاب کرتا ہے۔ وہ جان بوجھ کر غلط کام کرتا ہے اور سفر کے وقت آپ کو ساحل پر چھوڑ جاتا ہے۔ یا وہ کوئی سمندر میں حادثہ کرتے ہیں اور اپنے جہاز کو تباہ کر بیٹھتے ہیں۔ وہ اس طرح کئی برائیوں کو جنم دیتے ہیں۔ اب فرض کریں کہ یہ ساری چیزیں ذہن میں رکھتے ہوئے، ہم نے غور و خوض کے بعد یہ فیصلہ کرنا تھا کہ ان فنون میں کسی کو کسی آزاد آدمی پر تسلط کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ لیکن یہ کہ ہم

تمام لوگوں کا ایک اجلاس بلائیں گے یا صرف امیر آدمیوں کو کہ کوئی جو اس بات کو پسند کرتا ہو اس کی کوئی اپیل ہو یا نہ ہو وہ بیماری کے بارے میں یا سمندری آدمی کے بارے میں رائے دے گا۔ یا یہ کہ جس طریقے سے جراحی کے آلات یا ادویات کا استعمال کیا جاتا ہے۔ مریض کے لیے یا سمندری قوانین کے بارے میں جن کا جہاز رانی میں اطلاق ہوتا ہے، یہ کہ طوفان یا سمندری لہروں کے خطرات سے بچاؤ کیسے کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ کہ سمندری ڈاکوؤں سے مقابلے کے دوران کیا کیا جائے گا۔ اور پرانے طرز کے جہاز کو کیسے قابل استعمال بنایا جائے گا۔ اگر اس کو دوسرے اسی طرح کے جہاز سے مقابلہ پڑ جائے۔ جو کچھ بھی ان حالات میں فرمان جاری کیا جائے ماہرین یا غیر ماہرین کی ہدایات کی روشنی میں وہ تکونی گولیوں پر تحریر کیا جائے گا۔ یا تحریر نہ کرنے والوں کو بھی قومی رسومات میں شامل کر لیا جائے گا اور اس کے بعد تمام مستقبل کے حالات میں جہاز رانی کی جائے گی اور تلافی کرنے والے اقدامات کیے جائیں گے۔

نوجوان سقراط: یہ کس قدر عجیب خیال ہے۔

اجنبی: مزید فرض کریں کہ معالج اور جہاز راں کا تقرر سالانہ بنیاد پر ہوتا ہے، آیا امیروں سے یا تمام لوگوں میں سے اور یہ کہ انھیں اکثریت منتخب کرتی ہے اور پھر انتخاب کے بعد وہ جہاز رانی کرتے ہیں یا مریضوں کے طے شدہ تحریری قوانین کے مطابق کرتے ہیں۔

نوجوان سقراط: بد سے بدترین۔

اجنبی: لیکن سنیں اس کے بعد کیا ہوتا ہے۔ جب اقتدار کا ایک سال مکمل ہو جاتا ہے۔ تو معالج یا جہاز راں کو عدالت میں آنا پڑتا ہے۔ جن کے ججوں کا انتخاب امیروں سے ہوتا ہے یا اکثریت انھیں منتخب کرتا ہے۔ اور کوئی شخص جو انھیں پسند آئے، ہوسکتا ہے اس پر الزام عائد کر دیا جائے لیکن گزشتہ سال کے دوران جہاز رانوں نے جہاز رانی نہیں کی ہوتی اور معالجوں نے علاج نہیں کیا ہوتا۔ قانون کے تحت یا اپنے آباواجداد کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق اور اگر کسی کی مذمت کی جائے تو بعض جج اس کا فیصلہ کریں گے کہ اس کو کیا سزا یا جرمانہ کیا جائے؟

نوجوان سقراط: وہ جوان حالات میں اختیار حاصل کرنے کا خواہشمند ہوتا ہے، وہ سزا کا مستحق ہوتا ہے؟

اجنبی: جی ہاں۔ ایک بار پھر ہمیں یہ دیکھنا پڑے گا کہ اگر کوئی جہاز رانی یا ہوابازی، صحت یا ادویات کے

بارے میں پوچھتا ہوا پایا جاتا ہے۔ طوفان یا موسم کی دوسری معلومات کے بارے میں طے شدہ قوانین کے متضاد اور اس کی ان قوانین کے بارے میں ذاتی رائے ہوتی ہے۔ اسے معالج یا جہاز راں نہیں کہا جائے گا بلکہ وہ ایک بدحواس یا وہ گوسوفسطائی ہوگا۔ مزید یہ اس بنا پر کہ وہ نوجوانوں کو برباد کرنے والا ہے جو انھیں غیر قانونی طریقے سے جہاز رانی اور ادویات کے طریقے بتاتا ہے اور مریضوں اور جہازوں پر ثانوی حکمرانی کے طریقے بیان کرتے ہیں۔ جو کوئی ان قوانین کے بارے میں تعلیم یافتہ ہو، ہوسکتا ہے کہ وہ اس کے بارے میں مختلف طریقے سے بیان کرے اور اس پر کسی عدالت میں فرد جرم عائد کر دے۔ پھر اگر وہ کسی کو آیا وہ بوڑھا ہو یا جوان اس کو ترغیب دیتا پایا گیا ہو تو تحریری قوانین کے برعکس اس کو سخت ترین سزا دی جائے گی۔ کیونکہ کسی کو قانون سے اپنے آپ کو زیادہ تصور نہیں کرنا چاہیے۔ اور جیسا کہ صحت یاب ہونے، صحت، جہاز رانی اور جہاز کا جہاز راں ہونے کا معاملہ سب پر عیاں ہے۔ کیونکہ کوئی شخص قومی رسومات اور تحریری قوانین لکھ سکے گا۔ سقراط ان سائنس اور عمومیت کے بارے میں اگر طریقہ کار کا یہ ذریعہ ہے تو شکار کی کوئی شاخ یا رنگ سازی کے یا عمومی طور پر نقل سازی کرنے میں یا لکڑی کے کام، دستکاری یا پودے لگانے، ریوڑ چرانے آفاقی خدمات یا مشاورتی خدمات یا سائنسی گفتگو تعداد کے بارے میں، آیا وہ سادہ ہو، مربع یا مکعب یا حرکت سے متعلق ہو، میں کہتا ہوں کہ اگر اس بارے میں یہ ساری چیزیں تحریری قواعد وضوابط کے مطابق کی جائیں کسی فن کے تحت نہیں، تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟

نوجوان سقراط: تو تمام فنون ختم ہو جائیں گے اور دوبارہ کبھی دریافت نہیں ہوں گے۔ کیونکہ تحقیق غیر قانونی ہوگی۔ اور انسانی زندگی جو پہلے ہی کافی خراب ہے وہ مکمل طور پر نا قابل برداشت ہو جائے۔

اجنبی: لیکن تحریری قوانین پر زور دیتے ہوئے اور یہ کہ تمام عوامل ان سے درست ہوں گے اگر کسی کو قوانین کے محافظ کی حیثیت سے انتخاب کر لیا جائے۔ اور اس کے لیے ''شو آف ہینڈز'': نمائش یا مظاہرے کا عمل (Show of hands) کا طریقہ اپنایا جائے یا اکثریت کا قانون کے تحفظ کے علاوہ کوئی اور کام اس کی ذمہ داری نہ ہو۔ مفادات، حمایت یا اقربا پروری کے برعکس، بغیر موزوں علم ایسا کرنا یہ پہلے والے نقص سے بھی کہیں بدتر برائی ہوگی۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: قوانین کی خلاف ورزی کرنا جو طویل تجربہ پر محیط ہوتے ہیں اور قانون بنانے کے لیے مشیر جنھوں نے ان کو منظور کرنے کی سفارشات دی ہیں اور اکثریت کو اسے منظور کرنے پر راغب کیا ہوتا ہے، اس قانون کی پاسداری کرنے کے مقابلے میں یہ تباہ کن غلطی ہوگی۔

نوجوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: اس لیے جیسا کہ اس بات کا خطرہ ہے۔ قانون سازی میں بہتر چیز یہ ہوگی کہ کسی کو بھی انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر کسی بھی وجہ سے قانون توڑنے کی اجازت نہ دی جائے۔

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: قوانین عمل کی جزئیات کی اصل نقل ہوں گے۔ جہاں تک کہ انھیں ان کے منھ سے ادا کیے جانے والے تحریر کیے گئے تسلیم کیا جائے جو اس علم سے آگاہ ہوں؟

نوجوان سقراط: یقیناً وہ کریں گے۔

اجنبی: اور جیسا کہ ہم کہہ رہے تھے وہ جو اس کا علم رکھتا ہے اور حقیقی مدبر ہے وہ اپنے دائرہ کار میں قوانین کو خاطر میں لائے بغیر بہت سارے کام کرے گا، جب اس کی رائے یہ ہو کہ کوئی چیز تحریر کردہ قوانین سے یا عدم موجودگی کے باعث بہتر نتائج کی حامل ہے۔

نوجوان سقراط: ہاں۔ ہم نے ایسا ہی کہا ہے۔

اجنبی: کوئی فرد یا افراد کی ایک تعداد مقررہ قوانین کے مقابلے میں کسی بہتر چیز کے لیے قوانین سے متضاد فعل کریں تو یہ ایک فعل ہوگا اصل سیاسی مدبر کی طرح؟

نوجوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: اگر انھیں اس کا علم نہیں کہ وہ کیا کر رہے تھے تو وہ سچ کی نقل کریں گے اور اس طرح وہ ہمیشہ برائی کریں گے۔ لیکن اگر انھیں اس کا علم ہو تو وہ مکمل سچائی بیان کریں گے جو کہ نقل نہیں ہوگی۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: یہ اصول کہ اکثریت کسی علم کے فن سے آگاہ نہیں ہو سکتی اسے ہم پہلے ہی تقسیم کر چکے ہیں۔

اجنبی: پھر سیاسی یا شاہی فن اگر یہ اس قسم کا کوئی موجود ہے اسے امیر یا دوسری اکثریت حاصل نہیں کرے گی۔

نوجوان سقراط: ناممکن۔

اجنبی: تب قریب ترین چیز جو یہ کم تر حکومتیں کسی سائنسی حکمران کی حکومت سے کر سکتی ہیں۔ وہ تحریری قوانین اور قومی رسومات کے علاوہ کچھ نہیں۔

نوجوان سقراط: بہت خوب۔

اجنبی: جب کوئی امیر اصل قسم کی نقل کرے تو اس حکومت کو اشرافیہ حکومت کہا جاتا ہے اور جب یہ قوانین سے بے بہرہ ہوں تو چند امرا کی حکومت ہوگی۔

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: مزید برآں جب کوئی فرد واحد کسی قانون جاننے والے کی طرز پر حکومت کرتا ہے ہم اسے بادشاہ کہتے ہیں اور اگر وہ قانون کے مطابق حکومت کرتا ہے تو بھی ہم اسے یہی نام دیتے ہیں۔ آیا وہ رائے سے حکمرانی کرتا ہے یا علم سے۔

نوجوان سقراط: یقیناً ایسا ہی ہوگا۔

اجنبی: اور جب کوئی شخص حکمرانی کرتا ہے جو علم والا ہوتا ہے تو اس کا بھی یہی ہوگا۔ اسے بادشاہ کہا جائے تو اس طرح پانچ نام جن کا احاطہ ابھی کیا گیا وہ ایک ہو جاتے ہیں۔

نوجوان سقراط: یہ درست ہے۔

اجنبی: جو کوئی شخص قانون یا رسومات و روایات سے انحراف کر کے حکمرانی کرتا ہے اور سائنس کے حقیقی علم سے آگاہ آدمی کی تقلید کرتے ہوئے اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے اور قوانین کی نفی کرتا ہے۔ بہتری کا دعویدار نہیں جبکہ حقیقت میں اقتدار کی بھوک اور جہالت اس کے اصل مقاصد ہوں تو کیا اس طرح کے آدمی کو آمر نہیں کہا جائے گا؟

نوجوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: ہم یقین رکھتے ہیں کہ آمر اور امرا، اشرافیہ اور جمہور کے نمائندہ بادشاہ کی یہ حدود ہیں کیونکہ افراد ایک بادشاہ پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور انھیں یہ یقین نہیں دلایا جا سکتا کہ ایک شخص اس اختیار کا حامل ہو سکتا ہے۔ یا وہ تمام لوگوں کے لیے منصفانہ اور متبرک انداز میں حکمران ہونے کے قابل ہو سکتا ہے۔ ان کا خیال یہ ہے کہ وہ مطلق العنان ہوگا۔ جو غلط اور تکلیف دہ کام کرے گا اور

ان کا قتل کرے گا جو انھیں اچھے لگتے ہیں اگر ایسا کوئی مطلق العنان ہو جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا۔ وہ تسلیم کریں گے کہ ہمیں ایسا کوئی پا کر خوشی ہوگی وہ اکیلا اس مطلق العنان کی حکومت میں یا ریاست میں خوش ہو۔

نوجوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: لیکن جیسا کہ ریاست شہد کی مکھیوں کا گھر نہیں ہے اور اس کا اپنا کوئی فطری سر نہیں جسے فوراً جسم اور دماغ بہترین حصے کے طور پر پہچان لیتے ہیں انسان اکٹھے ہو کر خوش ہوتے اور قوانین بناتے ہیں اور اصل حقیقی طرز حکومت کے قریب تر جانے کی کوشش کرتے ہیں۔

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: اور جب سیاست کی بنیاد صرف الفاظ تک محدود ہو اور اس سے علم کا سروکار نہ ہو تو کیا سقراط ہم ان مشکلات کا سوچ سکتے ہیں جو ایسی ریاست میں ہوں گی اور پیش آ سکتی ہوں گی۔ کوئی دوسرا فن جسے ایسی بنیاد پر قائم کیا جائے اور اسے لاگو کیا جائے تو یہ ہر اس چیز کو جو اسے چھوئے گی، تباہ کر دے گا۔ تو کیا ہمیں سیاسی گرفت کی فطری قوت کے بارے میں سوچ کر حیران نہیں ہونا چاہیے؟ کیونکہ ریاستوں نے یہ سب کچھ برداشت کیا ہے۔ ان کے اوقات ذہن میں نہیں۔ لیکن تب بھی کچھ ایسی ریاستوں میں سے موجود ہیں۔ انھیں ختم نہیں کیا جا سکا۔ اگرچہ ان میں بہت ساری سمندر میں موجود اس جہاز کی طرح ہیں جو اپنے عملے اور جہاز راں کی غلطیوں کے باعث بار بار غرق ہوتا ہے اور پھر نمودار ہو جاتا ہے اور جس میں بدترین قسم کی جہالت کے مالک ہوں۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ سیاست سے بالکل ناآشنا ہوتے ہیں، دوسرے تمام سائنس کی اقسام سے بالاتر ہونے کا یقین لیے، وہ یہ یقین کرتے ہیں کہ وہ مکمل ترین علم کے مالک ہیں۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان حکومتوں میں کون سی کمتر محکوم حکومت ہے، اپنے عنوان کے لحاظ سے اور کون سی بدترین ہے؟ ہمارے موجودہ مقصد کے علاوہ ایک سوچ یہ ہے کہ یہ تمام تر خرابیوں کے باوجود ہمارے اعمال و افعال پر اثر انداز ہوتی ہے۔ ہمیں اس کی ضرور پڑتال کرنی چاہیے۔

نوجوان سقراط: جی ہاں۔ ہمیں ضرور کرنی چاہیے۔

اجنبی: آپ شاید کہیں گے کہ تینوں اقسام کی حکومتوں میں سے وہی ایک ہی وقت میں سخت اور آسان بھی ہے۔

نوجوان سقراط: آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟

اجنبی: میں تین قسم کی حکومتوں کی بات کر رہا ہوں۔ جن کا میں نے اس بحث کے آغاز میں ذکر کیا تھا، بادشاہت، چند افراد کی حکومت اور اکثریت کی حکومت۔

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: اگر ہم ان میں سے ہر ایک کو تقسیم کریں تو ہم چھ عدد حاصل کر لیں گے۔ جن میں سے اصل ساتویں قسم کے طور پر سامنے آئے گی۔

نوجوان سقراط: آپ کس طرح تقسیم کریں گے؟

اجنبی: یہ بادشاہت، شہنشاہیت اور آمریت میں تقسیم ہوتی ہے۔ چند ایک کی حکمرانی اشرافیہ کی حکومت میں، جس کا ایک نمایاں نام ہے۔ امرا اور جمہوریت یا اکثریت کی حکومت جو پہلے ایک تھی اسے ضرور تقسیم کیا جانا چاہیے۔

نوجوان سقراط: تقسیم کے کس قانون کے تحت؟

اجنبی: اسی اصول کے تحت جو پہلے بیان کیا گیا۔ اگرچہ اس نام کے دو معنی سامنے آ چکے ہیں۔ قانون کے ساتھ اور قانون کے بغیر، حکمرانی کی تمیز کا اطلاق اس پر اور اس کے علاوہ دوسروں پر بھی ہوتا ہے۔

نوجوان سقراط: جی ہاں۔

اجنبی: تقسیم سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ جب ہم مکمل ریاست کی تلاش میں تھے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے کہا۔ لیکن اب یہ علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ہم نے کہا دوسرے تنہا ہمارے لیے چھوڑ دیے گئے ہیں۔ قانونی اصول اور غیر کی عدم موجودگی تمام کو تقسیم کرے گی۔

نوجوان سقراط: یہ ایسا ہی ہوتا دکھائی دے گا اس سے جو کچھ کہا گیا۔

اجنبی: اگر شہنشاہیت، اچھے قوانین کی بنیاد پر قائم ہو۔ تو یہ تمام چھ اقسام سے بہتر ہوگی، اس وقت جب کہ لاقانونیت عروج پر ہو اور اس بارے میں ظلمت کا دور دورہ ہو۔

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: چند افراد کی حکومت، جو کہ ایک شخص واحد اور اکثریت کی حکومت کا درمیانی مرحلہ ہے۔ یہ اچھائی اور برائی کا بھی درمیانی دور ہے۔ لیکن اکثریت کی حکومت بڑی اچھائی یا بڑی برائی کرنے سے قاصر اور رہر لحاظ سے کمزور ہوتی ہے۔ جب اس کا دوسری اقسام سے موازنہ کیا جائے کیونکہ اختیارات کئی ایک میں تقسیم ہوتے ہیں اور کئی ایک کا ان پر اختیار ہوگا۔ اس لحاظ سے یہ تمام قانونی حکومت میں سے سب سے زیادہ بدترین طریقۂ حکومت ہے۔ اگر وہ سب قانون کی پابندیوں اور مشکلات سے آزاد ہوں تو جمہوری طریقۂ حکومت میں زندگی بسر کرنا سب سے بہتر ہے۔ اگر ان کی ترتیب اچھی ہو تو پھر یہ آپ کا آخری انتخاب ہونا چاہیے۔ پہلی قسم دوسری سات اقسام میں سے بہترین ہے۔ اس کی حالت دوسری کے مقابلے میں ایسے ہی ہے جیسے عوام میں خدا۔

نوجوان سقراط: آپ بالکل درست کہہ رہے ہیں ہمیں دوسری تمام کے مقابلے میں اس کا انتخاب کرنا چاہیے۔

اجنبی: ایسی ریاستوں کے تمام ارکان ایک کے علاوہ، جس کو علم پر ملکہ ہے، اسے شاید ایک طرف رکھ دیا جائے سیاسی مدبر نہ ہونے کی بنا پر اس کے حامی خوفناک بتوں کے علمبردار اور از خود بت اور بڑے نقال اور جادوگر ہونے کے ناطے وہ سوفسطائیوں میں سے سب سے بڑے ہیں۔

نوجوان سقراط: سوفسطائی کا نام طویل پیچیدہ بحث کے بعد درست طور پر سیاستدانوں کو دیا گیا ہے۔ جیسا کہ وہ قرار دیے گئے ہیں۔

اجنبی: اس طرح ہمارا طنزیہ ڈراما کھیلا جا چکا ہے۔ اور اگرچہ ہمارے ڈرامے کے خیالی کردار جو سٹیج سے اترنے کو ابھی تیار نہیں انھیں بالآخر سیاسی سائنس سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔

نوجوان سقراط: میں بھی ایسا ہی سمجھتا ہوں۔

اجنبی: لیکن اس سے پیچیدہ معاملہ اس کی فطرت کا فیصلہ کرنا باقی ہے۔ کیونکہ وہ اس حوالے سے بہت زیادہ بادشاہ جیسے ہیں اور اس پر بحث اور زیادہ مشکل ہے۔ ان کے امتحان کا موازنہ سونے کی صفائی کے عمل سے ہوگا۔

نوجوان سقراط: آپ کا مطلب کیا ہے؟

اجنبی: مزدور زمین سے پتھر اور مٹی کو ہٹا کر سونے کی تلاش کے عمل کا آغاز کرتا ہے۔ پھر اس کے بعد قیمتی اجزا باقی ماندہ چیزوں میں آمیزے کی شکل میں باقی رہ جاتے ہیں جنھیں صرف آگ سے علیحدہ

کیا جاسکتا ہے۔ تانبا، چاندی اور اسی طرح کی قیمتی دھاتیں، ان کو بالآخر کٹھالیوں کے استعمال سے صاف کیا جاتا ہے حتیٰ کہ سونا اصل صاف حالت میں باقی رہ جاتا ہے۔

نوجوان سقراط: جی ہاں۔ بتایا جاتا ہے کہ اس طریقے سے ہر کام کیا جاتا ہے۔

اجنبی: اس طرح سیاسی سائنس سے تمام غیر متعلقہ معاملات کو علیحدہ کیا گیا ہے۔ اور جو اچھی فطرت کا حامل اور قیمتی ہے، اسے رہنے دیا گیا ہے ابھی منصف اور سپہ سالار کے عظیم فنون باقی ہیں۔ اور اسی طرح اعلیٰ قسم کی گفتگو جو کہ شاہی فن کی ہمراز ہے اور یہ فن انسانوں کو انصاف کرنے کی ترغیب دیتا ہے اور حکومتی معاملات کو بہتر ہونے میں مدد کرتا ہے۔ ہم کیسے اچھی طرح یہ ساری چیزیں صاف کر سکتے ہیں۔ اس کو چھوڑ کر جسے ہم تنہا اور خالص تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں؟

نوجوان سقراط: یہ واضح چیز ہے جس کے بارے میں کسی صورت کوشش کی جائے گی۔

اجنبی: اگر کوشش کرنا ہی مقصود ہے تو یقیناً اس پر روشنی ڈالی جائے گی۔ اور میرا خیال ہے کہ موسیقی کا بیان اس کی نمائش میں مدد کرے گا۔ براہ مہربانی مجھے ایک سوال کا جواب دیں۔

نوجوان سقراط: کون سا سوال؟

اجنبی: ابھی موسیقی یا عمومی طور پر دستکاریوں کے فنون کا سیکھنا باقی ہے؟

نوجوان سقراط: ایسا ہے؟

اجنبی: کیا کوئی اعلیٰ فن ہے یا سائنس جس کی یہ قوت ہو جو فیصلہ کرے کہ کون سا فن سیکھنا ہے اور کون سا نہیں۔ آپ کیا کہتے ہیں؟

نوجوان سقراط: مجھے جواب دینا چاہیے کہ ایسا فن ہے۔

اجنبی: کیا ہم انھیں دوسری سائنس کی شاخوں سے مختلف تسلیم کریں گے؟

نوجوان سقراط: جی ہاں۔

اجنبی: کیا دوسری سائنس اس سے بہتر ہونی چاہیے یا کوئی واحد سائنس یا کوئی دوسری؟

نوجوان سقراط: وہ جس کا بعد میں ذکر کیا گیا۔

اجنبی: آپ کا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ سائنس جو اس کا فیصلہ کرتی ہے کہ ہمیں سیکھنا چاہیے یا کہ نہیں، اس سائنس سے بالاتر ہونی چاہیے کہ جو سیکھا یا سکھایا جاتا ہے؟

نوجوان سقراط: بہت زیادہ اعلیٰ۔

اجنبی: سائنس جو اس بات کا فیصلہ کرتی ہے کہ ہمیں ترغیب دینی چاہیے کہ نہیں۔ اس سائنس سے اعلیٰ ہونی چاہیے جو ترغیب دینے کے قابل ہوتی ہے؟

نوجوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: بہت خوب اکثریت کو ترغیب دینے کا کام ہم کس سائنس کو سونپتے ہیں ایک خوش کن کہانی کے ذریعے، درس وتدریس کے ذریعے نہیں؟

نوجوان سقراط: بہت خوب۔ ہم یہ طاقت کس سائنس کو دیتے ہیں جو یہ فیصلہ کرے کہ ہم کسی کو راغب کرر ہے ہیں یا طاقت کا استعمال کررہے ہیں۔ یا بالکل اس سے باز رکھ رہے ہیں۔

اجنبی: اگر میں غلطی نہیں کرر ہا کون سی سیاست ہوگی؟

نوجوان سقراط: بہت خوب۔

اجنبی: علم خطابت سیاست سے واضح طور پر علیحدہ دکھائی دیتا ہے۔ ایک مختلف چیز ہونے کی بنا پر اگر چہ یہ اس کی مشاورت کرتا ہے؟

نوجوان سقراط: ہاں۔

اجنبی: لیکن آپ دوسری سائنس یا طاقت کے بارے میں کیا کہیں گے؟

نوجوان سقراط: کون سی سائنس۔

اجنبی: سائنس جس کا واسطہ دشمن کے خلاف ہمارے دفاع سے ہے، کیا اسے سائنس قرار دیا جائے گا کہ نہیں؟

نوجوان سقراط: فوجی حربوں اور سپہ سالار (جنرل) کے فرائض کو سائنس کے علاوہ کچھ کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟

اجنبی: کیا یہ فن ہے جو اس بارے میں جانتا ہے کہ جب حالت جنگ ہو تو کس قدر ہدایات دی جاتی ہیں یا امن کے زمانے میں۔ کیا یہ مختلف ہیں یا وہی؟

نوجوان سقراط: اگر ہم مستقل مزاج ہیں تو ہمیں کہنا چاہیے کہ یہ مختلف ہیں۔

اجنبی: ہمیں یہ بھی فرض کرنا چاہیے کہ یہ دوسروں پر حکمرانی کرتا ہے۔ اگر ہم نے اپنا پہلے والا خیال ترک نہیں کرنا؟

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: یہ خیال کرتے ہوئے کہ جنگ کا سارا فن کس قدر خوفناک اور بڑا ہے۔ کیا ہم کسی کا تصور کر سکتے ہیں جو اس سے بالاتر ہو لیکن حقیقی شاہی فن؟

نوجوان سقراط: نہیں، دوسرا نہیں۔

اجنبی: سپہ سالار (جنرل) کا فن صرف مشاورتی ہے، اس لیے سیاسی نہیں؟

نوجوان سقراط: بالکل ٹھیک۔

اجنبی: ایک بار پھر آئیں صحیح منصف (جج) کی فطرت پر غور کریں۔

نوجوان سقراط: بہت خوب۔

اجنبی: کیا وہ لوگوں کے ایک دوسرے سے معاملات نمٹانے کے علاوہ کوئی کام کرتا ہے، جو منصفانہ ہوں یا غیر منصفانہ، ان معیار کے مطابق جو وہ قانون بنانے والوں یا بادشاہ سے حاصل کرتا ہے، اپنی نیک فطرت کا صرف یہ اظہار کرتے ہوئے کہ وہ فیصلہ کرتے وقت قانون بنانے والے کے تقرر کے برعکس نہ تحائف کے لالچ میں آتا ہے، نہ ہی رحم کھاتا ہے اور نہ ہی خوف زدہ ہوتا ہے یا کسی قسم کی دشمنی یا حمایت نہیں کرتا۔

نوجوان سقراط: نہیں اس کا عہدہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ بیان کرتے ہیں۔

اجنبی: تب نتیجہ یہ ہے کہ منصف کی طاقت حقیقی نہیں ہے۔ بلکہ اس کی طاقت یا اختیار قانون کے محافظ کا سا ہے جو شاہی قوت کی مشاورت کرتا ہے۔

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: ان تمام سائنسوں کا تجزیہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ ان میں کوئی بھی شاہی یا سیاسی نہیں۔ کیونکہ حقیقی شاہی کو از خود فعل سرانجام نہیں دینا چاہیے بلکہ ان پر حکمرانی کرنی چاہیے جو کام کرنے کے قابل ہیں۔ بادشاہ کو علم ہونا چاہیے کون سا اقدام اور موقع اہمیت کے لحاظ سے موزوں ہے اور کون سا نہیں جبکہ دوسروں کو اس کے حکم کی تعمیل کرنی چاہیے۔

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: اس لیے فن کے بارے میں جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے، ان کا اپنے آپ پر یا دوسرے پر کوئی اختیار نہیں بلکہ ان میں سے ہر کوئی مخصوص قسم کے فعل سے تعلق رکھتا ہے۔ جیسا کہ ان کا ہونا چاہیے،

کئی اقدامات کے حوالے سے ان کے مخصوص نام ہیں۔

نوجوان سقراط: میں اتفاق کرتا ہوں۔

اجنبی: اور جو سائنس ان سب سے اعلیٰ ترین ہے اور قوانین سے متعلق اور ریاست کو متاثر کرنے والے دوسرے اقدامات کے اختیار کا حامل ہے۔ حقیقی طور پر انھیں ایک کرتا ہے۔ اگر ہم انھیں نئی خوبیوں کے مطابق ان کی مشترکہ فطرت کے تحت بیان کریں تو سچی بات یہ ہے کہ ہم اسے سیاست کہیں گے۔

نوجوان سقراط: بالکل ایسے ہی ہے۔

اجنبی: اب ہم نے ریاست کی کئی مختلف اقسام دریافت کی ہیں۔ کیا میں اس ضابطے کے بعد اسے سیاست کا تجزیہ کہوں گا۔

نوجوان سقراط: میری بڑی خواہش ہے کہ آپ ایسا کریں۔

اجنبی: پھر مجھے شاہی پارچہ جات کی فطرت ضرور بیان کرنی چاہیے اور یہ دکھانا چاہیے کہ مختلف دھاگوں کو کس طرح ایک حصے میں بُنا جاتا ہے۔

نوجوان سقراط: صاف طور پر ایسا ہے۔

اجنبی: ایک کام کو مکمل کرنا پڑے گا جو کہ اگرچہ مشکل ہے یہ لازم دکھائی دیتا ہے۔

نوجوان سقراط: یقیناً کوشش کی جانی چاہیے۔

اجنبی: یہ فرض کرتے ہوئے کہ نیکی کا ایک حصہ کسی مخصوص شے میں دوسرے حصے سے مختلف ہوتا ہے یہ متنازعہ مباحثہ کرنے والوں کے لیے قابل چڑھائی موقع ہے۔ جو کہ ہر دلعزیز رائے کی جانب رجوع کرتا ہے۔

نوجوان سقراط: میں سمجھ نہیں پاتا۔

اجنبی: مجھے ایک اور طریقے سے معاملہ پیش کرنے دیں۔ میں فرض کرتا ہوں کہ آپ نیکی کا حصہ بننے کے لیے حوصلہ پکڑیں گے۔

نوجوان سقراط: یقیناً مجھے کرنا چاہیے۔

اجنبی: آپ سوچیں گے کہ اعتدال حوصلے سے مختلف ہے۔ اس طرح یہ نیکی کا حصہ ہوگا۔

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: میں ان کے بارے میں ایک عجیب نظریہ پیش کرنے کی مہم جوئی کروں گا۔

نوجوان سقراط: وہ کیا ہے؟

اجنبی: یہ کہ دو نظریات ہیں جو ایک دوسرے سے نفرت کی حد تک متضاد ہیں اور فطرت کے لحاظ سے ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔

نوجوان سقراط: جی ہاں۔

اجنبی: پھر آئیں احتیاط کے ساتھ اس کی تحقیق کریں کہ آیا یہ کائنات کے لحاظ سے درست ہے یا نیکی کے جز و ایک دوسرے سے کسی لحاظ سے جنگ کی حالت میں نہیں ہیں۔

نوجوان سقراط: مجھے بتائیں اس سوال پر کیسے غور کریں گے؟

اجنبی: ہمیں اپنے سوال کا دائرہ ان تمام چیزوں تک بڑھا دینا چاہیے جنھیں ہم خوبصورت خیال کرتے ہیں اور اس وقت دو مختلف اقسام میں رکھتے ہیں۔

نوجوان سقراط: وضاحت کریں وہ کیا ہیں؟

اجنبی: جسم میں یا روح میں، آواز کی حرکت میں اور ان کی نقالی میں شوخ پن اور تیزی، جو موسیقی اور مصوری فراہم کرتی ہیں۔ آپ نے اب سے بیشتر اپنے آپ کی تعریف کی ہوگی یا وہاں موجود ہوں گے جہاں دوسروں نے اس کی تعریف کی ہوگی۔

نوجوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: کیا آپ کو وہ شرائط یاد ہیں جن پر ان کی تعریف کی گئی؟

نوجوان سقراط: مجھے یاد نہیں۔

اجنبی: مجھے خدشہ ہے کہ وہ خیالات جو میرے ذہن میں آ رہے ہیں کیا میں ان کو آپ کے لیے صحیح طور پر الفاظ میں بیان کر سکوں گا کہ نہیں؟

نوجوان سقراط: کیوں نہیں؟

اجنبی: آپ کا خیال ہے کہ یہ اس قدر آسان کام ہے۔ خوب۔ آئیں ان خیالات کے بارے میں غور کریں ان مخالف اقسام کے تحت جس میں وہ ہیں۔ جب ہم توانائی اور تیزی کی تعریف کرتے ہیں اور شوخ پن کی جسم، دماغ، آواز یا اس طرح کی دوسری چیزوں کی تو ہم معیار کی تعریف کرتے ہیں

جسے ہم ایک لفظ میں تسلیم کرتے ہیں وہ ایک لفظ حوصلہ یا بھرپور دلیر آدمی ہے۔

نوجوان سقراط: کیسے؟

اجنبی: ہم دلیری، توانائی، سبک رفتاری، بھرپور آدمی اور سخت جان جیسے فعل کی بات کرتے ہیں۔ جب ان تمام فطرتوں کے لیے ہم ایک مشترکہ نام دیتے ہیں تو ہم یقیناً ان کی تعریف کرتے ہیں۔

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: کیا ہم اکثر عمل کی خاموش قسم کی بھی تعریف نہیں کرتے؟

نوجوان سقراط: یقیناً ایسا ہوگا۔

اجنبی: کیا پھر ہم اس کے الٹ نہیں کہتے جو ہم نے دوسروں کے بارے میں کہا؟

نوجوان سقراط: آپ کی اس سے کیا مراد ہے؟

اجنبی: ہم اعلان کرتے ہیں کہ کس قدر پرسکون، اعتدال پسند، دانش مندی کے خاموش اور آہستہ طریقۂ کار میں تسلیم کردہ، عمل میں مستحکم اور پروقار، آواز میں گہراؤ اور تسلسل اور ہر قسم کی موزوں تسلسل کی حرکت اور موسیقی عمومی طور پر جوان سب میں موزوں متانت موجود ہو۔ ان تمام اعمال کو ہم حوصلہ یا دلیری کا نام نہیں دیتے بلکہ ایک ایسا نام دیتے ہیں جو ترتیب کا مظہر ہوتا ہے۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: لیکن دوسری طرف اگر ان میں سے کوئی ایک بھی غلط جگہ پر ہو تو ان میں سے کسی ایک نام پابندی کی مد میں استعمال ہوگا۔

نوجوان سقراط: ایسا کیسے ہے؟

اجنبی: بہت زیادہ تیزی یا سبک رفتاری یا سختی کو تشدد یا پاگل پن کہا جاتا ہے۔ بہت زیادہ سستی یا شرافت کو بزدلی یا مجرمانہ غفلت کہا جاتا ہے۔ ہم شاید اس چیز کا مشاہدہ کریں کہ زیادہ تر یہ خوبیاں اور اعتدال پسندی اور دلیری مخالف کرداروں کی وہ مخالف سمت میں دشمنوں کی صف آرائی کرتی ہے۔ انھیں ان کے عمل کے حوالے سے ایک دوسرے میں ضم نہ کریں اور اگر ہم سوال کا جائزہ لیں ہم دیکھیں گے کہ مختلف خوبیوں کے حامل لوگ مختلف ہوتے ہیں۔

نوجوان سقراط: کس حوالے سے؟

اجنبی: تمام خوبیوں کے حوالے سے جن کا میں نے ذکر کیا اور اسی طرح کئی کے حوالے سے بھی۔ ان کی اپنی نسبت کے حوالے سے وہ کسی فعل کی تعریف یا اس پر الزام عائد کرتے ہیں۔ تعریف اس فعل کی جوان کے اپنے جیسے ہیں اور اپنے مخالف افراد پر الزام عائد کرتے ہیں۔ ان میں سے کئی تنازعات پیدا ہوتے ہیں اور کئی ایسے مواقع جو تنازعات کا باعث بنتے ہیں۔

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: ان دونوں اقسام میں ہمیشہ بہت معمولی فرق ہوتا ہے۔ لیکن ریاست کے امور یا جب اس سے اہم امور متاثر ہوں تو یہ تمام بے ترتیبی، انتہائی قابل نفرت ہوتی ہے۔

نوجوان سقراط: آپ کس کا حوالے دے رہے ہیں؟

اجنبی: ساری انسانی زندگی سے کم نہیں۔ کیونکہ باترتیب قسم ہمیشہ پرامن زندگی بسر کرنے کے لیے رہنمائی کرنے پر تیار ہوتی ہے۔ خاموشی سے اپنا کام کرتے ہوئے یہ ان کا گھر پر برتاؤ کرنے کا بھی انداز ہے۔ وہ اسی طرح دوسرے ممالک کے ساتھ بھی اسی طرح پرامن طریقہ اختیار کرنے کے لیے یکساں تیار ہوتے ہیں۔ اور امن کے مشتاق ہونے کی بنا پر جو کہ اکثر برمحل نہیں ہوتا۔ جہاں ان کا اثر و رسوخ ہوتا ہے۔ وہ غیر جنگجو ہو جاتے ہیں اور اپنی نوجوان نسل کی نشوونما بھی اپنے جیسی کرتے ہیں۔ وہ اپنے دشمنوں کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں۔ پھر چند سال میں وہ، ان کے بچے اور سارا شہر آزاد شہریوں سے غلاموں میں بدل جاتا ہے۔

نوجوان سقراط: کس قدر ظالم قسمت ہے؟

اجنبی: اب سوچیں زیادہ دلیر فطرت کی حامل اقوام سے کیا ہوتا ہے، کیا وہ اکثر اپنے ملک کو جنگ کے نلیے نہیں اکساتے رہتے، فوجی زندگی سے، اپنے جنونی پیار کی بنا پر۔ وہ اپنے خلاف دشمنوں کی طاقت اور تعداد میں اضافہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ وہ یا تو اپنے وطن کو تباہ کروا لیتے ہیں یا اپنے دشمنوں کو غلام بنا لیتے ہیں؟

نوجوان سقراط: یہ دوبارہ ٹھیک ہے۔

اجنبی: کیا ہمیں یہ تسلیم نہیں کرنا چاہیے کہ جہاں یہ دونوں قسمیں پائی جاتی ہیں وہ ایک دوسرے کی طرف شدید نفرت اور دشمنی محسوس کرتے ہیں۔

نوجوان سقراط: ہم اس سے انکار نہیں کر سکتے۔

اجنبی: اس سوال کی طرف واپس جاتے ہوئے جس سے کہ ہم نے آغاز کیا تھا۔ کیا ہم نے یہ دریافت نہیں کیا کہ نیکی کے قابل غور حصے ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور ان کرداروں میں بھی یہی تفریق ہوتی ہے جن میں یہ پائے جاتے ہیں۔

نوجوان سقراط: درست۔

اجنبی: آئیں ایک اور نکتے پر غور کرتے ہیں۔

نوجوان سقراط: وہ کیا ہے؟

اجنبی: میں جاننا چاہتا ہوں کہ کیا کوئی تعمیری فن برے اور اچھے مواد میں سے کوئی معمولی سی چیز بھی پیدا کرے گا۔ اگر یہ مددگار ہو سکتا ہے۔ کیا تمام فنون برائی کو رد نہیں کرتے جس حد تک ممکن ہو سکے اور اچھائی کو قبول کرتے ہیں اور اس طرح موزوں سامان کو ان عناصر سے آیا یکساں یا غیر یکساں، ان کو یکجا کر کے کوئی خیال یا فطرت تیار کی جاتی ہے؟

نوجوان سقراط: یقیناً ایسا ہوگا۔

اجنبی: تب سچا اور اصل فن کبھی برے اور اچھے آدمیوں کے ملاپ سے ریاستی ڈھانچے بنانے کی اجازت نہیں دے گا۔ اگر اس سے اجتناب کیا جا سکے۔ لیکن ان کا آغاز انسانی فطرت کے امتحان سے ہوگا۔ اس کے بعد ان پر موزوں اساتذہ کا اعتماد ہوگا۔ جو اس مقصد کے مشیر ہوتے ہیں۔ وہ از خود حکم دے گی اور اختیارات کی حامل ہوگی۔ ایسے ہی جیسے کپڑے کی بنوائی کا مسلسل ترتیب اور اختیار ان تمام حصوں پر ہوتا ہے جو اس کے لیے سامان تیار کرتے ہیں۔ دوسرے ماتحت فنون کا کام کے حکم کے لیے جو وہ تیاری کے لیے مناسب خیال کرتی ہے۔

نوجوان سقراط: بالکل سچ۔

اجنبی: اسی انداز میں شاہی سائنس قانون کی تعلیم دینے والوں اور ہدایات دینے والوں کے لیے میرے خیال میں سربراہ کا کردار ادا کرتی ہے۔ یہ ملکہ کی طرح کے اختیارات رکھنے کی وجہ سے اس چیز کی آدمیوں کو تربیت دینے کی اجازت نہیں دے گی، جو سیاسی آئین میں غیر مناسب ہوں جبکہ وہ موزوں پیدا کرنے کی خواہاں ہے۔ وہ جن کا نہ دلیری میں حصہ ہو، نہ اعتدال پسندی میں یا دوسری

نیکی کے رجحان میں انھیں بدفطرت کی ضرورت کے تحت پرتشدد انداز میں ناانصاف، گستاخ اور خدا کے تصور سے دور لے جایا جاتا ہے۔ وہ ان سے موت کے ذریعے اور ملک بدر کر کے نجات پاتی ہے اور ان کو سخت ترین سزا دیتی ہے۔

نوجوان سقراط: عام طور پر یہ کہا جاتا ہے۔

اجنبی: لیکن وہ جو جہالت میں مست ہیں انھیں غلامی کے طوق میں جوت دیا جاتا ہے۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: باقی شہری وہ ہیں جن کی اگر تعلیم ہوتی ہے۔ان میں سے کوئی اچھی چیز بنائی جائے گی اور وہ جو حاکم کے کہنے پر متحد ہونے کے قابل ہوتے ہیں۔انھیں بادشاہی فن یکجا اور متحد کر دیتا ہے۔ایک طرف ان کو جن کی فطرت میں دلیری ہوتی ہے جو کہ مستحکم عنصر ہے اور اسے منحرف کہا جاتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف جن کا رجحان ترتیب اور شرافت کی طرف ہوتا ہے اور جنھیں نرم اور کثیف کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے۔ یہ جن کی فطرت کے لحاظ سے مخالفت کی جاتی ہے۔ وہ اس انداز میں پیش کرتی ہے۔

نوجوان سقراط: کس انداز میں؟

اجنبی: سب سے پہلے وہ روح کے اندرونی عنصر کو آفاقی رسی سے جوڑ دیتی ہے۔ جس سے وہ واقف ہوتا ہے۔ پھر جانور کی فطرت سے اسے انسانی رسی سے جوڑ دیا جاتا ہے۔

نوجوان سقراط: میں سمجھ نہیں پایا کہ آپ کی اس سے کیا مراد ہے؟

اجنبی: مطلب یہ ہے کہ باعزت، اچھے اور منصف کے بارے میں اور اس کے متضاد کے بارے میں رائے ہے جو کہ سچی ہے اور اس کی تصدیق تحقیق سے ہوتی ہے، یہ ایک آفاقی اصول ہے۔ جب اسے روح میں بویا جاتا ہے تو یہ قدرت کی طرف سے آسمانی پیدائش کہلاتی ہے۔

نوجوان سقراط: جی ہاں، اس کے علاوہ یہ کیا ہونی چاہیے؟

اجنبی: صرف سیاسی مدبر یا اچھا قانون دان جس کو شاہی حمایت حاصل ہو۔ وہ یہ رائے بنا سکتا ہے اور وہ حقیقی تعلیم یافتہ ہے جس کے بارے میں ہم بیان کر رہے تھے۔

نوجوان سقراط: کافی حد تک ایسا ہی ہے۔

اجنبی: لیکن وہ جو کچھ نہ کر سکے ہم اسے کوئی نام تفویض نہیں کریں گے۔ جو موجودہ بحث کا عنوان ہے۔

نوجوان سقراط: بہت درست۔

اجنبی: یہ باحوصلہ روح جب سچ کی بنا پر مذہب بن جاتی ہے۔اور انصاف میں شرکت کے لیے مزید کردار ادا کرتی ہے۔لیکن جب اس کا رجحان شرکت کے لیے نہ ہو تو بربریت کی طرف راغب ہوتی ہے۔ کیا یہ درست نہیں ہے؟

نوجوان سقراط: یقیناً۔

اجنبی: اور پھر اگر امن پسند اور ترتیب کی حامل فطرت اس رائے میں حصہ لے تو یہ اعتدال پسند اور عقلمند ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ یہ ریاست میں ہو لیکن اگر ریاست میں نہیں تو جیسا کہ مستحق ہوتی ہے یہ باعث شرم بیماری کا نام پاتی ہے۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک دوسرے سے برائی کا ہمیشہ کے لیے تعلق جوڑتی ہے یا اچھائی سے یا کیا کوئی سائنس اس طرح کے مواد کو یکجا کرنے کے لیے ان دونوں کو مشترکہ استعمال کرنے کا سنجیدگی سے غور کرے گی۔

نوجوان سقراط: ناممکن۔

اجنبی: لیکن وہ جو بنیادی طور پر اچھی فطرت کے مالک ہیں اور وہ جن کی دیکھ بھال اچھے طریقے سے ہوئی ہے۔ان میں شاید ہم یہ نہیں کہیں گے کہ اتحاد قانون پیدا کرتا ہے اور یہ کہ یہ ایک ادویہ ہے جو فن ان کے لیے تجویز کرتا ہے اور تمام بندھن جو متضاد کو جوڑتے ہیں وہ جیسا کہ میں کہہ رہا تھا، سب آفاقی ہیں۔

نوجوان سقراط: بہت خوب۔

اجنبی: یہ آفاقی جوڑ کہاں بنتا ہے اس کو جاننے میں کوئی مشکل درپیش نہیں، یا جب آپ نے جان لیا ہے تو پھر ایک اور جوڑ پیدا کرنے میں کوئی دشواری نہیں جو صرف انسانی ہے۔

نوجوان سقراط: ایسا کس طرح ہے اور آپ کی مراد کس جوڑ سے ہے؟

اجنبی باہمی شادی اور تعلق کے حقوق کی بنیاد پر بننے والے جوڑ جو کسی ریاست میں بچے دینے اور لینے

سے بنتا ہے، یا افراد کے درمیان نجی منگنی اور سگائی کر کے کیونکہ بہت سارے لوگ شادی کے بندھن میں بندھ تو جاتے ہیں یہ بات سوچے بغیر کہ ان کی نئی نسل کے لیے کیا بہتر ہے؟

نوجوان سقراط: کس طریقے سے؟

اجنبی: وہ دولت اور طاقت کی تلاش کرتے ہیں شادی کے بندھن میں ان کا مقصد سنجیدہ نہیں ہوتا۔

نوجوان سقراط: ان پر غور کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اجنبی: مزید وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کے عمل پر غور کرنا خاندان کو اپنا بڑا مقصد بنا لیتے ہیں اور ان کی غلطی کی نشاندہی کرنا ہے۔

نوجوان سقراط: بالکل درست۔

اجنبی: وہ قطعی طور پر اچھے اصول پر عمل نہیں کرتے۔ وہ اپنے معاملے کی تلاش میں رہتے ہیں اور جوان جیسے ہوتے ہیں ان کا پرتپاک استقبال کرتے ہیں اور نفرت کی بہت زیادہ شدت کی بنا پر ان سے نفرت کرتے ہیں جوان جیسے نہیں ہوتے۔

نوجوان سقراط: ایسا کس طرح ہے؟

اجنبی: باسلیقہ افراد کی قسم فطری طور پر اپنے جیسے افراد کی تلاش کرتی ہے جہاں تک شادی کا تعلق ہے۔ اور دلیر لوگ بھی ایسا ہی کرتے ہیں وہ اپنے جیسے لوگوں کی فطرت کی تلاش کرتے ہیں۔ جبکہ انھیں مختصراً اس سے الٹ کرنا چاہیے۔

نوجوان سقراط: کیسے اور ایسا کیونکر ہے؟

اجنبی: کیونکہ حوصلہ جب کئی نسلوں تک سادہ فطرت کے باعث اعتدال پسند نہیں بنتا تو ابتدا میں یہ بڑھتا اور مستحکم ہوتا ہے تاہم بعد میں بالآخر پاگل پن کی حد کو پہنچ کر زوال پذیر ہو جاتا ہے۔

نوجوان سقراط: اسی طرح ہی کافی حد تک ہے۔

اجنبی: اور پھر دوبارہ روح جو حد سے زیادہ جدت پر مبنی ہوتی ہے اور اس میں حوصلے کی کمی ہوتی ہے تو کئی نسلوں تک آرام طلبی کا شکار ہونے کی وجہ سے یہ بالآخر مکمل طور پر بے سود اور غیر متحرک ہو کر رہ جاتی ہے۔

نوجوان سقراط: یہ دوبارہ ایسا ہی ہے۔

اجنبی: یہ وہ بندھن تھے جن کے بارے میں، میں نے کہا کہ بنانے میں کوئی مشکل نہیں اگر صرف دونوں گروہوں کی رائے اچھائی اور توقیر کے بارے میں ایک ہو تو درحقیقت اس واحد کام میں سارا کا سارا شاہی عمل کارفرما ہوگا، کبھی دلیری سے، اعتدال پسند فطرت کو علیحدہ ہونے کی اجازت نہیں دیتے بلکہ اسے اس سے یکجا کرتی ہے۔ تانے اور بانے کی مانند عمومی جذبات، وقار اور شہرت کو ایک دوسرے سے جوڑتے ہوئے، اس میں سے ایک متوازن نسل پیدا ہوتی ہے جن کے ذمے ریاستی امور کا کام سونپا جاتا ہے۔

نوجوان سقراط: آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟

اجنبی: جہاں صرف افسر موجود ہو وہاں آپ کو ضرور ایسا بادشاہ منتخب کرنا چاہیے جس میں یہ دونوں خوبیاں پائی جائیں۔ جب بہت سارے ہوں تو پھر آپ کو کسی ایک میں خوبیاں یکجا کرنی چاہئیں۔ کیونکہ اعتدال پسند حکمران زیادہ بہتر اور محتاط ہوتا ہے۔ لیکن ایسا حکمران معمول میں درکار ہوتا ہے۔

نوجوان سقراط: یقیناً یہ بالکل درست ہے۔

اجنبی: دلیر حکمران کا کردار دوسری طرف انصاف اور عوامی آگاہی کی صورت کے تقاضے پورے نہیں کرتا۔ لیکن عمل کے لحاظ سے قابل قدر معیار تک اعلیٰ ہوتا ہے۔ اور اگر یہ دونوں خوبیاں یکجا درکار ہوں تو وہ ان کے شہر، عوامی یا نجی زندگی میں خوشحالی نہیں پا سکتے۔

نوجوان سقراط: یقیناً وہ نہیں کر سکتے۔

اجنبی: اسے پھر ہم سیاسی حد کی معراج تصور کرتے ہیں جو کہ اعتدال پسند اور دلیر کا براہ راست ملاپ ہے۔ جب کبھی شاہی سائنس نے ذہنوں کو ایک دوسرے سے ملا دیا، دوستی اور یکسانیت میں اور باوقار اور بہتر خدمات سرانجام دینے کے لیے جسے سیاسی زندگی تسلیم کر لیا اور شہر کے تمام دوسرے باشندوں کو اس میں شامل کرے۔ غلام یا آزاد تمام کو تو وہ یکجا کر دیتے ہیں اور ان پر حکمرانی کرتے ہیں۔ جب تک کوئی خوش ہو وہ شہر کا باشندہ ہوگا، کوئی بھی خوشیاں حاصل کرنے میں ناکام نہیں ہوتا۔

نوجوان سقراط: اجنبی سوفسطائی کی طرح آپ کی بادشاہ اور سیاستدان سے متعلق تصویر ہر لحاظ سے مکمل ہے۔

فلیبس

(PHILEBUS)

شرکائے گفتگو:

سقراط(Socrates)، **پروٹرچس**(Protarchus)، **فلیبس**(Philebus)

سقراط: (پروٹرچس) آپ اس مقام کی نوعیت کا مشاہدہ کریں جو آپ فلیبس سے حاصل کرنے والے ہیں اور دوسرے اس مقام کا جو میں نے اختیار کر رکھا ہے۔ جس کی اگر آپ منظوری نہیں دیتے ہو تو اس کا انکار کریں گے۔ کیا آپ اور میں دو اطراف کی نمایندگی کریں گے؟

پروٹرچس: ضرور۔

سقراط: فلیبس کہہ رہا تھا کہ خوشی، سکون اور مسرت اور طمانیت اور ان سے ملتے جلتے احساسات ہر انسان کے لیے بہت اچھے ہوتے ہیں، جہاں تک میری رضامندی کا تعلق ہے، نہ صرف سب کچھ بلکہ عقل، ذہانت و یادداشت اور ان سے ملتی جلتی صلاحیتیں جیسے صائب رائے اور درست استدلال ان سب کے لیے کہیں زیادہ بہتر اور پسندیدہ ہیں جو کہ ان کے ساتھ شریک ہونے کے لائق ہیں اور ان سب کے لیے جو کہ ان تمام چیزوں سے زیادہ فائدہ اٹھانے والے ہیں یا کبھی ہوں گے۔ کیا فلیبس میں نے دونوں اطراف کی بحث کے لیے عمدہ بیان نہیں دے دیا۔

فلیبس: سقراط کوئی چیز بھی عمدہ ترین نہیں ہوسکتی۔

سقراط: اور کیا پروٹرچس، کیا آپ اس حیثیت کو قبول کرتے ہیں جو آپ کو دی گئی ہے؟

پروٹرچس: میں اس کے سوا کچھ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ہمارے بہترین فلیبس نے میدان کو چھوڑ دیا ہے۔

سقراط: یقیناً۔ ان تمام معاملات میں سچ کا فیصلہ کیا جانا چاہیے۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: کیا ہمیں مزید اتفاق کرنا چاہیے۔

پروٹرچس: کس بات پر؟

سقراط: یہ کہ آپ کو اور مجھے کسی ایسی حالت کی نشاندہی کرنی چاہیے یا روح کی حالت میں تبدیلیِ جس میں تمام لوگوں کو خوش کرنے کی خوبی ہو۔

پروٹرچس: جی ہاں، ضرور۔

سقراط: آپ کہتے ہیں کہ سکون اور میں کہتا ہوں عقل ایسی حالت ہے۔

پروٹرچس: درست۔

سقراط: اور پھر کیا ہوگا اگر تیسری حالت بھی ہو جو ان دونوں سے بہتر ہو؟ پھر ہم دونوں غالب ہوں گے، کیا ہم نہیں ہوں گے؟ لیکن یہ زندگی جس میں لوگوں کو خوش کرنے کی واقعی قوت ہے۔ عقل سے زیادہ سکون میں بدل جائے تو ہوسکتا ہے سکون کی زندگی کو شاید عقل کی زندگی پر سبقت حاصل ہوگی۔

پروٹرچس: درست۔

سقراط: یا یہ مقصد کہ بہتر زندگی عقل سے زیادہ منسوب ہے۔ پھر عقل فاتح ہے اور سکون کو شکست ہوگی۔ کیا آپ اس بات سے اتفاق کرتے ہیں؟

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: اور آپ کیا کہتے ہیں فلیبس۔

پھی: میں کہتا ہوں اور ہمیشہ کہوں گا کہ سکون آسان فاتح ہے۔ لیکن پروٹرچس آپ کو ازخود اس کا فیصلہ کرنا چاہیے۔

پروٹرچس: فلیبس، آپ نے بحث کو میرے سپرد کر دیا ہے۔ اس لیے اس معاملے میں آپ کی کوئی رائے باقی نہیں رہی۔

فلیبس: کافی حد تک درست ہے۔ تاہم میں اپنے آپ کو واضح کروں گا اور اپنی بات آپ تک پہنچاؤں گا اور میں دیوی کو اس کا گواہ بناتا ہوں کہ میں اس طرح کرتا ہوں۔

پروٹرچس: آپ کی بات ہمیں شاید سمجھ آ جائے، ہم بھی آپ کے الفاظ کے گواہ ہوں گے۔ اب سقراط، آیا

فلیبس خوش ہو یا ناخوش، ہم بحث کو آگے بڑھائیں گے۔

سقراط: پھر آئیں دیوی سے اس کا آغاز کریں۔ جس کے بارے میں فلیبس کہتا ہے کہ اسے دیوی کہا جاتا ہے لیکن اس کا حقیقی نام سکون ہے۔

پروٹرچس: بہت خوب۔

سقراط: خوف جو میں ہمیشہ محسوس کرتا ہوں پروٹرچس، دیوتاؤں کے ناموں کے بارے میں وہ انسانوں کے ناموں کے مقابلے میں دوسرے خوف سے کہیں زیادہ ہے اب میں دیوی اور ایفروڈائیٹ (Aphrodite) کو اس کا نام ناروا انداز میں دینے کی غلطی نہیں کروں گا۔ اسے اسی نام سے پکارا جانے دیں جو اسے اچھا لگتا ہے۔ لیکن سکون کے بارے میں، میں جانتا ہوں کہ کس طرح کا ہوگا۔ اور اس سے جیسے میں کہہ رہا تھا ہمیں شروع کرنا چاہیے اور غور کرنا چاہیے کہ اس کی فطرت کیا ہے۔ اس کا ایک نام ہے۔ اس لیے آپ سوچیں گے کہ وہ ایک ہے۔ پھر بھی اس کی بدلتی ہوئی غیر یکساں قسمیں ہیں۔ کیا ہم نہیں کہتے کہ اعتدال پسند خوشی کے مالک ہوتے ہیں اور یہ کہ اعتدال پسند میں اعتدال کی حد مختلف ہوتی ہے۔ یہ کہ بے وقوف اس وقت خوش ہوتا ہے جب وہ احمقانہ خیالات اور امیدوں سے لبریز ہوتا ہے۔ اور عقلمند آدمی کے لیے خوشی عقل میں ہوتی ہے۔ کوئی کس قدر بے وقوف ہوگا جو اس کا اعادہ کرے کہ ساری متضاد خوشیاں ایک سی ہوتی ہے۔

پروٹرچس: کیوں سقراط: وہ اس قدر متضاد ہوتی ہیں جیسا کہ وہ متضاد ذرائع سے جنم پاتی ہیں۔ لیکن وہ از خود مختلف نہیں ہوتیں۔ کیا تمام چیزوں کی خوشی خوشی جیسی نہیں ہونی چاہیے۔ وہ اپنے جیسی ہے۔

سقراط: جی ہاں۔ میرے عزیز دوست، جیسے رنگ رنگ جیسا ہوتا ہے۔ جہاں تک رنگوں کا تعلق ہوتا ہے اور ان میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ پھر بھی ہم سب جانتے ہیں کہ کالا صرف سفید سے مختلف ہی نہیں ہوتا بلکہ اس سے مکمل متضاد بھی ہوتا ہے۔ یا پھر جیسا کہ شکل شکل جیسی ہوتی ہے۔ ساری اشکال ایک قسم تصور کی جاتی ہیں پھر بھی کوئی خاص شکل دوسری سے کلی طور پر مختلف ہوگی۔ ان میں لامحدود فرق ہے۔ ہم ایسی ہی مثالیں شاید دوسری چیزوں میں بھی پائیں۔ اس لیے اس بحث پر انحصار نہ کریں۔ مجھے شبہ ہے کہ ہمیں خوشی میں بھی ایسے ہی اختلاف سے دوچار ہونا پڑے گا۔

پروٹرچس: بہت حد تک اس کا امکان ہے لیکن اس سے بحث کیسے غیر منطقی یا بے سود ہوگی؟

سقراط: مختلف کیوں۔ میں اس کا جواب دوں گا، جیسے کہ وہ ہیں۔ آپ ان کے لیے ایک نیا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر آپ کہتے ہیں کہ ساری خوشگوار چیزیں اچھی ہیں۔ اب اگرچہ کوئی بھی بحث نہیں کرسکتا کہ خوشی خوشی نہیں ہے۔ وہ شاید یہ رائے دے جیسا کہ ہم کہہ رہے ہیں کہ خوشیاں اکثر اچھی کے مقابلے میں بری ہوتی ہیں۔ لیکن آپ ان سب کو اچھی کہتے ہیں۔ لیکن اسی وقت اس بات پر مجبور ہیں اگر آپ کو دبایا جائے کہ وہ غیر یکساں ہیں۔ اس لیے آپ کو ہمیں ضرور بتانا چاہیے کہ اچھی اور بری خوشی میں کون سی چیز یکساں خوبی کی مالک ہے جو آپ کو اچھا بناتی ہے۔

پروٹرچس: آپ کا کیا مطلب ہے، سقراط؟ کیا آپ سوچتے ہیں کہ کیا کوئی جو کہے کہ خوشی اچھی ہوگی۔ اس خیال کو برداشت کرے گا کہ کچھ خوشیاں اچھی اور کچھ بری ہیں۔

سقراط: پھر بھی اس بات کو تسلیم کریں گے کہ وہ ایک دوسری سے مختلف ہیں اور بعض اوقات ان کی مخالفت ہوتی ہے۔

پروٹرچس: جب تک وہ خوشیاں ہیں اس حد تک نہیں۔

سقراط: پروٹرچس یہ پہلی والی حالت کی طرف واپسی ہے۔ اور ہمیں کہنا ہے (کیا ہم نے) کہنا ہے کہ خوشیوں میں کوئی فرق نہیں بلکہ وہ سب یکساں ہیں اور جو مثالیں ابھی بیان کی گئی ہیں وہ ہمارے کند ذہن میں نہیں آئیں۔ لیکن ہم بحث کرتے چلے جاتے ہیں بالکل ویسے ہی کمزور ترین اور غیر تجربہ کار وجوہات بیان کرنے والے کی طرح۔

پروٹرچس: آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟

سقراط: کیوں، میرے کہنے کا مقصد ہے کہ اگر میں پسند کروں تو اپنے دفاع میں آپ کی مثال کی تقلید کرسکتا ہوں۔ اور دلیری سے کہتا ہوں دو چیزیں جو بالکل مختلف ہیں وہ بڑی حد تک یکساں ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ میں اور آپ مباحثے کے فن میں اپنے آپ کو ناپختہ ثابت کریں گے اور اس سے بحث ختم ہوکر رہ جائے گی۔ فرض کریں ہم واپس اپنے پہلے والے مقام پر چلے جاتے ہیں۔ پھر شاید ہم ایک دوسرے سے افہام وتفہیم پر پہنچ جائیں گے۔

پروٹرچس: آپ کی اس سے کیا مراد ہے؟

سقراط: کیا پروٹرچس آپ مجھ سے ایک سوال پوچھ سکتے ہیں؟

پروٹرچس: کون ساسوال؟

سقراط: مجھ سے پوچھیں جب آپ نے پہلے مجھ سے عقل، سائنس اور ذہن اور ان جیسی دوسری خصوصیات کے اچھا ہونے کے بارے میں پوچھا تھا تو میں نے ان کے اچھا ہونے کی تصدیق کی تھی، تو کیا یہ ان ہی خوشیوں اور مسرتوں کا معاملہ نہیں ہے جن کی تم بات کر رہے ہو۔

پروٹرچس: آپ کا کیا مطلب ہے؟

اجنبی: سائنس کی لاتعداد قسمیں ہیں ان میں کئی اختلاف پائے جاتے ہیں لیکن ان کا اعتراف کرتے ہوئے بھی خوشیوں کی مثال کی طرح وہ مختلف بھی ہیں اور متضاد بھی۔ کیا مجھے علم الکلام کا نام پانے کے قابل ہونا چاہیے، اگر اس مشکل سے گریز کرنے کے لیے میں کہوں (جیسا کہ آپ خوشیوں کے بارے میں کہہ رہے ہیں) کہ ایک سائنس کا دوسری سائنس کے حوالے سے کوئی فرق نہیں۔ کیا بحث کا بانی اور مخالفت کرنے والا ایک فضول کہانی نہیں ہوگی۔ اگرچہ ہم خودفریب کاری سے چمٹ کر ڈوبنے سے بچنا چاہیں گے۔

پروٹرچس: شاید ان میں کوئی بھی ہم پر نازل نہ ہو سوائے ان سے گلوخلاصی کرانے کے، پھر بھی میں انصاف میں مساوات پسند کرتا ہوں جو کہ ہماری دونوں بحثوں پر لاگو ہوتا ہے۔ آئیں فرض کریں کہ کئی طرح کی متضاد خوشیاں ہیں اور کئی طرح کی اور مختلف سائنس ہیں۔

سقراط: آئیں کوئی چیز پوشیدہ نہ رکھیں۔ پروٹرچس آپ کے اور میرے اچھے اختلافات کے حوالے سے۔ بلکہ آئیں ان پر اس امید سے روشنی ڈالیں کہ ان کی جانچ پڑتال کے عمل کے دوران یہ بات شاید سامنے آئے کہ کیا خوشی کو اچھا، عقل مندی یا کوئی تیسری قسم کہا جائے گا کیونکہ ہم یہ فیصلہ نہیں کر رہے ہیں کہ آپ کے یا میرے خیالات ایک دوسرے پر چھا جائیں گے بلکہ یہ کہ ہم دونوں کو سچ کے لیے جنگ کرنی ہے۔

پروٹرچس: یقیناً۔ ہمیں کرنی چاہیے۔

سقراط: پھر آئیں مزید، ٹھوس افہام وتفہیم حاصل کریں اور اصول وضع کریں جس پر بحث کی بنیاد رکھی جائے۔

پروٹرچس: کون سا اصول؟

سقراط: وہ اصول جس کے بارے میں ہمیشہ سارے لوگ مشکل سے دوچار ہوتے ہیں۔ بعض لوگ بعض

اوقات اپنی مرضی کے خلاف۔

پروٹرچس: آسان فہم بات کریں۔

سقراط: اصول جو ابھی سامنے آیا ہے یہ فطرت کا عطیہ ہے کہ ایک کئی اور کئی ایک ہونے چاہئیں۔ یہ حیران کن ترکیب ہے اور وہ جو اس کی تصدیق کرتا ہے وہ حملے کے لیے ''بہت ظاہر'' ہوتا ہے۔

پروٹرچس: کیا آپ کا مطلب ہے جب کوئی آدمی کہتا ہے کہ میں پروٹرچس فطرت کے لحاظ سے ایک ہوں اور کئی بھی۔ ''مجھے'' ایک کو کئی ''مجھ کے'' میں تقسیم کرتا ہے۔ اور حتیٰ کہ ان کو بڑے چھوٹے ہلکے اور بھاری کئی ہزاروں طریقوں سے مخالفت کرتے ہیں۔

سقراط: یہ پروٹرچس ایک اور کئی کے بارے میں عام اور تسلیم شدہ متناقص خیالات ہیں۔ جو میں کہہ رہا ہوں کہ اس وقت تک ہر کوئی بچوں کی طرح اور واضح طور پر اس درست طریقے کو رد کرنے پر اتفاق کرتا ہے۔ دوسری الجھن کی مزید حمایت نہیں کی جاتی جس میں ایک آدمی ثابت کرتا ہے کہ کسی چیز کے حصے اور ارکان تقسیم ہوں گے۔ اور پھر اس کا اقرار کرتے ہوئے کہ وہ سب ایک ہیں۔ پھر اپنے ہی الفاظ کی ہنستے ہوئے نفی کرتا ہے۔ کہ یہ معجزہ کیوں ہے کہ ایک کئی اور لامحدود اور کئی صرف ایک ہیں۔

پروٹرچس: سقراط کیا۔ دوسرے تمام معجزے اس مضمون سے منسلک ہیں۔ جس پر آپ کہتے ہیں جو کہ ابھی تک نہ عام ہوا ہے نہ ہی تسلیم کیا گیا ہے؟

سقراط: میرے بیٹے جب کوئی چیز ان چیزوں سے تعلق نہ رکھتی ہو جو پیدا ہوتی یا ختم ہوتی ہیں جیسا کہ ہم اس موقع پر ان چیزوں کے بارے میں تیار تھے۔ ان معاملات میں جب اتحاد اس قدر مستحکم ہو۔ تو جیسا کہ میں کہہ رہا تھا کہ عالمگیر اصول یہ ہے کہ ان کی تردید کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن جب یہ کہا جاتا ہے کہ آدمی ایک ہے یا بیل ایک ہے یا خوبصورتی یا اچھائی ایک ہے۔ پھر ان اتفاقات کے بارے میں دلچسپی یہ رہ جاتی ہے کہ جو کوشش ان کو تقسیم کرنے کے لیے کی جاتی ہے وہ تنازع کو جنم دیتی ہے۔

پروٹرچس: کس فطرت کے تنازع کو؟

سقراط: پہلا تنازع تو یہ ہے کہ آیا اس اتحاد کا کوئی حقیقی وجود ہے یا پھر یہ کہ ہر ایک انفرادی اتحاد ہمیشہ ایک ہونے کی بنا پر کیسے، اسے لاتعداد اور کئی کہا جا سکتا ہے جبکہ یہ تباہ ہونے یا بننے کا اہل نہیں۔ بلکہ یہ

اپنی مستقل انفرادیت قائم رکھے ہوئے ہے۔ یا اب یہ کہ سارا اس سے تقسیم کیا گیا ہے۔ جو کہ جلد ناممکن بن کر سامنے آئے گا۔ کیونکہ ایک چیز ایک ہی وقت میں ایک اور کئی کیسے ہو سکتی ہے؟ پروٹرچس۔ یہ حقیقی مشکلات ہیں اور یہ ایک اور کئی سے متعلق ہیں۔ یہ بڑی مشکل کا ذریعہ ہیں اگر برا فیصلہ کیا جائے۔ ان کا درست فیصلہ بڑا مددگار ہے۔

پروٹرچس: پھر سقراط: آئیں سوالوں کی وضاحت سے بحث کا آغاز کریں۔

سقراط: یہی تو ہے جس کی مجھے خواہش کرنی چاہیے۔

پروٹرچس: اور مجھے یقین ہے کہ میرے سارے دوسرے دوست اس بحث کو سن کر خوش ہوں گے۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ فلیپس یہاں سے چلا نہیں گیا اور یہ کہ بہتر تھا کہ ہم نے اسے سوالوں سے مشتعل نہ کیا ہوتا۔

سقراط: خوب۔ ہم یہ خوفناک جنگ کہاں سے شروع کریں۔ جس میں یہ مختلف نکات پھر زیر بحث آئیں۔ کیا ہم ایسے ابتدا کریں گے؟

پروٹرچس: کیسے؟

سقراط: ہم کہتے ہیں کہ ایک اور کئی خیالات کے ذریعے ایک ہو جاتے ہیں۔ اور یہ کہ اب جب وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ اکٹھے حرکت کرتے ہیں ہر اس لفظ سے جو ادا کیا جاتا ہے۔ اور یہ کہ ان کا اتحاد کبھی نہیں رکے گا۔ اس کی ابتدا اب نہیں ہو رہی بلکہ یہ جیسا میرا یقین ہے خیالات کی ہمیشہ سے اپنی خوبی ہے جو کبھی پرانی نہیں ہوتی۔ کوئی جوان آدمی جوان حقائق کا پہلی دفعہ تجربہ کرتا ہے وہ خوش ہوتا ہے اور تصور کرتا ہے کہ اسے خزانہ مل گیا ہے۔ اپنی خوشی کے پہلے جذبے میں وہ کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا بلکہ خیالات کو دوڑانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا۔ اب اس کے ذہن میں کئی خیالات ایک ساتھ پیدا ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ جنھیں اکٹھا کیا جاتا ہے اور پھر ان کو کھولتے اور تقسیم کرتے ہوئے وہ پہلے از خود الجھن کا شکار ہو جاتا ہے اور پھر اپنے پڑوسیوں کو اس کا شکار کر دیتا ہے۔ آیا وہ جوان ہوں یا بوڑھے، یا اس کی اپنی عمر کے لوگ ہوں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ باپ یا ماں کو بھی نہیں بخشتا۔ کوئی بھی انسان جو سن سکتا ہے، ان سے محفوظ نہیں ہے۔ حتیٰ کہ اس کا کتا تک بھی نہیں۔ اور ایک بربری کو بھی اس سے بچنے کا کوئی موقع نہیں ملتا۔ اگر کوئی مترجم حاصل کیا

جا سکتا ہو۔

پروٹرچس: سقراط۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ ہم تعداد میں کتنے ہیں اور ہم سب نوجوان ہیں کیا یہ خطرہ موجود نہیں کہ میں اور فلیبس ہم سب آپ پر پل پڑیں گے، اگر آپ نے ہم سے بدکلامی کی؟ ہم سمجھتے ہیں کہ آپ کا کیا مطلب ہے۔ لیکن کیا اس میں کوئی کشش نہیں کہ ہم اس ساری الجھن کو ختم کر سکیں۔ سچ تک پہنچنے کا کوئی اور مؤثر طریقہ نہیں۔ اگر کوئی ہے تو ہم امید کرتے ہیں کہ آپ ہماری اس طریقے کے ذریعے رہنمائی کریں گے۔ اس صورت میں ہم آپ کو سمجھنے کی اپنی پوری کوشش کریں۔ کیونکہ سقراط جس سوال کا جواب ہم حاصل کرنے میں مصروف ہیں وہ غیر اہم نہیں۔

سقراط: غیر اہم کا متضاد۔ میرے بیٹے جیسے فلیبس آپ کو کہتا ہے۔ نہ کوئی ہے اور نہ ہی ہوگا۔ میرے اپنے من پسند طریقے سے۔ جس نے پہلے ہی مجھے تباہ کیا ہے اور ضرورت کے وقت تنہا چھوڑ دیا۔

پروٹرچس: مجھے بتائیں وہ کیا ہے؟

سقراط: ایک کوئی جس کی آسانی سے نشاندہی کی جائے گی۔ لیکن کسی بھی طریقے سے اسے آسانی سے لاگو نہیں کیا جا سکتا۔ یہ فنون میں تمام دریافتوں کو جنم دینے والا ہے۔۔

پروٹرچس: مجھے بتائیں یہ کیا ہے؟

سقراط: آسمان سے ایک تحفہ۔ جو میں سمجھتا ہوں کہ خدا نے دیوتا کے ہاتھ سے خاص لوگوں میں بانٹا ہے۔ اس طرح جو ہمارے مقابلے میں دیوتاؤں کے قریب تر تھے انھیں یہ روایات عطا کی گئیں کہ جو کوئی بھی چیز ہے وہ ایک اور کئی پر مشتمل ہے اور یہ کہ ان میں لامتناہی سلسلہ رکھا گیا ہے۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ دنیا کی یہ ترتیب ہے ہمیں بھی بحث کا آغاز اس ایک خیال سے کرنا چاہیے، یہ اتحاد ہم ہر چیز میں پائیں گے۔ اسے پا لینے کے بعد ہم دو کے وجود کے بارے میں بات آگے بڑھا سکیں گے۔ اگر دو ہوں گے یا اگر نہیں، تو پھر تین اور دوسرے اعداد سے متعلق۔ ان میں سے ہر اکائی کی مزید تقسیم کر کے۔ حتیٰ کہ بالآخر وہ اتحاد جس سے ہم نے آغاز کیا وہ ایک، کئی یا لاتعداد دکھائی نہیں دیتا بلکہ ایک مخصوص عدد بھی سامنے آتا ہے۔ لامتناہی کو کئی کی وجہ سے مشکل سے دوچار نہیں ہونا چاہیے۔ جب تک کہ اتحاد اور لامتناہی کے درمیان سارے اعداد دریافت نہ ہو جائیں۔ اس وقت تک ہم تقسیم کو چھوڑ دیں گے اور اپنے آپ کو نہ ختم ہونے والی اس تقسیم سے دوچار کرنے کی بجائے

لا متناہی سلسلہ میں جانے کی اجازت دیں گے۔ وہ جیسا کہ میں کہہ رہا تھا یہ غور کرنے، سکھانے اور بتانے کا طریقہ ہے جو خدا نے ہمیں عطا کیا ہے۔ لیکن ہمارے زمانے کے دانشور یا تو بہت تیز ہیں یا بہت زیادہ سست ہیں، اتحاد میں جمع کو سمجھنے میں۔ کوئی طریقہ نہ جاننے کی وجہ سے وہ اپنے ایک یا کئی طریقے اختیار کرتے ہیں۔ وہ اتحاد لا متناہی میں داخل ہو جاتے ہیں وہ وسطی مرحلے میں کبھی نہیں داخل ہوتے۔ اور یہ میں دہراتا ہوں جو محض مباحثے کے فن اور سچے علم الکلام میں فرق کو ظاہر کرتے ہیں۔

پروٹرچس: میں سوچتا ہوں کہ میں جزوی طور پر آپ کو سمجھا ہوں سقراط۔ لیکن جو آپ کہہ رہے ہیں میں اس بارے میں واضح خیال جاننا چاہتا ہوں۔

سقراط: میں اپنے معنی کو حروف تہجی کے ذریعے واضح کروں گا، پروٹرچس جو آپ کو بچپن میں سکھائے گئے تھے۔

پروٹرچس: ان کے ذریعے معنی کیسے بیان کیے جا سکتے ہیں؟

سقراط: وہ آواز دیتے ہیں جو لبوں سے خارج ہوتا ہے۔ آیا ایک آدمی کے یا زیادہ کے اور تب بھی لا محدود ہیں۔

پروٹرچس: بالکل درست۔

سقراط: پھر بھی یہ نہیں جانا جا سکتا کہ آواز ایک شخص کی ہے یا لا محدود فن یا ہم گفتگو کے فن میں یکتا ہیں لیکن اعداد کا علم اور آواز کی فطرت ہی وہ چیز ہے جو ایک آدمی کو گرائمر دان بناتی ہے۔

پروٹرچس: بالکل درست۔

سقراط: اور علم جو انسان کو موسیقار بناتا ہے وہ بھی اسی قسم کا ہے۔

پروٹرچس: وہ کیسے؟

سقراط: موسیقی اور گرائمر میں آواز یکساں ہوتی ہے؟

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: ایک اوپر ایک نیچے کا کلید (نوٹ) ہوتا ہے اور ایک برابر جگہ کا کلید (نوٹ) ہے۔ ہو سکتا ہے ہم صرف یہی کہہ سکیں؟

پروٹرچس: جی ہاں۔

سقراط: مگر آپ حقیقی موسیقار نہیں ہوں گے اگر آپ صرف یہی جانتے ہیں بلکہ اگر آپ یہ نہیں جانتے تو آپ موسیقی کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔

پروٹرچس: کوئی چیز نہیں۔

سقراط: لیکن جب آپ نے سیکھ لیا ہو کہ کون سی آواز تیز اور کون سی آہستہ ہے اور وقفوں کے اعداد کی فطرت کا آپ کو علم ہو اور اس نظام کا جس میں یہ موجود ہوں جس کو ہمارے آباواجداد نے دریافت کیا اور ہمیں منتقل کیا ہے جو ان کے وارث ہیں باہمی سوچ کے نام پر اور ان میں پائی جانے والی محبت کو جسے اگر اعداد سے ناپا جائے تو اسے ترنم کا نام دیا جانا چاہیے۔ وہ ہمیں بتاتے ہیں کہ ایک اور کئی پر بھی یہی اصول لاگو ہونا چاہیے۔ جب میں کہتا ہوں آپ نے یہ سب سیکھ لیا ہے۔ تب میرے دوست آپ مکمل ہیں۔ آپ کو دوسرا مضمون سمجھنے کے لیے بھی کہا جائے گا۔ جب آپ اسی پر عبور حاصل کر لیں گے۔ لیکن اقسام کا لاتعداد سلسلہ اور افراد کی انفرادیت جو کہ ہر ایک میں پائی جاتی ہے۔ جب اس کی اقسام نہ کی جائیں تو یہ ہم میں سے ہر ایک میں لامتناہی جہالت پیدا کرتا ہے اور وہ جو کسی بھی چیز میں اعداد کی تلاش نہیں کرتا اسے بھی مشہور آدمیوں میں تلاش نہیں کیا جائے گا۔

پروٹرچس: میں سوچتا ہوں فلیبس جو سقراط کہہ رہا ہے وہ بہترین ہے۔

فلیبس: میں بھی ایسا ہی سوچتا ہوں۔ لیکن اس کے الفاظ ہم پر اور بحث پر کیسے لازم ہو گئے ہیں۔

سقراط: فلیبس ہماری طرف سے یہ سوال پوچھنے میں حق بجانب ہے، پروٹرچس۔

پروٹرچس: درحقیقت۔ وہ حق بجانب ہے اور آپ کو ضرور جواب دینا چاہیے۔

سقراط: میں جواب دوں گا۔ لیکن مجھے ان معاملات کے بارے میں پہلے مختصر بات کرنے دیں۔ میں کہہ رہا تھا کہ وہ جو انفرادی اتحاد سے ابتدا کرتا ہے، اس کو اس سے آگے بڑھنا چاہیے لیکن براہ راست لامتناہی پر نہیں بلکہ اعداد کی تعریف تک۔ اب میں کہوں گا تھوڑا مختلف کہ جس نے لامتناہی سے شروع کرنی ہے، اس کو اتحاد میں نہیں کودنا چاہیے۔ اسے اعداد کی تلاش کرنی چاہیے جو کوئی مقدار ظاہر کرتے ہیں اور اس طرح سب مل کر ایک بن جاتے ہیں۔ اب آئیں ہمارے اصول کے بیان سے حروف کے معاملے میں واپس چلیں۔

پروٹرچس: آپ کا مطلب کیا ہے؟

سقراط: کوئی دیوتا یا متبرک لوگ جن کے بارے میں مصری روایتی قصوں میں کہا جاتا ہے کہ ان کا کہنا تھا کہ انسانی آواز لامحدود ہے۔ پہلے اس لامتناہی سلسلہ میں کچھ یکساں آواز والے حروف کی تمیز ہوتی ہے اور پھر دوسرے حروف کی جو اس جیسے الفاظ نہیں رکھتے لیکن وہ حروف علت ہیں (جو کہ نیم حرف علت) ہیں۔ یہ دونوں مختلف اعداد میں ظاہر ہوتے ہیں۔ بالآخر تیسری قسم کے حروف کی تمیز ہوتی ہے جنھیں ہم آواز کو دبانے والے حروف کہتے ہیں (بغیر آواز کے حروف تہجی)۔ ان حروف علت اور نیم حروف علت کی تقسیم ہوتی ہے۔ انفرادی آواز کے حوالے سے اور ان حروف کو یکساں نام دیا جاتا ہے اور یہ دیکھتے ہوئے کہ کوئی بھی ان میں سے کسی سے کچھ نہیں سیکھ سکتا اور اس کا ملاپ پر غور کرتے ہوئے میں نے انھیں ایک انداز میں ملایا اور ان سب کو ایک فن سونپ دیا۔ اسے اس نے گرائمر یا حروف کے فن کا نام دیا۔

فلیبس: اس بیان نے پروٹرچس اصل بیان سمجھنے میں میری مدد کی ہے۔ لیکن اب بھی اس خرابی کو محسوس کرتا ہوں جس کے بارے میں میں نے ابھی شکایت کی ہے۔

سقراط: کیا آپ یہ پوچھنے والے ہیں فلیبس کہ اس کا بحث سے کیا واسطہ ہے؟

فلیبس: ہاں۔ یہ ایک سوال ہے جو پروٹرچس اور میں ایک عرصہ سے پوچھ رہے ہیں۔

سقراط: یقیناً۔ آپ کو پہلے ہی جواب مل چکا ہے۔ جیسا کہ آپ کہتے ہیں کہ آپ اتنی دیر سے پوچھ رہے ہیں۔

فلیبس: وہ کیسے؟

سقراط: کیا ہم نے خوشی اور عقل کی تقابلی اہلیت کے بارے میں سوال کر کے بحث کا آغاز نہیں کیا تھا؟

فلیبس: یقیناً۔

سقراط: اور ہم اس بات کا اعادہ کرتے ہیں کہ وہ ہر ایک واحد ہے۔

فلیبس: درست۔

سقراط: مختصر سوال جس کے جواب کا بحث تقاضا کرتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ کیسے ایک بھی ہیں اور کئی بھی؟ (یعنی وہ کس طرح ایک بھی ہیں اور کئی چیزیں بھی) اور کیا وہ فوری طور پر لامحدود نہیں ہیں۔ ان میں

کسی ایک کو کتنے اعداد سونپے جائیں گے اس سے قبل کہ وہ لامحدود میں داخل ہو جائیں۔

پروٹرچس: یہ بڑا سنجیدہ سوال ہے، فلپس۔ جس پر ذاتی طور پر سقراط ہمیں لے آئے ہیں۔ اور وہ اس سے خوش ہوگا جو اس کو سوالوں کا جواب دے گا۔ میرے سوال کا جواب دینے کے قابل نہ ہونے سے شاید صورت حال مضحکہ خیز ہو اسی لیے یہ کام آپ کو سونپا جاتا ہے۔ جب میں نے ساری بحث کی ذمہ داری اٹھا رکھی ہے۔ لیکن اگر ہم میں سے کوئی بھی جواب دینے کے قابل نہ ہوا۔ تو میرا خیال ہے اس کا نتیجہ مزید مضحکہ خیز ہوگا۔ آئیں پھر غور کریں کہ ہم نے کیا کرنا ہے، سقراط۔ اگر میں نے اس کو درست طور پر سمجھا ہے تو کیا خوشی کی اقسام نہیں ہیں۔ اور اگر ایسا ہے تو ان کی تعداد اور فطرت کیا ہے اور ایسا ہی عقل کے بارے میں ہے۔

سقراط: بالکل درست۔ اے ''کلیاس'' (Callias) کے بیٹے۔ گزشتہ بحث نے واضح کیا کہ اگر ہم ہر چیز کی اقسام ظاہر کرنے کے قابل نہیں جن میں یکسانیت، مشابہت، اتحاد یا ان کے تضادات ہیں تو ہم میں سے کوئی بھی انھیں قطعی سوال کے لیے استعمال نہیں کرے گا۔

پروٹرچس: یہ سچ کے قریب تر دکھائی دیتا ہے۔ سقراط۔ عقلمند آدمی خوش ہوگا اگر وہ ساری چیزیں جانتا ہے۔ اور اس کے لیے اس کے بعد بہتر چیز یہ ہے کہ وہ اسے اپنے آپ کو جاننا چاہیے، میں اس مرحلے پر ایسا کیوں کہتا ہوں؟ میں آپ کو بتاؤں گا۔ آپ نے سقراط ہمیں اپنے ساتھ گفتگو کا یہ موقع فراہم کیا ہے اور ہماری اس میں مدد کرنے کو بھی تیار ہیں کہ انسانوں کے لیے بہتر کیا ہے۔ کیونکہ جب فلپس نے کہا کہ خوشی، مسرت اور مزاح اور اس طرح کی دوسری چیزیں اچھی چیزوں کی معراج ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ اچھی ایک دوسری قسم ہے۔ ہم اپنے آپ کو مستقل یاد دلا رہے ہیں کہ آپ نے کیا کہا۔ اور بڑے موزوں طریقے سے اس طرح کہ ہم ان دو کو جانچنا اور ان کا موازنہ کرنا بھول نہ جائیں۔ یہ اچھائیاں جو آپ کی رائے کے مطابق خوشی سے بہتر ہیں۔ ہماری سوچ کا حقیقی مقصد ذہن، علم، فن، ادراک اور اس طرح کی دوسری چیزیں ہیں۔ بہترین کے بارے میں تنازع تھا۔ ہم نے یہ خوف کے مارے کہا کہ ہمیں اس وقت تک گھر جانے کی اجازت نہ دی جائے جب تک یہ معاملہ طے نہ پا جائے۔ اور آپ نے اس بات سے اتفاق کیا اور اپنے آپ کو ہم پر چھوڑ دیا۔ اب جیسے بچے کہتے ہیں جو فراخدلی سے دیا جائے وہ واپس نہیں لیا جاتا۔ اس لیے ہمارے

خلاف اس طرح لڑنا بند کر دیں۔

سقراط: کس طریقے سے؟

فلپس: ہمیں مشکل میں نہ ڈالیں اور وہ سوال پوچھتے جائیں جن کا ہمارے پاس ابھی تک کوئی جواب نہیں۔ آئیں یہ تصور نہ کریں کہ ہمارے لیے عمومی الجھن اس بحث کا اختتام ہوگا۔ کیا آپ جواب دیتے ہیں جیسا کہ آپ نے وعدہ کیا ہے۔ تب غور کریں کہ کیا آپ خوشی اور علم کو ان کی اقسام کے مطابق تقسیم کریں گے یا آپ معاملے کو ختم ہونے دیں گے، اگر آپ کے پاس ہمارے تنازع کے حل کا کوئی طریقہ ہے۔

سقراط: اگر آپ ایسا کہتے ہیں کہ میرے پاس ان الفاظ کے بارے میں شک کا شکار ہونے کا کوئی جواز نہیں رہا کیونکہ ''اگر آپ خواہاں ہیں'' کے الفاظ میرے تمام شکوک کو دور کرتے ہیں۔ مزید برآں خدا میرے ذہن میں کوئی چیز یاد کراتا دکھائی دیتا ہے۔

فلپس: وہ کیا ہے؟

سقراط: مجھے یاد آیا ہے کہ میں نے کچھ عرصہ قبل خوشی اور عقل کے بارے میں بحث سنی تھی جسے میں جاگتے ہوئے یا خواب میں بیان نہیں کر سکتا۔ ان کی رائے یہ تھی کہ نہ خوشی اور نہ ہی عقل اچھی ہے۔ بلکہ کوئی تیسری چیز بہتر تھی جو ان دونوں سے مختلف تھی۔ اور ان سے بہتر بھی تھی اگر واضح طور پر فیصلہ کیا جائے تو فتح خوشی کے حصے میں نہیں آئے گی۔ کیونکہ اچھے کی اس کے ساتھ شناخت ہوگی۔ کیا میں درست نہیں کہہ رہا؟

پروٹرچس: جی ہاں۔

سقراط: خوشی کی اقسام کی تمیز کرنے کی ضرورت ختم ہو جائے گی۔ جیسا کہ میں سوچنے پر مائل ہوا ہوں۔ لیکن یہ زیادہ واضح ہوگا جیسے ہم بحث کو آگے بڑھائیں گے۔

پروٹرچس: بہت بڑی بات ہے سقراط: دعا ہے معاملہ آگے بڑھائیں جیسا کہ آپ کا مقصد ہے۔

سقراط: لیکن پہلے کسی چند چھوٹے نکات پر اتفاق کریں۔

پروٹرچس: وہ کیا ہیں؟

سقراط: کیا اچھا مکمل ہے یا کہ نامکمل؟

پروٹرچس: تمام چیزوں سے زیادہ مکمل سقراط۔

سقراط: اور کیا اچھا کافی ہے؟

پروٹرچس: جی ہاں۔ یقیناً اور معیار تمام چیزوں سے بالا دست۔

سقراط: کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ تمام ماورائے احساس اچھے کے متلاشی ہونے کی وجہ سے اس کو حاصل کرنے کے خواہاں ہیں۔ اور وہ کوئی ایسی چیز حاصل نہیں کرتے جس میں اچھائی شامل نہ ہو۔

پروٹرچس: یہ ناقابل تردید ہے۔

سقراط: آئیں اب خوشی کی زندگی کو عقل کی زندگی سے علیحدہ کریں اور ان کا جائزہ لیں۔

پروٹرچس: آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟

سقراط: آئیں خوشی کی زندگی میں عقل کو شامل نہ ہونے دیں اور اسی طرح عقل کی زندگی میں خوشی کو کیونکہ اگر اچھائی بالا دست ہے۔ لیکن اگر ان میں کسی کو کسی چیز کا خواہاں دکھایا جائے تو یہ اعلیٰ ترین اچھائی نہیں ہو سکتی۔

پروٹرچس: ناممکن۔

سقراط: آپ ہمیں یہ دو قسم کی زندگی کا جائزہ لینے میں مدد دیں گے۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: پھر جواب دیں۔

پروٹرچس: پوچھیں۔

سقراط: کیا پروٹرچس آپ انتخاب کریں گے۔ کہ آپ کی ساری زندگی انتہائی خوشی میں گزرے؟

پروٹرچس: یقیناً مجھے ایسا کرنا چاہیے۔

سقراط: کیا آپ غور کریں گے کہ آپ کو تب بھی ایک چیز درکار ہوگی اگر آپ نے مکمل خوشی حاصل کرنا ہے؟

پروٹرچس: یقیناً نہیں۔

سقراط: دیکھیں۔ کیا آپ عقل اور ذہانت کی خواہش نہیں کریں گے۔ سوچ بچار اور اس طرح کی دوسری خوبیاں کیا آپ کسی بھی قیمت پر بصارت کی خواہش نہیں کریں گے؟

پروٹرچس: مجھے کیونکر کرنی چاہیے؟ خوشی کے حامل ہونے کی بنا پر میرے پاس ہر چیز ہونی چاہیے۔

سقراط: اس طرح زندگی بسر کرتے ہوئے آپ ساری زندگی اعلیٰ ترین خوشی سے لطف اندوز ہوں گے؟

پروٹرچس: مجھے ہونا چاہیے۔

سقراط: لیکن اگر آپ کا ذہن و یادداشت نہ ہوتی نہ علم اور نہ ہی درست رائے تو پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ اس بات سے کلی طور پر غافل ہوتے کہ آیا آپ خوش ہوئے ہیں یا کہ نہیں کیونکہ مکمل طور پر ذہانت سے بے بہرہ ہوتے۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: اور اسی طرح اگر آپ کی یادداشت نہ ہوتی تو آپ یہ یاد نہ کر پاتے کہ آپ کو کبھی خوشی ملی ہے کہ نہیں، نہ ہی خوشی کا کوئی لمحہ جس سے آپ نے لطف اٹھایا ہوتا وہ آپ کے ساتھ ہوتا اور اگر آپ کی رائے درست نہ ہو آپ یہ نہ سوچیں کہ آپ کو خوشی ملی ہے جب کہ ایسا ہوا تھا۔ جب آپ کے پاس نتیجہ اخذ کرنے کی قوت نہ ہوتی اور آپ کی زندگی ایک آدمی کی زندگی نہ ہوتی بلکہ ایک کستورا مچھلی یا پھیپھڑے کی سی ہوتی۔ کیا ایسا دوسری صورت میں ہوسکتا تھا؟

پروٹرچس: جی نہیں۔

سقراط: کیا ایسی زندگی اہل ہے۔

پروٹرچس: میں آپ کو اس کا جواب نہیں دے سکتا۔ سقراط، بحث نے مجھ سے بولنے کی سکت چھین لی ہے۔

سقراط: ہمیں حوصلہ رکھنا چاہیے۔ آئیں اب ذہن کی زندگی لیں اور اس کی باری پر اس کا جائزہ لیں۔

پروٹرچس: یہ ذہن کی زندگی کیا ہے؟

سقراط: میں جاننا چاہتا ہوں کہ کیا ہم میں سے کوئی ایسی زندگی بسر کرنا چاہے گا کہ اس میں عقل، ذہن، علم اور یادداشت ہو، یعنی ہر چیز لیکن اسے خوشی یا تکلیف کا احساس نہ ہو اور اس طرح کے تمام احساسات کے اثر سے بے بہرہ اور قطعی لاعلم۔

پروٹرچس: یہ زندگی نہیں سقراط: میری نظر میں یا ایسی جیسا کہ مجھے تصور کرنا چاہیے کہ کسی دوسرے کو اس کا انتخاب کرنا چاہیے۔

سقراط: آپ کیا کہتے ہیں پروٹرچس۔ ان دونوں کے ایک میں یا ایک کو جو ان دونوں کے ملاپ سے بنا۔

پروٹرچس: ملاپ سے کیا یہ خوشی ذہن اور عقل سے ہے؟

سقراط: جی ہاں، یہ وہ زندگی ہے جو میری مراد ہے۔

پروٹرچس: رائے کا کوئی اختلاف نہیں ہوسکتا۔ کچھ لوگ نہیں بلکہ سب اس تیسرے طریقے کا انتخاب کریں ان دو کی بجائے اور اس سے اضافی۔

سقراط: لیکن کیا آپ اس کے نتائج سے آگاہ ہیں؟

پروٹرچس: یقیناً میں ہوں گا۔ نتیجہ یہ ہے کہ تین میں سے دو قسم کی زندگی جن کی تجویز دی گئی ہے وہ انسان یا حیوان کے لیے نہ تو کافی ہے اور نہ ہی اہل ہے۔

سقراط: پھر اب اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ان میں سے کوئی بھی اچھی نہیں۔ اچھی زندگی وہ ہوگی جو ہر زندہ چیز کے لیے کافی اور اہل ہو۔ اور اگر ہم سے کسی نے دوسرا کوئی طریقہ منتخب کیا تو اس نے اہلیت کی حقیقی فطرت کے برعکس انتخاب کیا۔ اپنی آزادانہ رائے کا نہیں، بلکہ یا تو غفلت کی بنا پر یا کسی مجبوری کے تحت۔

پروٹرچس: یقیناً یہ درست دکھائی دیتا ہے۔

سقراط: اور اب کیا میں نے یہ پوری طرح سے واضح نہیں کیا فلیبس کہ دیوتاؤں کو اچھے جیسا ظاہر نہیں کیا جائے گا؟

پھی: آپ کا ذہن اچھا نہیں سقراط، کیونکہ آپ کا ذہن اس اعتراض کے لیے کھلا ہوگا۔

سقراط: شاید، فلیبس آپ میرے ذہن کے بارے میں ایسا کہنے میں حق بجانب ہوں گے۔ لیکن سچ یہ ہے جو کہ متبرک ذہن بھی ہے، دوسری صورت سے دور۔ تاہم میں اس وقت پھر ذہن کے لیے آمیزش والی زندگی میں اول مقام کا دعویٰ نہیں کروں گا۔ لیکن ہمیں دوسرے مقام کے حوالے سے کسی اتفاق رائے کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ آپ اس کی تصدیق کریں گے کہ خوشی باہمی زندگی کا سبب ہے اور میرے نزدیک ذہن اس کا باعث ہوسکتا ہے۔ ایسی صورت میں کوئی بھی اچھا نہیں ہوسکتا۔ یا ان میں ایک کو اچھائی کا سبب خیال کیا جاسکتا ہے۔ مجھے فلیبس سے اختلاف کرتے ہوئے بحث کو آگے بڑھانا چاہیے کہ عناصر جو اس زندگی کو اچھا اور اہل بناتے ہیں وہ خوشی کی بجائے زیادہ ذہن سے مطابقت رکھتے ہیں۔ اور اگر یہ درست ہے تو خوشی کے بارے میں نہیں کہا جاسکتا کہ یہ پہلے یا دوسرے مقام کی حامل ہے اور اگر میں اپنے ذہن پر اعتماد کروں تو اسے یہ تیسرا مقام بھی

حاصل نہیں۔

پروٹرچس: درست سقراط۔خوشی مجھے مقابلے کے دوران شکست کا شکار دکھائی دیتی ہے وہ بحث سے مغلوب ہوگئی ہے اور اسے نیچے پچھاڑ دیا گیا ہے۔ مجھے ضرور کہنا چاہیے کہ ذہن بھی شکست سے دوچار ہو جاتا۔اس لیے اس کے بارے میں خیال کیا جائے گا کہ اس نے ایسا دعویٰ نہ کر کے استحقاق کا اظہار کیا ہے۔اور اگر خوشی کو پہلے مقام سے ہی محروم نہیں کر دیا گیا بلکہ دوسرے سے بھی تو یہ اپنے معترضین کی نظر میں خوفناک حد تک گر گئی ہوگی۔ کیونکہ یہ ان کی نظر میں اب بھی پہلے کی طرح موزوں ہوگی۔

سقراط: خوب۔لیکن کیا یہ بہتر نہیں کہ ہم اسے اب چھوڑ دیں۔اور اسے لازم امتحان کی تکلیف سے دوچار نہ کریں، آخر میں اس کا مشاہدہ کرتے ہوئے۔

پروٹرچس: نامعقول سقراط۔

سقراط: کیوں؟ کیونکہ میں نے کہا کہ بہتر ہے ہم خوشی کو تکلیف نہ دیں جو کہ ناممکن ہے۔

پروٹرچس: جی ہاں، اور اس سے بھی زیادہ آپ اس بات سے آگاہ دکھائی نہیں دیتے کہ ہم میں سے کوئی بھی آپ کو گھر نہیں جانے دے گا جب تک آپ بحث کو ختم نہیں کر لیتے۔

سقراط: خدا کی پناہ۔ پروٹرچس، یہ ایک تھکا دینے والا کام ہوگا۔اور اس وقت کوئی آسان کام نہیں۔ کیونکہ ذہن کے معاملے پر جنگ کے لیے جو کہ دوسرا انعام پانے والا ہے۔ مجھے پہلے سے مختلف ہتھیاروں کی ضرورت ہوگی۔ کچھ شاید پہلے والے بھی استعمال ہوں۔کیا پھر مجھے بحث ختم کر دینی چاہیے؟

پروٹرچس: یقیناً۔آپ کو ایسا کرنا چاہیے۔

سقراط: آئیں بنیاد رکھنے میں احتیاط سے کام لیں۔

پروٹرچس: آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟

سقراط: آئیں ساری چیزیں دو میں تقسیم کریں بلکہ اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو تین اقسام میں۔

پروٹرچس: آپ تقسیم کے لیے جو بھی اصول قائم کریں؟

سقراط: آئیں نئے خیالات کے بارے میں بات کریں۔

پروٹرچس: نئے خیالات میں سے کون سے۔

سقراط: کیا ہم نہیں کہہ رہے تھے کہ خدا نے لامحدود اور محدود عناصر متعارف کرائے۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: آئیں۔فرض کریں کہ یہ دو اصول اور ایک تیسرا بھی جو ان سے بنا ہے۔لیکن مجھے خدشہ ہے کہ میں تقسیم اور گنتی کے عمل میں میں مضحکہ خیز حد تک کاہل ہوں۔

پروٹرچس: آپ کا کیا مطلب ہے میرے عزیز دوست؟

سقراط: میں کہتا ہوں کہ ابھی چوتھی قسم بھی درکار ہے۔

پروٹرچس: وہ کیا ہوگی؟

سقراط: تیسری قسم یا ساری اقسام کے مرکب کو لیں اور اسے پہلے والی تینوں میں چوتھی قسم کے طور پر اضافہ کر دیں۔

پروٹرچس: اور کیا آپ پانچویں قسم بھی حاصل کرنا چاہیں گے یا معاملے کے حل اور اس کی ترکیب کا سبب پانا چاہیں گے۔

سقراط: نہیں۔میں اس وقت سوچتا ہوں لیکن اگر آئندہ کسی موقع پر پانچویں قسم چاہوں گا تو مجھے ایسا کرنے کی اجازت دیں گے۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: آئیں اس بحث کا آغاز پہلی تین اقسام سے کریں اور جیسا کہ ہم نے ان تینوں میں سے دو کی واضح تقسیم پائی ہے، آئیں ان کو یکجا کرنے کی کوشش کریں۔اور دیکھیں کہ ان میں ایک اور کئی کیسے موجود ہیں۔

پروٹرچس: اگر آپ اسے مجھ پر مزید واضح کریں گے تو شاید میں آپ کو سمجھنے کے قابل ہو جاؤں۔

سقراط: خوب۔دو قسمیں جن کا میں نے حوالہ دیا وہ ایک سی ہیں۔ایک محدود اور دوسری لامحدود۔میں پہلے یہ دکھاؤں گا کہ لامحدود یقینی طور پر کئی ہیں اور محدود کو اس کے بعد زیر بحث لایا جائے گا۔

پروٹرچس: میں اتفاق کرتا ہوں۔

سقراط: اب اچھی طرح غور کریں۔کیونکہ جس سوال کی طرف میں آپ کی توجہ مبذول کرا رہا ہوں وہ متنازعہ، پیچیدہ اور مشکل ہے۔جب آپ گرم اور ٹھنڈے کی بات کرتے ہیں تو کیا آپ ان خوبیوں میں

کوئی حد قائم کر سکتے ہیں۔کیا کم اور زیادہ جوان کی فطرت میں شامل ہے کسی اختتام تک پہنچنے سے نہیں روکتی۔ کیونکہ اگر ان کا اختتام ہو تو کم یا زیادہ کا از خود کوئی اختتام ہوگا۔

پروٹرچس: یہ بالکل درست ہے۔

سقراط: کبھی جیسا کہ ہم کہتے ہیں گرم اور ٹھنڈے میں زیادتی اور کمی ہوتی ہے۔

پروٹرچس: جی ہاں۔

سقراط: پھر بحث سے اخذ ہوتا ہے کہ اس کا کوئی اختتام نہیں۔اور بلا اختتام ہونے کی وجہ سے یہ لامحدود ہونی چاہیے۔

پروٹرچس: جی ہاں سقراط۔ یہ بالکل درست ہے۔

سقراط: جی ہاں۔میرے پیارے پروٹرچس اور آپ کا جواب مجھے یاد دلاتا ہے کہ اس طرح کے لفظ ''حد سے زیادہ'' جو ابھی آپ نے کہا اور لفظ ''شرافت سے'' کی بھی وہی اہمیت ہے جیسا کہ کم یا زیادہ۔ کیونکہ جب وہ وجود میں آتے ہیں تو وہ معیار قائم کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ وہ درجے کو ہمیشہ عوامل میں متعارف کراتے ہیں۔زیادہ یا کم کو زیادہ یا کم ہونے سے معیار کم ہوتا ہے۔جیسا کہ میں ابھی کہہ رہا تھا کہ اگرچہ معیار اور مقدار اور پیمائش غائب نہیں ہوتے بلکہ انھیں زیادہ یا کم کے دائرے میں مداخلت کرنے کی اجازت دے دی جاتی ہے۔اور دوسرے موازنے میں تو ان آخری والوں کو ان کے دائرہ کار سے نکال باہر کر دیا جائے گا۔جب مخصوص مقدار کو ایک بار تسلیم کیا جاتا ہے تو پھر یہ مزید گرم یا ٹھنڈے کا وجود نہیں رہے گا کیونکہ یہ ہمیشہ بڑھ رہا ہوتا ہے اور کبھی بھی سکون کی حالت میں نہیں لیکن مخصوص مقدار ہمیشہ حالت سکون میں ہے۔جو یہ ثابت کرتا ہے کہ گرم اور ٹھنڈے کے موازنے کو لامتناہی قسم میں شامل کیا جاتا ہے۔

پروٹرچس: آپ کے الفاظ میں سچ یقیناً دکھائی پڑتا ہے۔جیسا کہ آپ کہہ رہے تھے۔ پہلے اس کی تقلید کرنا مشکل ہے۔تاہم میں سوچتا ہوں کہ اگر میں بحث کو آپ سے ایک یا دو بار سن سکوں تو ہمارے مابین لازم سمجھوتہ طے پا سکتا ہے۔

سقراط: جی ہاں۔اور میں آپ کی خواہش پوری کرنے کی کوشش کروں گا۔لیکن میں لاتعداد اعداد کی گنتی میں وقت ضائع نہیں کروں گا۔ مجھے دیکھنے دیں آیا کہ میں اسے لامحدود نہیں سمجھوں گا۔

پروٹرچس: کیا؟

سقراط: میں جاننا چاہتا ہوں کہ آیا یہ چیزیں جو ہمیں کم اور زیادہ دکھائی دیتی ہیں۔ یا انھیں ان الفاظ ''حد سے زیادہ''، ''شرافت سے''، ''انتہائی'' اور اسی طرح کے دوسرے الفاظ کا شاید لامحدود کے طور پر حوالہ نہیں دیا جائے گا جو ان کا اتحاد ہے۔ کیونکہ جیسا کہ ہم نے گزشتہ بحث میں کہا کہ وہ تمام چیزیں جنھیں تقسیم کیا گیا اور منتشر کیا گیا انھیں اکٹھا کیا جانا چاہیے۔ اور ان پر ایک کی فطرت کی مہر لگانی چاہیے۔ اگر ممکن ہو، کیا آپ کو یاد ہے؟

پروٹرچس: جی ہاں۔

سقراط: اور ساری چیزیں جو کم یا زیادہ تسلیم نہیں کی جاتیں۔ بلکہ ان کا تضاد تسلیم ہوتی ہیں۔ کہنے کو یہ ہے کہ سب سے پہلے، مساوات اور برابری، یا پھر دوہری یا اعداد کی دوسری شرح اور پیمائش۔ یہ ساری چیزیں شاید میں سوچتا ہوں، ہم انھیں درست طور پر تباہ کرتے ہیں۔ محدود اور متناہی۔ آپ کیا کہتے ہیں؟

پروٹرچس: بہت خوب۔ سقراط۔

سقراط: اب ہم تیسری اور مرکب قسم کی فطرت بیان کریں گے۔

پروٹرچس: میرا خیال ہے آپ کو مجھے یہ بتانا پڑے گا۔

سقراط: بلکہ خدا آپ کو بتائے گا کہ کیا کوئی خدا ہے جو میری دعا کو سنے گا۔

پروٹرچس: دعا کریں۔ پھر اور سوچیں۔

سقراط: میں سوچ رہا ہوں پروٹرچس۔ اور مجھے یقین ہے کہ کوئی دیوتا ہمارا دوست بن گیا ہے۔

پروٹرچس: آپ کی اس سے کیا مراد ہے۔ اور اس کا آپ کے پاس کیا ثبوت ہے۔ جو آپ کہہ رہے ہیں؟

سقراط: میں آپ کو بتاؤں گا۔ کیا آپ میری بات کو سنتے ہیں۔

پروٹرچس: بات آگے بڑھائیں۔

سقراط: کیا ہم ابھی گرم اور ٹھنڈے کے بارے میں نہیں کہہ رہے تھے؟

پروٹرچس: درست۔

سقراط: اس میں خشک، گیلا کرنے والے، زیادہ، کم، تیز، آہستہ بڑا، چھوٹا اور باقی سب کو جس کو ہم نے گزشتہ بحث میں زیادہ یا کم کے اتحاد میں رکھا۔

پروٹرچس: آپ کا مطلب ہے لامحدود کی قسم میں؟

سقراط: جی ہاں۔ اور اب اسے دوسروں میں ضم کر دیں۔

پروٹرچس: دوسرا کیا ہے؟

سقراط: محدود قسم جسے ہم نے یکجا کرنا ہے جیسے کہ لامحدود کے لیے کیا ہے۔ لیکن شاید یہ اسی چیز پر آئے گا اگر ہم اب ایسا کرتے ہیں۔ جب دو کو یکجا کیا جاتا ہے تو تیسری قسم بنتی ہے۔

پروٹرچس: آپ کی محدود قسم سے کیا مراد ہے؟

سقراط: برابر اور دوہری قسم یا کوئی بھی قسم جو اختلافات اور تضادات کا خاتمہ کرے۔ اور اعداد کو متعارف کرا کر تناسب اور باہمی افہام تفہیم پیدا کرے، مختلف عناصر میں اسے محدود قسم کہا جائے گا۔

پروٹرچس: میں سمجھتا ہوں۔ مجھے آپ کا یہ مطلب واضح ہوا ہے کہ کچھ متضاد چیزوں کو آپ محدود میں ضم کرتے ہیں تو اس سے ایک یقینی قسم بنتی ہے۔

سقراط: جی ہاں۔ میرا یہی مطلب ہے۔

پروٹرچس: بات آگے بڑھائیں۔

سقراط: کیا محدود میں درست شرکت صحت مند نتائج پیدا نہیں کرتی۔ بیماری کی صورت میں مثلاً؟

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: جبکہ اوپر، نیچے، تیز یا آہستہ لامحدود اور لامتناہی ہیں کیا اس سے پہلے بیان کیے گئے اصول ایک حد کو متعارف کراتا ہے اور موسیقی کے سارے ڈھانچے کو مکمل کرتا ہے۔

پروٹرچس: جی ہاں، یقیناً۔

سقراط: یا دوبارہ جب ٹھنڈک یا حرارت کا دور دورہ ہوتا ہے یا ان کا تعارف زیادتی اور لامحدود کا خاتمہ نہیں کر لیتا اور ان کی جگہ ہم آہنگی اور جدت کو جنم دیتی ہے۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: اور متناہی اور لامتناہی کی آمیزش سے موسم جنم لیتے ہیں اور زندگی کی تمام دوسری خوشیاں بھی۔

پروٹرچس: بالکل درست۔

سقراط: اور دوسری دس ہزار چیزوں کو حذف کرتا ہوں جیسا کہ خوبصورتی صحت، طاقت اور کئی طرح کی

خوبصورتی اور روح کی اعلیٰ ترین تکمیل اور میرے خوبصورت فلیبس دیوتا، میں سوچتا ہوں کائناتی آوارگی کو اور ساری چیزوں کی بدمعاشی کو دیکھتے ہوئے اور یہ کہ ان میں خوشی اور خود مداخلت کی کوئی حد نہیں، اس سے امن وامان نے جنم لیا۔ جبکہ جیسا کہ آپ کہتے ہیں فلیبس۔ وہ تکلیف دیتی ہے جیسا کہ میں اعادہ کرتا ہوں۔ روح منقسم کرتی ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے۔ پروٹرچس۔

پروٹرچس: اس کے طریقے میرے ذہن میں اچھی طرح موجود ہیں، سقراط۔

سقراط: آپ مشاہدہ کریں گے کہ میں نے تین قسموں کے بارے میں گفتگو کی ہے؟

پروٹرچس: جی ہاں۔ میرا خیال ہے کہ میں آپ کو سمجھتا ہوں۔ آپ کا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ لامحدود ایک قسم ہے۔ اور محدود ایک دوسری قسم ہے جس کا وجود ہے۔ لیکن آپ تیسری کے بارے میں کیا کہیں گے میں اس بارے میں اتنا پُر یقین نہیں۔

سقراط: یہ اس لیے ہے کہ تیسری قسم کا ششدر کرنے والا تنوع آپ کے لیے کافی زیادہ ہے میرے عزیز دوست۔ لیکن یہ مشکل لامحدود کے حوالے سے نہ تھی۔ جو کئی اقسام کا احاطہ کرتی ہے۔ کیونکہ وہ سب کی سب تھوڑے یا زیادہ کی کلید (Note) سے سربمہر تھیں۔ اس لیے ایک دکھائی دیتی تھیں۔

پروٹرچس: درست۔

سقراط: اور محدود یا حد کی کئی اقسام نہیں ہیں اور ہم اسے فطرت کے لحاظ سے فوراً ایک تسلیم کر لیتے ہیں۔

پروٹرچس: جی ہاں۔

سقراط: جی ہاں۔ درحقیقت اور جب میں تیسری قسم کی بات کرتا ہوں مجھے سمجھیں ان کے بچوں کے حوالے، حقیقی وجود کی پیدائش کے باعث، جو پیمائش سے اثر پذیر ہوتی ہے اور اسے حد متعارف کراتی ہے۔

پروٹرچس: میں سمجھتا ہوں۔

سقراط: ابھی ایک چوتھی قسم ہے جیسا کہ ہم نے کہا جس کی تحقیق کی جائے گی اور آپ نے تحقیقات میں اس کی مدد کرنی چاہیے۔ کیا چیز وجود میں نہیں آتی۔ ضرورت سبب کے تحت وجود پاتی ہے؟

پروٹرچس: جی ہاں، یقیناً، کوئی چیز کیسے ہوسکتی ہے جس کا کوئی سبب نہیں۔

سقراط: اور کیا علت (ایجنٹ) وہی نہیں جو کہ سبب ہے سوائے ناموں کے۔ علت (ایجنٹ) اور سبب کو حقیقی

ایک کہا جا سکتا ہے۔

پروٹرچس: بہت درست۔

سقراط: اور یہی کچھ مریض کے بارے میں کہا جائے گا یا اثر کے بارے میں۔ ہم دیکھیں گے کہ ان میں بھی فرق ہے۔ جیسا کہ میں کہہ رہا تھا صرف نام میں۔ کیا نہیں کریں گے۔

پروٹرچس: ہم کریں گے۔

سقراط: علت (ایجنٹ) اور سبب ہمیشہ قدرتی طور پر قیادت کرتا ہے۔ مریض اور اثر قدرتی طور پر اس کی تقلید کرتے ہیں۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: پھر سبب اور جو نسل میں اس کے ماتحت ہے ایک نہیں، مختلف ہیں۔

پروٹرچس: درست۔

سقراط: کیا وہ چیزیں جو پیدا کی گئیں اور وہ چیزیں جن سے ان نئی چیزوں نے جنم لیا، تینوں اقسام کو پورا کرتی ہیں۔

پروٹرچس: جی ہاں۔

سقراط: خالق اور سبب کے بارے میں ثابت ہو گیا کہ یہ ان سے مختلف ہے اس لیے اسے چوتھا اصول شاید کہا جائے گا؟

پروٹرچس: پھر آئیں اس کو یہی کہیں۔

سقراط: بالکل درست۔ لیکن اب چاروں کی تمیز کرنے کے بعد میرا خیال ہے کہ بہتر ہے ہم ان سب کو ایک ایک کر کے انہیں دوبارہ ذہن نشین کریں۔

پروٹرچس: ضرور۔

سقراط: تب میں سب سے پہلے لامحدود اور لامتناہی کو یاد دلاؤں گا اور دوسرے مرحلے میں محدود اور متناہی کو۔ اس کے بعد تیسری قسم آئے گی جو کہ ایک اصل مرکب اور پیدا کردہ قسم ہو گی۔ میرا خیال ہے کہ اگر میں آمیزش کے سبب اور نسل کو چوتھی قسم کے طور پر بیان کروں تو میں غلطی پر نہیں ہوں گا۔

پروٹرچس: یقیناً نہیں۔

سقراط: اور اب اگلا سوال کیا ہے اور ہم کس طرح ادھر آئے۔ کیا ہم یہ نہیں پوچھ رہے تھے کہ دوسری قسم کا تعلق خوشی اور عقل سے ہے۔

پروٹرچس: جی ہاں یہ ہم کہہ رہے تھے۔

سقراط: اور اب ان نکات کا فیصلہ کر لینے کے بعد کیا ہم پہلی اور دوسری حیثیت کا فیصلہ کرنے کے لیے بہتر حالت میں نہیں۔ جو کہ مباحثے کا اصل عنوان تھا؟

پروٹرچس: میں ایسا کہنے کا حوصلہ کرتا ہوں۔

سقراط: ہم نے کہا اگر آپ کو یاد ہو کہ خوشی اور عقل کی آمیزش والی زندگی فاتح تھی۔ کیا ہم نے نہیں کہا؟

پروٹرچس: درست۔

سقراط: اور ہم دیکھتے ہیں کہ اس زندگی کی فطرت اور حیثیت کیا ہے اور اسے کس قسم کو سونپا جائے گا۔

پروٹرچس: شک سے بالاتر۔

سقراط: اس کا نتیجتاً تیسری یا آمیزش والی قسم میں احاطہ کیا گیا ہے۔ جو کسی دو اجزا پر مشتمل نہیں۔ بلکہ لامتناہی کے تمام اجزا پر مشتمل ہے۔ جنہیں محدود نے زیر کیا ہے۔ اور اس لیے شاید حقیقی معنوں میں فاتح کی زندگی کا احاطہ کرنا کہا جائے گا۔

پروٹرچس: بہت درست۔

سقراط: ہم کیا کہیں گے۔ فلیبس آپ کی زندگی کے بارے میں جو تمام کی تمام مٹھاس ہے اور جن میں جس قسم کا پہلا ذکر کیا گیا اس کا شمار کیا جائے گا۔ شاید آپ اس سے قبل کہ اس کا جواب دیں مجھے ایک سوال پوچھنے کی اجازت دیں۔

پھی: مجھے سننے دیں۔

سقراط: کیا خوشی اور تکلیف کی کوئی حد ہے۔ یا ان کا تعلق اس قسم سے ہے جو کم و بیش کو تسلیم کرتی ہے۔

پھی: ان کا تعلق اس قسم سے ہے جو زیادہ کو تسلیم کرتی ہے۔ سقراط۔ کیونکہ جو خوشی مکمل نہیں ہوگی مقدار اور درجے میں وہ مکمل طور پر اچھی نہیں ہوگی۔

سقراط: نہ ہی فلیبس درد یا تکلیف مکمل برائی ہوگا۔ اس لیے وہ لامحدود عنصر نہیں ہو سکتا جو اچھائی کے کسی درجے کو خوشی سے جوڑتا ہے۔ لیکن اب یہ تسلیم کرتے ہوئے اگر آپ پسند کریں کہ خوشی لامتناہی کی

فطرت ہے۔اے پروٹرچس اور فلیبس جس میں پہلی بیان کردہ قسموں کو کیا بغیر کسی نتیجہ کے عقل، علم اور ذہن کو شامل کر سکتے ہیں۔آئیں احتیاط کریں کیونکہ میرا خیال ہے خطرہ بڑا سنگین ہوگا اگر ہم نے اس مرحلے پر غلطی کی۔

فلیبس: سقراط آپ نے اپنے دلپسند دیوتا کی حد سے بڑھ کر تعریف کی۔

سقراط: اور آپ بھی میرے دوست اپنے دیوتاؤں کی حد سے بڑھ کر تعریف کر رہے ہیں لیکن اب بھی میں آپ سے سوال کا جواب دینے کی استدعا کروں گا۔

پروٹرچس: فلیبس، سقراط بالکل درست کہہ رہا ہے اور ہمیں اسے جواب دینا چاہیے۔

فلیبس: کیا پروٹرچس آپ میری جگہ جواب دینے کی تجویز نہیں دیتے؟

پروٹرچس: جی ہاں میں نے یقیناً ایسا کہا لیکن اب میں بڑی مشکل میں ہوں اور میں آپ سے استدعا کروں گا کہ سقراط ہمارا ترجمان ہوگا۔اور پھر ہم آپ کے دیوتا کے بارے میں کوئی تضحیک آمیز بات نہیں کریں گے۔

سقراط: مجھے ضرور آپ کے حکم کی تعمیل کرنی چاہیے پروٹرچس جو کام آپ نے مجھے سونپا ہے وہ مشکل نہیں ہے۔لیکن کیا فلیبس کی طرح میں نے یہ سوال پوچھ کر آپ کو پریشان کیا کہ ذہن اور علم کا تعلق کس قسم سے ہے۔

پروٹرچس: آپ نے ایسا ہی کیا، سقراط۔

سقراط: پھر بھی جواب آسان ہے جب تمام فلسفیوں کی ایک رائے یہ ہے کہ ذہن آسمان اور زمین کا بادشاہ ہے۔حقیقت میں وہ اپنے آپ کی حد سے زیادہ تعریف کر رہے ہیں۔اور شاید وہ ایسا کرنے میں حق بجانب ہیں۔پھر بھی میں دماغ کی قسم کے بارے میں غور کرنا پسند کروں گا۔اگر آپ مزید اور اعتراض نہیں کرتے۔

فلیبس: آپ اپنا راستہ خود تجویز کریں اور طوالت سے پریشان نہ ہوں۔ہم آپ سے اکتاہٹ کا شکار نہیں ہوں گے۔

سقراط: بہت خوب پروٹرچس آئیں پھر ایک سوال سے آغاز کریں۔

پروٹرچس: کون سا سوال؟

سقراط: کیا وہ سب جسے وہ کائنات کہتے ہیں اسے عدم سبب اور گڈ مڈ کی رہنمائی کے لیے چھوڑا گیا ہے یا اس کے برعکس جیسا کہ ہمارے آباواجداد نے اپنی حیران کن ذہانت اور عقل کے بل بوتے پر بیان کیا، حکومت کی اور حکم دیا ہے۔

پروٹرچس: واضح طور پر دو علیحدہ بیانیہ دعوے ہیں سقراط۔ جس کا آپ ابھی مجھ سے ذکر کر رہے تھے، یہ توہین آمیز دکھائی دیتا ہے۔ لیکن دوسرا جو کہ ذہین ہے تمام چیزوں کو حکم دیتا ہے یہ دنیا کے پہلوؤں کے حوالے سے اہم ہے۔ سورج، چاند، ستارے اور ساری آسمانی اشیا کے حوالے سے، میں اس کا الٹ کسی صورت میں خیال نہیں کروں گا۔

سقراط: کیا ہم پھر ان سے پرانے وقتوں کے اس نظریہ کے اعادہ پر اتفاق کریں گے نہ صرف دوسرے کے بیانات کی تجدید کر کے، آپ اپنے کو خطرے میں ڈالے بغیر بلکہ خطرے میں شریک ہو کر اپنا حصہ ادا کریں گے جو ہمارا انتظار کرے گا۔ جب کوئی غیر دانشمند یہ کہے کہ سب کچھ بے ترتیبی ہے۔

پروٹرچس: وہ یقیناً میری خواہش ہوگی۔

سقراط: اب بحث کے اگلے مرحلے کے بارے میں غور کریں۔

پروٹرچس: مجھے سننے دیں۔

سقراط: ہم دیکھتے ہیں کہ وہ عناصر جو تمام جانوروں کے اجسام کی فطرت میں شامل ہیں مثلاً آگ، پانی، ہوا اور مٹی جیسے طوفان میں گھرا بحری جہاز کا سپاہی چیخ چیخ کر پکارتا ہے ''زمین زمین''۔ یہ دنیا کی تشکیل میں دوبارہ سامنے آتی ہے۔

پروٹرچس: یہ کہاوت شاید ہم پر لاگو ہوگی۔ کیونکہ حقیقی طور پر ہم طوفان میں گھرے ہوئے ہیں اور ہماری دانش، عقل ختم ہونے کو ہے۔

سقراط: ان تمام عناصر کے بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت ہے۔

پروٹرچس: وہ کیا ہے؟

سقراط: ان کا صرف ایک معمولی حصہ ہم میں موجود ہے اور وہ بھی کمتر درجے کا اور کسی طور پر اصل نہیں یا اس کی فطرت کی قوت کا حامل نہیں۔ یہ واقعہ ان سب کو ثابت کرے گا ہم میں اور کائنات میں آگ موجود ہے۔

پروٹرچس: درست۔

سقراط: کیا ہماری آگ کمتر، معمولی اور کمزور نہیں۔ لیکن آگ خوبصورتی اور مقدار کے لحاظ سے جو کائنات میں ہے وہ حیران کن ہے۔ اور اسی آگ میں ہر طاقت موجود ہے۔

پروٹرچس: بالکل درست۔

سقراط: کیا کائنات کی آگ کو ہمارے اندر کی آگ تیز کرتی ہے یا کیا آپ کے اور میرے اندر اور دوسرے جانوروں میں موجود آگ کائنات میں پائی جانے والی آگ کی ماتحت ہے؟

پروٹرچس: یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب دینے کی ضرورت نہیں۔

سقراط: درست۔ اور آپ یہی کہیں گے اگر میں غلطی پر نہیں۔ زمین کے بارے میں جو ہم میں اور کائنات دونوں میں موجود ہے۔ اور آپ یہی جواب دوسرے عناصر کے بارے میں دیں گے۔

پروٹرچس: اگر کوئی آدمی دوسرا جواب دے تو وہ کیسے اپنے حواس میں ہوسکتا ہے۔

سقراط: میں نہیں سمجھتا کہ اپنے حواس میں ہوگا لیکن اب اگلے مرحلے پر چلیں۔ جب آپ نے ان عناصر کو یکجا دیکھا تو ہم نے انہیں جسم کا نام نہیں دیا؟

پروٹرچس: ہم نے ایسا کیا۔

سقراط: اور یہی کچھ نظام کائنات کے بارے میں کہا جائے گا۔ جسے کسی وجہ سے ایک جسم کا نام دیا جائے گا۔ کیونکہ یہ بھی انہی عناصر سے بنا ہے۔

پروٹرچس: بالکل درست۔

سقراط: لیکن ہمارے جسم میں جس کی تمام تر نشو ونما اس جسم سے کی گئی ہے یا یہ کائنات کا جسم ہمارے جسم کا تربیت کردہ ہے۔ اور اس طرح اس میں وہ خوبیاں موجود ہیں جن کے بارے میں ہم ابھی کہہ رہے تھے۔

پروٹرچس: سقراط۔ یہ دوبارہ ایک سوال ہے جو جواب کا مستحق نہیں۔

سقراط: خوب مجھے بتائیں۔ کیا یہ سوال پوچھنے کے قابل ہے؟

پروٹرچس: کون سا سوال؟

سقراط: یہ کہ ہمارے جسم میں روح کی موجودگی کا کہا جاتا ہے۔

پروٹرچس: صاف ظاہر ہے۔

سقراط: جب روح آتی ہے میرے عزیز پروٹرچس جب تک کائنات کا وجود جس میں وہ تمام عناصر موجود ہیں جو ہمارے جسم کا حصہ ہیں بلکہ کائنات کا وجود ہر لحاظ سے بہتر ہے تو کیا اس میں بھی روح موجود ہے۔ یا کیا کوئی اور ذریعہ ہوسکتا ہے؟

پروٹرچس: صاف طور پر سقراط، یہی ایک ذریعہ ہے۔

سقراط: کیوں۔ جی ہاں۔ پروٹرچس کیونکہ ہم اسے چار اقسام میں خیال نہیں کر سکتے۔ محدود، لامحدود دونوں کی بناوٹ۔ اس کا سبب، چوتھی قسم ہے جو ساری چیزوں میں شامل ہوتی ہے یعنی ہمارے جسم کو روح کا دیا جانا اور خود منظم کرنے کا فن، بیماری سے صحت یاب ہونا۔ منظم کرنے، صحت یاب ہونے کے لیے دوسرے طریقے بروئے کار لانا۔ عقل ودانش کے تمام اوصاف کا بھی مالک ہونا ہے۔ میں کہتا ہوں۔ ہم یہ خیال نہیں کر سکتے کہ جب دونوں میں ایک جیسے عناصر موجود ہیں۔ کائنات میں اور اس کے بڑے حصوں میں تو یہ اس آخرالذکر نے اس عظیم حلقے، عمدہ ترین اور اعلیٰ ترین چیزوں کو ترتیب نہیں دیا ہوگا۔

پروٹرچس: اس طرح کا مفروضہ بالکل نامناسب ہے۔

سقراط: پھر اگر اس کا انکار کیا جائے گا۔ کیا ہم دوسرے طریقے اپنانے کے باعث عقلمند نہیں اور اس کا اعادہ کرتے ہوئے کہ کائنات میں ایک دیوہیکل لامتناہی سلسلہ ہے اور ایک موزوں حد۔ جس کے بارے میں ہم نے بات کی ہے۔ اور ایک بڑا سبب جس کی قوت کمتر نہیں جو مہینوں، سالوں اور موسموں کو ترتیب دیتا ہے، اسے عقل اور ذہن کہا جائے گا۔

پروٹرچس: بہت زیادہ منصفانہ انداز میں۔

سقراط: عقل اور ذہن دماغ کے بغیر وجود میں نہیں آسکتے؟

پروٹرچس: یقیناً نہیں۔

سقراط: زیوس یونانی عظیم دیوتا کی متبرک فطرت کے بارے میں کیا آپ نہیں کہیں گے کہ بادشاہ کا ایک روح اور دماغ ہے؟ کیونکہ اس میں سبب کی قوت پائی جاتی ہے۔ جبکہ دوسرے دیوتا کے مختلف اوصاف ہیں۔ جن کو پکارنے سے وہ خوش ہوتے ہیں۔

پروٹرچس: بہت درست۔

سقراط: پھر فرض نہ کریں کہ ہم نے یہ الفاظ جذبات میں استعمال کیے ہیں اور پروٹرچس کیونکہ وہ پرانے وقت کی اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ ذہن کائنات پر حکمرانی کرتا ہے۔

سقراط: اور وہ میرے سوال کا جواب دیتے ہیں، وہ یہ کہتے ہیں کہ ذہن ان سب چاروں اقسام کا موجب ہے۔ جسے ہم سب کے سبب کا نام دیتے ہیں۔ میں سوچتا ہوں کہ آپ نے اب میرا جواب سمجھ لیا ہے۔

پروٹرچس: مجھے حقیقی طور پر جواب مل گیا ہے لیکن اب بھی میں نہیں دیکھتا کہ آپ کے پاس جواب تھا۔

سقراط: بعض اوقات مذاق تازگی کا باعث ہوتا ہے۔ پروٹرچس۔ جب یہ حقیقت میں مداخلت رکھتا ہو۔

پروٹرچس: بہت خوب۔

سقراط: میں سوچتا ہوں، میرے دوست کہ ہم نے واضح طور پر ایک قسم تیار کر دی ہے جس سے دماغ کا تعلق ہے اور جو ذہن کی طاقت ہے۔

پروٹرچس: درست۔

سقراط: وہ قسم جس سے خوشی کا تعلق ہے اس کو کافی عرصہ پہلے دریافت کیا گیا ہے۔

پروٹرچس: جی ہاں۔

سقراط: آئیں یہ بھی یاد رکھیں کہ (۱) ذہن سبب اور اس کے خاندان جیسا تھا۔ (۲) خوشی لامحدود ہے اور اس کا اسی قسم سے تعلق ہے جس کا نہ تو آغاز ہے نہ درمیان اور نہ ہی اختتام۔

پروٹرچس: میں یقیناً اسے یاد رکھوں گا۔

سقراط: ہم نے اس کے بعد دیکھنا ہے کہ ان کی جگہ کیا ہے اور وہ کن حالات میں جنم لیتے ہیں۔ ہم خوشی سے اس کا آغاز کریں گے۔ جب اس قسم کی سب سے پہلے پڑتال کی گئی تھی۔ پھر اب بھی خوشی کو تکلیف کی عدم موجودگی میں نہیں جانچا جا سکتا۔

پروٹرچس: اگر یہی راستہ ہے تو آئیں اس کو اپنائیں۔

سقراط: میں حیران ہوں کہ آپ خوشی اور تکلیف کے منبع کے بارے میں اتفاق کریں گے۔

پروٹرچس: آپ کا کیا مطلب ہے؟

سقراط: میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی فطری جگہ ان کی آمیزش کی قسم میں ہے۔

پروٹرچس: کیا آپ مجھے بتائیں گے کہ پھر پیارے سقراط۔ جن اقسام کے بارے میں پہلے کہا گیا ان میں کون سی آمیزے والی ہے۔

سقراط: میرے پیارے ساتھی میں اپنی اہلیت کے مطابق اپنی بھرپور کوشش کروں گا۔

پروٹرچس: بہت خوب۔

سقراط: آئیں سمجھیں۔ ملی جلی قسم ہوگی جس کو چار کی فہرست میں تیسرے نمبر پر رکھا گیا۔

پروٹرچس: جس کا ذکر محدود اور لامحدود کے بعد آیا۔ جس میں اگر میں غلطی پر نہیں تو آپ نے صحت اور ہم آہنگی کو ظاہر کیا۔

سقراط: بہت خوب، اور کیا اب مجھے آپ اپنی بھرپور توجہ دیں گے۔

پروٹرچس: آگے بڑھیں، میں متوجہ ہوں۔

سقراط: میں کہتا ہوں جب جانوروں میں ہم آہنگی تحلیل ہو جاتی ہے تو اس طرح فطرت اور تکلیف کا پیدا ہونا بھی ختم ہو جاتا ہے۔

پروٹرچس: اس کا بڑی حد تک غالب امکان ہے۔

سقراط: اور ہم آہنگی کی بحالی اور فطرت کی طرف واپسی خوشی کا ذریعہ ہے۔ اگر مجھے بڑے لمحے کے بارے میں چند اور مختصر الفاظ میں بات کرنے کی اجازت دی جائے۔

پروٹرچس: مجھے یقین ہے آپ درست کہہ رہے ہیں سقراط۔ کیا آپ تھوڑا آسان طریقہ اپنانے کی کوشش کریں گے۔

سقراط: کیا ہر روز کا عمل آسان طریقہ بیان نہیں کرتا۔

پروٹرچس: آپ کی مراد کس عمل سے ہے؟

سقراط: بھوک، مثلاً ایک تحلیل کا عمل اور تکلیف ہے۔

پروٹرچس: درست۔

سقراط: جب کہ کھانا شکم سیری اور خوشی کا موجب ہے۔

پروٹرچس: جی ہاں۔

سقراط: پیاس پھر تباہی اور ایک تکلیف ہے۔لیکن خشک جگہ کو تر کرنے کا اثر خوشگوار ہے۔ایک بار پھر غیر فطری تحلیل اور علیحدگی جو حرارت پیدا کرتی ہے وہ تکلیف دہ ہے۔اور قدرتی بحالی اور ٹھنڈک خوشگوار ہے۔

پروٹرچس: بالکل درست۔

سقراط: اور کسی جانور میں غیر فطری طور پر نمی کو جمانا تکلیف کا باعث ہے اور عناصر کی اپنی حالت میں قدرتی طور پر بحالی خوشی کا ذریعہ ہے۔کیا عمومی ترکیب اس چیز کو ظاہر نہیں کرے گی کہ لامتناہی اور متناہی کے قدرتی ملاپ کی تباہی جس کے بارے میں میں کہہ رہا تھا کہ زندہ چیزوں کی قسم کا سبب ہے اس کے لیے یہ تکلیف کا باعث ہے۔تمام چیزوں کی ان کی قدرتی حالت میں واپسی، خوشی کا باعث ہے۔

پروٹرچس: منظور کیا۔جو آپ نے کہا یہ عمومی سچ ہے۔

سقراط: خوشی اور تکلیف کی ایک قسم ہے جو دو عوامل میں جن کا ذکر کیا، ان کی کئی قسمیں پیدا کرتے ہیں۔

پروٹرچس: بہت خوب۔

سقراط: آگے اس کے بعد فرض کریں کہ روح میں از خود پہلے ہی خوشی، تازگی، مٹھاس اور خوشی، خوف، درد اور بے چینی کی امید موجود ہے۔

پروٹرچس: جی ہاں۔یہ تکلیف اور خوشیوں کی ایک دوسری قسم ہے جو کہ صرف روح ہے۔جسم کے علاوہ اور یہ توقعات اور امیدوں سے جنم پاتی ہے۔

سقراط: درست۔ان کے تجزیے میں صاف اصلی جیسا کہ میں خیال کرتا ہوں، خوشیاں تکلیف سے پاک ہوں گی اور تکالیف اسی طرح خوشیوں سے بے خبر، میرا خیال ہے کہ ہم نے اسے واضح طور پر دیکھنا ہے کہ آیا خوشی کی ساری قسم درکار ہے یا ساری درکار قسم کی خوبی کو کسی دوسری اقسام سے منسوب نہیں کیا جائے گا۔جن کا ذکر کیا گیا ہے۔یا آیا خوشی اور تکلیف، حرارت اور ٹھنڈک اور اس طرح کی دوسری چیزوں کی طرح کبھی ان کی خواہش کی جائے گی اور کبھی نہیں۔صرف بعض اوقات جب ان کی اچھی فطرت کو تسلیم کیا گیا ہے۔

پروٹرچس: آپ پوری سچائی سے کہتے ہیں اور یہی وہ نشان ہے جسے تحقیق کو اپنانا چاہیے۔

سقراط: خوب۔پھر، یہ فرض کرتے ہوئے کہ تکلیف تحلیل کا تعاقب کرتی ہے۔اور خوشی ہم آہنگی کی بحالی

کا۔ آئیں اب پوچھیں کہ جانوروں کی حالت کیا ہوگی جو نہ تو بحالی اور نہ ہی فن کے عمل میں ہیں اور ذہن میں رکھیں آپ کیا کہتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی جانور جو اس حالت میں ہو کیا وہ تکلیف یا خوشی یا چھوٹے یا بڑے کا احساس رکھتا ہے۔

پروٹرچس: یقیناً نہیں۔

سقراط: تب۔ یہ ہمارے لیے خوشی اور تکلیف سے بالاتر تیسری حالت ہے۔

پروٹرچس: بالکل درست۔

سقراط: اور مت بھولیں کہ اس طرح ایک قسم موجود ہے۔ یہ ہماری خوشی کے فیصلے کے بارے میں بڑا فرق پیدا کرے گی۔ آیا ہم اسے یاد رکھتے ہیں کہ نہیں۔ مجھے اس بارے میں چند الفاظ کہنے چاہئیں۔

پروٹرچس: آپ کے پاس کہنے کو کیا ہے؟

سقراط: کیوں۔ آپ جانتے ہیں کہ اگر ایک آدمی عقل کی زندگی کا انتخاب کرتا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اس قدرتی حالت میں کیوں نہ رہے۔

پروٹرچس: آپ کا مطلب ہے کہ وہ نہ تو خوشی سے اور نہ ہی غمگین زندگی بسر کرے گا۔

سقراط: جی ہاں۔ اگر مجھے درست طور پر یاد ہے۔ جب زندگیوں کا موازنہ کیا گیا تھا۔ خوشی کا کوئی درجہ بیان نہیں کیا گیا تھا کم یا زیادہ اس شخص کے لیے جو خیالات اور عقل کی زندگی کا انتخاب کرتا ہے۔

پروٹرچس: جی ہاں۔ یقیناً، ہم نے ایسے کہا ہے۔

سقراط: پھر وہ خوشی کے بغیر رہے گا۔ اور کون جانتا ہے کہ یہ زندگی کی تمام اقسام سے زیادہ متبرک ہوگا۔

پروٹرچس: اگر ایسے ہے تو یہ فرض نہیں کیا جاسکتا کہ دیوتا، کسی بھی قیمت پر خوشی یا غم پاتے ہیں۔

سقراط: یقیناً، نہیں۔ ان میں سے کسی کے بھی متبادل کا سوچنا غیر موزوں ہوگا۔ لیکن کیا دیوتا خوشی سے بے حس ہیں، یہ اصل نکتہ ہے۔ جو اس کے بعد شاید زیرِ غور آئے۔ اگر وہ کسی طریقے سے اس بحث سے مطابقت رکھتا ہو اور جو کوئی بھی نتیجہ نکلے اسے ہم دوسرے مرحلے میں مقابلے کے لیے ذہن میں سمو لیں گے۔ کیا اس سے مستعفی ہونا پڑے گا۔

پروٹرچس: ایسے ہی ہے۔

سقراط: خوشیوں کی دوسری اقسام جس کے بارے میں ہم کہہ رہے تھے کہ یہ ذہنی ہے، یہ یادداشت سے

اخذ کی جاتی ہے۔

پروٹرچس: آپ کا کیا مطلب ہے؟

سقراط: مجھے سب سے پہلے یادداشت کا تجزیہ کرنا چاہیے، یا بلکہ سوچ کا، جو کہ یادداشت سے پہلے ہے۔ اگر ہماری بحث کے موضوع کو کبھی موزوں طور پر نمٹانا ہے۔

پروٹرچس: آپ کیسے بات آگے بڑھائیں گے؟

سقراط: آئیں جسم کی علتوں کے بارے میں سوچیں جن کا روح تک پہنچنے سے پہلے ہی خاتمہ ہو جاتا ہے اور یہ اسے متاثر کیے بغیر چھوڑ جاتی ہیں۔ دوبارہ دوسری علتیں جو روح اور جسم میں جنبش پیدا کرتی ہیں اور انھیں صدمہ پہنچاتی ہیں۔

پروٹرچس: منظور کیا۔

سقراط: روح پہلی قسم سے پوشیدہ ہوگی لیکن علتوں کی دوسری قسم سے نہیں۔

پروٹرچس: بالکل درست۔

سقراط: جب میں کہتا ہوں پوشیدہ تو اس کا مطلب حقیقی معنوں میں بھولا ہوا نہ لیں۔ بھولنا یادداشت کا اخراج ہے۔ جو کہ ابھی تک اس بحث میں داخل نہیں ہوا۔ اور اس کے نقصان کے بارے میں گفتگو کرنا جو ابھی تک بحث میں شامل نہیں ہوا یا کبھی نہ ہو یہ ایک قسم کی تردید ہے، کیا آپ جانتے ہیں؟

پروٹرچس: جی ہاں۔

سقراط: پھر آپ لفظ، تبدیل کرنا، بہتر ہوگا۔

پروٹرچس: میں انھیں کیسے تبدیل کروں گا۔

سقراط: روح کی پوشیدگی کی بجائے جب آپ اس حالت کو بیان کر رہے ہیں جس میں روح متاثر نہیں ہوتی تو اس کے لیے پوشیدہ رہنے کی بجائے بے خبر رہنے کا لفظ استعمال کریں۔

پروٹرچس: مجھے معلوم ہوا۔

سقراط: روح اور جسم کا اشتراک یا ملاپ ایک احساس میں یا حرکت میں موزوں طور پر آگاہ ہونا کہلائے گا۔

پروٹرچس: بالکل درست۔

سقراط: تب اب ہم لفظ کا استعمال سمجھتے ہیں۔

پروٹرچس: جی ہاں۔

سقراط: اور یادداشت کے بارے میں شاید میرا خیال ہے کہ آ گاہی کے تحفظ کو کہا جائے گا۔

پروٹرچس: درست۔

سقراط: کیا ہم یادداشت اور دوبارہ یاد کرنے میں تمیز نہیں کریں گے۔

پروٹرچس: میں ایسا سوچتا ہوں۔

سقراط: کیا یاد کرنے سے ہمارا مطلب وہ قوت نہیں جو روح کے صحت یاب ہونے کے لیے موجود ہوتی ہے یہ جسم کے ساتھ کچھ احساسات کا تجربہ کرتی ہے؟

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: جب وہ اپنے کھوئے ہوئے علم یا آ گاہی کو دوبارہ حاصل کر لیتی ہے تو اس دریافت کو واقعات کی یاد کا نام دیا جاتا ہے۔

پروٹرچس: بالکل درست۔

سقراط: ایک وجہ ہے کہ میں سب کچھ کیوں کہتا ہوں؟

پروٹرچس: یہ وجہ کیا ہے؟

سقراط: میں خوشی اور تکلیف کا سادہ عام فہم تصور حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ وہ صرف ذہن میں موجود ہوتے ہیں اور ہم جسم سے علیحدہ، گزشتہ تجزیہ ان دونوں کی فطرت سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔

پروٹرچس: پھر اب سقراط: آئیں اب اگلے نکتے پر غور کریں۔

سقراط: یقیناً بہت ساری چیزیں ہیں جن پر بحث کر کے خوشی کے سبب اور اس کی تمام نشانیوں پر غور کرنا ہے۔ اس مرحلے پر ہمیں خوشی کی فطرت اور اس کے مقام کے بارے میں غور کرنا چاہیے۔

پروٹرچس: آئیں اس معاملے کے بارے میں دریافت کریں۔ کیونکہ ہم کوئی چیز نہیں کھوئیں گے۔

سقراط: نہیں پروٹرچس۔ ہم یقیناً مشکل سے نجات پالیں گے اگر ہم نے جواب پالیا۔

پروٹرچس: ایک بہترین دندان شکن جواب ہے لیکن آئیں آگے بات کو بڑھائیں۔

سقراط: کیا ہم نے بھوک، پیاس اور اس طرح کی چیزوں کو خواہش کی قسم میں نہیں رکھا؟

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: پھر بھی وہ مکمل طور پر مختلف ہیں۔ ہم ان میں کون سا مشترکہ نام حاصل کرتے ہیں۔ جب انھیں ایک نام سے پکارتے ہیں؟

پروٹرچس: خدا کی پناہ۔ سقراط، یہ ایک ایسا سوال ہے، جس کا جواب دینا آسان نہیں۔ لیکن اس کا جواب ضرور دیا جانا چاہیے۔

سقراط: آئیں پھر اپنی مثالوں کی طرف واپس چلیں۔

پروٹرچس: ہم کہاں سے شروع کریں گے؟

سقراط: کیا ہماری اس سے کوئی چیز مراد ہوتی ہے جب ہم کہتے ہیں۔ ایک آدمی کو پیاس لگتی ہے؟

پروٹرچس: جی ہاں۔

سقراط: ہمارا کہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ خالی ہے۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: کیا پیاس خواہش نہیں ہے؟

پروٹرچس: جی ہاں، پینے کی۔

سقراط: کیا ہم کہیں گے، یا پینے سے تسکین کی؟

پروٹرچس: مجھے یہ کہنا چاہیے پینے سے تسکین۔

سقراط: اور وہ جو خالی ہونے کی خواہش کرتا ہے۔ جیسا کہ وہ دکھائی دیتا ہے جس کا وہ اس کے الٹ تجربہ کرتا ہے کیونکہ وہ خالی اور بھرا ہونے کی خواہش کرتا ہے۔

پروٹرچس: واضح طور پر ایسے ہی ہے۔

سقراط: لیکن ایک آدمی جو خالی ہے وہ پہلی بار سوچ یا یادداشت کے ذریعے تسکین حاصل کرتا ہے جس کا اس کو ماضی یا حال میں کوئی تجربہ نہیں۔

پروٹرچس: ناممکن۔

سقراط: تب وہ جو خواہش کرتا ہے۔ وہ یقیناً کسی چیز کی خواہش کرتا ہے؟

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: وہ اس چیز کی خواہش نہیں کرتا جس کا وہ تجربہ کرتا ہے کیونکہ وہ پیاس کا تجربہ کرتا ہے اور اسے بجھانے

کی خواہش کرتا ہے۔

پروٹرچس: درست۔

سقراط: تب پیاسے آدمی میں کچھ ہونا چاہیے۔ جو کسی طریقے سے اسے بجھانے اور خود کو تسکین دینے کا خواہاں ہوتا ہے۔

پروٹرچس: ایسا ہونا چاہیے۔

سقراط: وہ جسم نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جسم خالی فرض کیا جاتا ہے۔

پروٹرچس: جی ہاں۔ متبادل صرف یہ ہے کہ روح تسکین یا لبریز ہونے کی یادداشت کی مدد سے خواہش کرتی ہے۔ جیسا کہ صاف ظاہر ہے کیونکہ کوئی اور طریقہ کیا ہوسکتا ہے؟

پروٹرچس: میں کسی اور طریقے کا تصور نہیں کرسکتا۔

سقراط: لیکن کیا آپ اس کے نتائج سے آگاہ ہیں؟

پروٹرچس: وہ کیا ہیں؟

سقراط: کہ جسم کی خواہش کوئی چیز نہیں۔

پروٹرچس: ایسا کیوں ہے۔

سقراط: اس لیے کہ ہر جانور کی کوشش اپنے جسم کی حالت کو برقرار رکھنا ہے۔

پروٹرچس: جی ہاں۔

سقراط: نبض جو اسے اس کے متضاد راستہ دکھاتی ہے جو اس کا تجربہ ہے۔ جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ مخالف حالت کی یادداشت رکھتی ہے۔

پروٹرچس: درست۔

سقراط: اور بحث یہ ظاہر کر کے کہ یادداشت ہمیں خواہش کی شے کی طرف کھینچتی ہے ثابت کرتی ہے کہ ہر زندہ چیز میں نبض، خواہش اور متحرک اصول موجود ہے جن کا منبع روح ہے۔

پروٹرچس: بالکل درست۔

سقراط: بحث اس بات کی اجازت نہیں دے گی کہ ہمارا جسم بھوک، پیاس یا اس طرح کی چیز کا تجربہ کرتی ہے۔

پروٹرچس: بالکل درست۔

سقراط: مجھے مزید رائے دینے دیں۔ بحث مجھے دکھائی دیتی ہے کہ زندگی کی ایک قسم مذکورہ خصائل پر مبنی ہوتی ہے۔

پروٹرچس: کس قسم کی علتوں اور کس قسم کی زندگی کے بارے میں آپ بات کر رہے ہیں؟

سقراط: میں پیاس اور لبریز ہونے کی بات کر رہا ہوں۔ اور اس سارے معاملات کے بارے میں جو انسانی وجود کو تباہی اور تحفظ سے متعلق ہے۔ اور تکلیف کے بارے میں بھی جن میں سے کسی ایک حالت کو محسوس کیا جاتا ہے، یا خوشی کے بارے میں جو اس کے بعد ہوتی ہے۔

پروٹرچس: درست۔

سقراط: آپ درمیانی حالت کا کیا کہیں گے۔

پروٹرچس: آپ کی درمیان سے کیا مراد ہے؟

سقراط: میرا مطلب ہے جب ایک آدمی حقیقی طور پر مشکل سے دوچار ہوتا ہے لیکن اس وقت تک اسے ماضی کی خوشی یاد ہوتی ہے۔ جس میں اگر وہ واپس آئیں گے تو اسے اس میں سکون حاصل ہوگا۔ لیکن اگرچہ یہ اس موقع پر انھیں حاصل نہیں کیا ہم اس کے بارے میں نہیں کہیں گے کہ وہ درمیانی حالت میں ہے۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: کیا آپ کہیں گے اسے پوری طرح تکلیف ہوئی یا مکمل خوشی حاصل ہوئی۔

پروٹرچس: مجھے نہیں کہنا چاہیے کہ اسے دو طرح کی تکالیف ہیں۔ اس کے جسم میں تکلیف کا اصل تجربہ ہے اور اس کی روح میں توقعات اور اشتیاق۔

سقراط: آپ کا دو طرح کی تکالیف سے کیا مطلب ہے؟ پروٹرچس۔ کیا ایک آدمی جو خالی ہے وہ ایک وقت میں لبریز ہونے کی یقینی امید نہیں رکھتا اور اسی وقت وہ پیاسا بھی ہے کیا وہ اس وجہ سے تکلیف میں نہیں؟

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: پھر انسان اور حیوان ایک ہی وقت میں خوشی اور تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں۔

پروٹرچس: میں ایسے فرض کرتا ہوں۔

سقراط: لیکن جب ایک آدمی پیاسا ہے اور اسے لبریز ہونے کی امید نہیں تو اس کی تکلیف دگنی ہوگی، آپ نے اس کا مشاہدہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ دہرا تجربہ واحد ممکن معاملہ ہے۔

پروٹرچس: بالکل درست سقراط۔

سقراط: کیا احساس کی ان حالتوں کے بارے میں سوالات ایک نیا سوال پیدا کرنے کا موقع پیدا کرتے ہیں۔

پروٹرچس: کیسا سوال؟

سقراط: کیا ہمیں کہنا چاہیے کہ خوشی اور تکلیف جس کی ہم بات کر رہے ہیں وہ سچ اور جھوٹ ہوتے ہیں۔ یا کچھ سچ اور کچھ جھوٹ۔

پروٹرچس: لیکن خوشی اور تکلیف جھوٹی کیسے ہوسکتی ہے؟

سقراط: اور پروٹرچس۔ سچا اور جھوٹا خوف کیسے ہوسکتا ہے یا سچی اور جھوٹی توقعات یا جھوٹی اور سچی رائے کیسے ہوسکتی ہے؟

پروٹرچس: میں تسلیم کرتا ہوں کہ رائے سچی یا جھوٹی ہوسکتی ہے لیکن خوشیاں ایسی نہیں۔

سقراط: آپ کا کیا مطلب ہے؟ مجھے خطرہ ہے کہ ہم بڑا سنجیدہ سوال اٹھا رہے ہیں۔

پروٹرچس: میں اس سے اتفاق کرتا ہوں۔

سقراط: اور پھر میرے عزیز چونکہ آپ فلیپس کے بیٹوں میں سے ہیں۔ وہ نکتہ جس پر غور کیا جائے گا، وہ یہ ہے کہ کیا سوال بحث سے متعلق ہے کہ نہیں؟

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: تھکا دینے والی غیر متعلقہ بحث کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ جو کچھ کہا گیا وہ اہم ہونا چاہیے۔

پروٹرچس: درست۔

سقراط: میں ہمیشہ اس سوال کے بارے میں سوچتا رہا ہوں جواب اٹھایا گیا ہے۔

پروٹرچس: وہ کیسے ہے؟

سقراط: کیا آپ اس سے انکار کرتے ہیں کہ کچھ خوشیاں جھوٹی اور کچھ سچی ہوتی ہیں۔

پروٹرچس: یقیناً میں انکار کرتا ہوں۔

سقراط: کیا آپ کہیں گے کہ کوئی خوش دکھائی دیتا ہے لیکن وہ اصل میں خوش نہیں ہوتا یا تکلیف میں دکھائی دیتا ہے لیکن پھر بھی تکلیف میں نہیں ہوتا۔ سونا، چلنا، پاگل پن یا مجنون۔

پروٹرچس: سقراط اس طرح ہم نے ہمیشہ پایا ہے۔

سقراط: لیکن کیا آپ درست تھے۔ کیا میں آپ کی رائے کو سچ میں شامل کروں؟

پروٹرچس: میرا خیال ہے ہمیں کرنا چاہیے۔

سقراط: آئیں پھر سوال کو مزید اختصار سے کریں جو خوشی اور رائے کے بارے میں پیدا ہوا ہے، کیا رائے کوئی چیز ہے؟

پروٹرچس: جی ہاں۔

سقراط: اور کوئی چیز خوشی جیسی؟

پروٹرچس: جی ہاں۔

سقراط: اور رائے کسی چیز کے بارے میں ہونی چاہیے؟

پروٹرچس: درست۔

سقراط: اور آدمی کو کسی چیز سے خوش ہونا چاہیے۔

پروٹرچس: بالکل درست۔

سقراط: رائے درست ہو گی یا غلط۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ بھی ایک رائے ہو گی۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: وہ جو خوش ہوتا ہے۔ آیا وہ درست طور پر خوش ہوتا ہے کہ نہیں لیکن اس کو ہمیشہ خوشی کا احساس ہو گا؟

پروٹرچس: ہاں۔ یہ بھی بالکل درست ہے۔

سقراط: پھر رائے دونوں غلط اور درست کیسے ہو سکتی ہے۔ اور خوشی صرف درست۔ اگرچہ خوشی اور رائے دونوں برابر حقیقی ہیں؟

پروٹرچس: جی ہاں۔ یہ سوال ہے؟

سقراط: آپ کا مطلب ہے کہ رائے سچ اور جھوٹ کو تسلیم کرتی ہے۔ پھر اس طرح یہ محض رائے ہی نہیں بلکہ کسی خوبی کی رائے ہے اور یہ جیسا کہ آپ سوچتے ہیں ہمیں جانچنا چاہیے؟

پروٹرچس: جی ہاں۔

سقراط: اور مزید، اگر ہم دوسری چیزوں میں خوبیوں کو تسلیم کرتے ہیں یا خوشی اور تکلیف سادہ نہیں ہوں گی اور خوبی سے مبرا۔

پروٹرچس: صاف ظاہر ہے۔

سقراط: لیکن یہ دیکھنے میں مشکل ہے۔ خوشی تکلیف اور رائے کی خوبیاں ہیں۔ کیونکہ وہ بڑی اور چھوٹی ہیں اور اس کی شدت کے مختلف درجے ہیں جیسا کہ ہم نے کافی دیر پہلے کہا تھا۔

پروٹرچس: بالکل درست۔

سقراط: اور اگر ان میں سے کسی ایک سے برائی کو منسلک کر دیا جائے پروٹرچس۔ پھر ہمیں بری خوشی اور بری رائے کی بات کرنی چاہیے۔

پروٹرچس: بالکل درست، سقراط۔

سقراط: اگر درستی کو ان میں سے کسی ایک سے منسوب کیا جائے تو کیا ہمیں درست رائے اور درست خوشی کے بارے میں بات نہیں کرنی چاہیے، اور اسی طرح درستی کے متضاد کے بارے میں۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: اور اگر چیز جس کے بارے میں رائے دی گئی وہ غلط ہو تو کیا ہم نہیں کہیں گے کہ رائے غلط ہونے کی بنا پر درست نہیں۔ یا یہ کہ رائے غلط دی گئی۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: اور اگر ہم دیکھتے ہیں کہ خوشی یا تکلیف اپنے مقصد کے لحاظ سے غلطی کا ارتکاب کرتی ہے۔ کیا ہم اسے درست اور اچھی کہیں گے، یا کوئی باعزت نام دیں گے۔

پروٹرچس: اگر خوشی کو غلط طور پر لیا گیا ہے تو ہم اسے ایسے کیسے کہہ سکتے ہیں؟

سقراط: اور یقیناً خوشی اکثر رائے کے ساتھ ہوتی ہے جو کہ غلط ہوتی ہے۔

پروٹرچس: یقیناً۔ یہ اس کے ساتھ ہوتی ہے اور اس معاملے میں سقراط جیسا کہ ہم کہہ رہے تھے رائے غلط ہے لیکن کوئی خوشی کو غلط یا جھوٹ نہیں کہہ سکتا۔

سقراط: کس قدر خواہاں بن کر۔ پروٹرچس کیا آپ خوشی کا دفاع کرنے پر کوشاں ہیں؟

پروٹرچس: نہیں سقراط۔ میں صرف وہ دہراتا ہوں جو میں نے سنا۔

سقراط: اور کیا میرے دوست خوشی جو درست رائے پر مبنی ہو اس میں اور غلط رائے کی حامل خوشی میں کوئی فرق نہیں؟

پروٹرچس: ان میں بڑا فرق ہونا چاہیے۔

سقراط: پھر آئیں اب اس فرق کے بارے میں غور کے لیے بحث کو آگے بڑھائیں۔

پروٹرچس: آپ قیادت کریں اور میں آپ کی تقلید کروں گا۔

سقراط: خوب۔ پھر میرا نقطۂ نظر ہے۔

پروٹرچس: یہ کیا ہے؟

سقراط: ہم اتفاق کرتے ہیں۔ کیا ہم نہیں کر۔۔تے؟ یہ کہ غلط اور سچی رائے بھی موجود ہے۔

پروٹرچس: جی ہاں۔

سقراط: خوشی اور غم جیسا کہ میں اب کہہ رہا تھا ان کے درست اور غلط رائے پر اثرات اور نتائج مرتب ہوتے ہیں، یہ میرا مطلب ہے۔

پروٹرچس: بالکل درست۔

سقراط: کیا رائے قائم کرنے کے لیے کاوش ہمیشہ یادداشت اور تخیل سے جنم نہیں لیتی۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: کیا ہم خیال کریں گے کہ عمل اس قسم کا ہوگا؟

پروٹرچس: کس فطرت کا؟

سقراط: ایک چیز شاید فاصلے پر ہونے کی وجہ سے اکثر واضح دکھائی نہیں دیتی۔ اور دیکھنے والا شاید مصمم ہوگا یہ جاننے میں کہ وہ جو دیکھ رہا ہے وہ واضح نظر آئے۔

پروٹرچس: بالکل ہوسکتا ہے۔

سقراط: جلد وہ اپنے آپ کی تفتیش شروع کرے گا۔

پروٹرچس: کس طریقے سے۔

سقراط: وہ اپنے آپ سے پوچھتا ہے۔ وہ کیا ہے جو چٹان کے ساتھ درخت کے نیچے میں ہے۔ یہ سوال

ہے جو فرض کیا جائے گا کہ وہ اپنے آپ سے پوچھے گا۔

پروٹرچس: درست۔

سقراط: وہ کس کو درست جواب خیال کرے گا۔ اپنے آپ سے یہ کہتے ہوئے یہ ایک آدمی ہے۔

پروٹرچس: بہت خوب۔

سقراط: یا دوبارہ اس کو گمراہ کیا جا سکے گا۔ پھر وہ کہے گا نہیں یہ ایک شکل ہے جو گھوڑوں نے بنائی ہے۔

پروٹرچس: جی ہاں۔

سقراط: اگر اس کا ساتھی ہے تو وہ اپنے خیالات مخصوص آواز میں اس پر ظاہر کرے گا اور وہ جو پہلے رائے تھی اب ترکیب بن گئی ہے۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: لیکن اگر وہ اکیلا جا رہا ہو گا جب یہ خیالات اس کے ذہن میں آئے وہ زیادہ دیر تک یہ خیالات اپنے ذہن میں نہیں دہرائے گا۔

پروٹرچس: بالکل درست۔

سقراط: خوب۔ اب میں حیران ہوں کہ آپ میری اس وضاحت سے اتفاق کریں گے کہ نہیں؟

پروٹرچس: آپ کی وضاحت کیا ہے؟

سقراط: میرا خیال ہے۔ ایسے موقعوں پر روح ایک کتاب کی مانند ہوتی ہے۔

پروٹرچس: وہ کیسے؟

سقراط: یادداشت اور تخیل کا ملاپ ہوتا ہے۔ ان کے احساسات مجھے روح میں لکھے گئے حروف کی مانند دکھائی دیتے ہیں اور جب ان احساسات کو درست لکھا جاتا ہے جب درست رائے اور ترکیب جو رائے کا اظہار ہیں، ہم میں ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن جب لکھنے والا غلط لکھتا ہے تو اس کا نتیجہ غلط ہوتا ہے۔

پروٹرچس: میں آپ کے خیال سے مکمل اتفاق کرتا ہوں۔

سقراط: مجھے ایک اور فنکار کے لیے آپ کی حمایت میں بولنا چاہیے۔ جو اس وقت روح میں مصروف ہے۔

پروٹرچس: وہ کون ہے؟

سقراط: مصور، وہ اپنا کام مکمل کر لینے کے بعد ان چیزوں میں عکس بناتا ہے جو اس نے بیان کی ہوتی ہیں۔

پروٹرچس: لیکن وہ یہ کب اور کیسے کرتا ہے؟

سقراط: جب کوئی آدمی بصارت سے کوئی رائے حاصل کرنے کے علاوہ ان چیزوں کا عکس اپنے ذہن میں دیکھتا ہے کیا یہ ایک عام ذہنی عمل نہیں؟

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: اور درست رائے کو جواب دینے والے عکس سچے ہوتے ہیں اور جھوٹی رائے کو جھوٹے، کیا ایسا نہیں ہے؟

پروٹرچس: وہ ہیں۔

سقراط: اگر ہم اب تک ٹھیک ہیں تو ایک مزید سوال پیدا ہوتا ہے۔

پروٹرچس: وہ کیا ہے؟

سقراط: کیا ہم جو کہہ رہے ہیں اس کے احساسات کو ماضی اور حال میں پاتے ہیں یا مستقبل میں بھی۔

پروٹرچس: مجھے کہنا چاہیے سارے وقتوں کے لیے یکساں۔

سقراط: کیا ذہنی مشکل اور خوشی کو بعض معاملات میں جسمانی ظاہر نہیں کیا گیا جس سے ہم نتیجہ اخذ کر سکیں گے کہ پیشگی خوشیوں اور غموں کا تعلق مستقبل سے ہے۔

پروٹرچس: بالکل درست۔

سقراط: کیا وہ تمام تحریریں اور تصویریں جن کا ابھی تھوڑی دیر پہلے ہم ذکر کر رہے تھے ہم میں پیدا ہوتی ہیں۔ ان کا تعلق ماضی اور حال سے ہوتا ہے، مستقبل سے نہیں؟

پروٹرچس: مستقبل سے بہت زیادہ۔

سقراط: جب آپ کہتے ہیں ''بہت زیادہ'' تو آپ کا کہنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مذکورہ سب کچھ مستقبل کی امید ہیں اور انسان میں ہر سطح پر امیدیں بھری ہوئی ہیں؟

پروٹرچس: بالکل۔

سقراط: مجھے ایک اور سوال کا جواب دیں۔

پروٹرچس: کیا سوال ہے؟

سقراط: ایک انصاف پسند، نیک اور اچھا آدمی خدا کا دوست ہے۔ کیا وہ نہیں ہے؟

پروٹرچس: یقیناً وہ ہے؟

سقراط: اور برا اور ظالم اس کے برعکس خدا کا دشمن ہے؟

پروٹرچس: درست۔

سقراط: سارے لوگ، جیسا کہ ہم کہہ رہے تھے ہمیشہ امیدوں بھرے ہوتے ہیں۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: اور یہ امیدیں جیسا کہ کہا جاتا ہے، وہ تراکیب ہیں جو ہم سب کے ذہن میں ہوتی ہیں۔

پروٹرچس: جی ہاں۔

سقراط: اور امیدوں کے تصور بھی ہم میں منعکس ہوتے ہیں۔ایک آدمی ہمیشہ سونے کے ڈھیر کا تصور کرتا ہے اور خوش ہوتا ہے اور تصویر میں شاید وہ اپنی قسمت پر خوش دکھائی دے رہا ہوگا۔

پروٹرچس: درست۔

سقراط: اور کیا ہم نہیں کہیں گے کہ اچھا۔خدا کا دوست ہونے کی بنا پر عمومی طور پر سچی تصویر اور برا بُری تصویر پیش کرتا ہے۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: برے بھی اپنے تصور میں خوشی کا تصور رکھتے ہیں اور اچھے بھی، لیکن میں سوچتا ہوں کہ وہ جھوٹی خوشیاں ہیں۔

پروٹرچس: وہ ہیں۔

سقراط: تب جھوٹی خوشیاں عمومی طور پر بڑی مسرت کو جنم دیتی ہیں جبکہ سچی خوشیاں اچھی خوشیوں کا باعث ہوتی ہیں۔

پروٹرچس: بے شک۔

سقراط: پھر اس نقطہ نظر پر انسان کی روح میں جھوٹی خوشیاں پیدا ہوتی ہیں جو کہ سچی خوشیوں کی مضحکہ خیز نقل ہیں اور وہ اسی قسم کی تکالیف ہیں؟

پروٹرچس: وہ ہیں۔

سقراط: اور کیا ہم نے اس کی اجازت نہیں دی کہ ایک شخص جس کی رائے درست اور سچی تھی لیکن چیزوں

کے بارے میں اکثر ان کا ماضی، حال اور مستقبل میں کوئی وجہ نہیں؟

پروٹرچس: بالکل درست۔

سقراط: اور یہ غلط رائے کا ذریعہ تھی کیا میں درست نہیں کہہ رہا؟

پروٹرچس: جی ہاں۔

سقراط: کیا ہمیں خوشی اور غم کو ایک سے حقیقی لیکن باطنی کردار سے منسوب کرتے ہیں۔

پروٹرچس: آپ کا کیا مطلب ہے؟

سقراط: میرا کہنے کا مطلب ہے کہ ایک آدمی کی خوشی کو حقیقی تسلیم کیا جانا چاہیے جو کسی چیز سے خوش ہوتا ہے اور وہ ان چیزوں سے خوش ہوتا جن کا وجود ہے اور نہ کبھی تھا۔ نہ ہی کبھی اس کا وجود ہوگا۔

پروٹرچس: جی ہاں، سقراط، یہ دوبارہ نا قابل انکار ہے۔

سقراط: اور کیا غصے، قوت اور اس طرح کی چیزوں کے بارے میں یہی کچھ نہیں کہا جائے گا یا کیا وہ اکثر جھوٹ پر مبنی نہیں ہوتے؟

پروٹرچس: بالکل ایسے ہی ہے۔

سقراط: کیا رائے اچھی اور بری ہو سکتی ہے، سوائے اس کے سچے یا غلط ہونے کے۔

پروٹرچس: کسی دوسرے طریقے سے نہیں۔

سقراط: نہ ہی خوشی کو جھوٹ خیال کیا جا سکتا ہے۔ جب تک کہ وہ جھوٹی نہ ہو۔

پروٹرچس: نہیں سقراط۔ وہ سچ کے بالکل متضاد ہے۔ کوئی خوشی یا غم کو برا نہیں کہے گا کیونکہ وہ جھوٹ ہیں، لیکن کسی اور خراب فعل کی وجہ سے۔ جس کی وہ ذمہ دار ہے۔

سقراط: خوب۔ خوشیاں جو خراب ہیں اور برائی کی بنا پر پیدا ہوتی ہیں ہم ان کے بارے میں بعد میں بات کریں گے۔ لیکن اگر ہم سوال پوچھنے کی زحمت کریں۔ اس وقت میں ایک اور بحث کی بنا پر ثابت کروں گا کہ ہم میں کئی طرح کی جھوٹی خوشیاں موجود ہیں یا موجود ہوں گی۔ کیونکہ شاید یہ ہمارے فیصلے میں ہماری مدد کریں۔

پروٹرچس: بالکل درست۔ ایسا ہی کہنا چاہیے اگر ان کا وجود ہے۔

سقراط: میرا خیال ہے وہ ہیں پروٹرچس لیکن یہ ایک رائے ہے جس کے بارے میں بھرپور یقین کرایا جانا

چاہیے۔ یہ محض دعویٰ ہی نہیں رہنا چاہیے۔

پروٹرچس: بہت خوب۔

سقراط: پھر اب پہلوانوں کی طرح اس نئی بحث سے دو دو ہاتھ کریں۔

پروٹرچس: آگے چلیں۔

سقراط: ہم تھوڑی دیر پہلے یہ اعادہ کر رہے تھے کہ جب خواہش جیسا کہ کہا جاتا ہے ہم میں پیدا ہوتی ہے جب کہ جسم روح سے علیحدہ احساسات رکھتا ہے۔ کیا آپ کو یاد ہے؟

پروٹرچس: جی ہاں مجھے یاد ہے۔ آپ نے ایسا کہا۔

سقراط: اور روح جسمانی حالت سے متضاد خواہش کا خواہاں فرض کیا گیا تھا۔ جبکہ جسم خوشی اور غم کا ذریعہ تھا جس کا تجربہ کیا گیا تھا۔

پروٹرچس: درست۔

سقراط: پھر آپ شاید نتیجہ اخذ کریں جو ایسے معاملات میں ہوتا ہے۔

پروٹرچس: میں کیا نتیجہ اخذ کروں گا؟

سقراط: یہ کہ ایسے معاملات میں خوشی اور غم ایک ساتھ ہوتے ہیں اور اس میں متضاد احساسات کی قربت ہوتی ہے جو ان سے رابطے میں ہوتی ہے۔ جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے۔

پروٹرچس: صاف طور پر۔

سقراط: ایک اور لفظ ہے جس پر ہم اتفاق کر چکے ہیں۔

پروٹرچس: وہ کیا ہے؟

سقراط: یہ کہ خوشی اور غمی دونوں کم یا زیادہ تسلیم کیے گئے ہیں اور یہ کہ وہ لامحدود اقسام کی ہیں۔

پروٹرچس: یقیناً ہم نے ایسا کہا۔

سقراط: لیکن ہم ان کا درست طور پر کیسے فیصلہ کر سکتے ہیں؟

پروٹرچس: ہم کیسے کر سکتے ہیں؟

سقراط: ان کی مقابلتاً اہمیت کا فیصلہ کرنا ہماری نیت ہے۔ خوشی کا غمی کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے اور تکلیف کا تکلیف سے اور اسی طرح خوشی کا خوشی سے؟

پروٹرچس: جی ہاں۔ یہی ہماری نیت ہے اور ہم ان کا اس کے مطابق فیصلہ کریں گے۔

سقراط: خوب۔ بصارت کی مثال لیں۔ کیا قربت یا دوری چیزوں کے صحیح تناسب کا مظہر نہیں اور یہ ہمیں غلط رائے نہیں دیتا اور کیا ہمیں ایسا دھوکہ خوشی اور غم کے سلسلے میں نہیں ہوتا۔

پروٹرچس: جی ہاں، سقراط، بڑی حد تک ایسا ہی ہوتا ہے۔

سقراط: تب ہم اب جو کہہ رہے ہیں وہ جو پہلے کہہ رہے تھے اس کا الٹ ہے۔

پروٹرچس: وہ کیا تھا؟

سقراط: تب رائے سچی اور غلط تھی اور خوشی اور غم، ان کی اپنی غلطی تھی۔

پروٹرچس: بہت درست۔

سقراط: لیکن اب یہ خوشی ہے جسے سچ اور جھوٹ کہا گیا ہے۔ کیونکہ انھیں مختلف فاصلوں سے دیکھا جاتا ہے اور ان کا موازنہ کیا جاتا ہے۔ خوشی بڑی اور زیادہ دکھائی دیتی ہے جب اسے غم کے برابر رکھ کر موازنہ کیا جائے۔

پروٹرچس: یقیناً۔ اس وجہ کی بنا پر جس کا آپ نے ذکر کیا۔

سقراط: اور فرض کریں آپ خوشی یا غم سے وہ عنصر علیحدہ کر دیتے ہیں جو اسے کم یا زیادہ ظاہر کرتا ہے ان کی اصل شدت سے۔ آپ تسلیم کریں گے کہ یہ عنصر جعلسازی ہے اور کبھی آپ یہ نہیں کہیں گے کہ یہ متعلقہ زیادتی یا کمی خوشی یا غمی میں حقیقی ہے۔

پروٹرچس: یقیناً نہیں۔

سقراط: آئیں اس کے بعد دیکھیں ایک اور طریقے سے کہ آیا خوشی اور غم زیادہ چیزوں میں دکھائی دیتا ہے جو ان سے کبھی زیادہ جھوٹ ہیں۔

پروٹرچس: وہ کون سے ہیں اور ہم انھیں کیسے تلاش کریں گے؟

سقراط: اگر میں غلطی نہیں کر رہا تو میں نے کئی بار دہرایا ہے تکلیف، مصیبت، درد اور ہر طرح کی مشکل فطرت کی خرابی کے باعث پیدا ہوتی ہے جس کے اسباب، جماؤ، تحلیل اور بہتات کے باعث یا بڑھنے اور فنا ہونا ہیں۔

پروٹرچس: جی ہاں، یہ اکثر کہا گیا ہے۔

سقراط: اور ہم نے یہ بھی اتفاق کیا ہے کہ حقیقی فطری حالت کی بحالی خوشی ہے۔

پروٹرچس: درست۔

سقراط: اب آئیں ایک ایسے وقفے کا سوچیں جس میں جسم ان تبدیلیوں سے نہیں گزرتا۔

پروٹرچس: یہ کب ہوسکتا ہے؟ سقراط۔

سقراط: آپ کا سوال ''پروٹرچس'' بحث میں معاون نہیں ہوسکتا۔

پروٹرچس: کیوں نہیں سقراط۔

سقراط: کیونکہ یہ مجھے میرا سوال دہرانے پر مجبور کرتا ہے۔

پروٹرچس: وہ سوال کیا تھا؟

سقراط: کیوں پروٹرچس یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ ایسا کوئی وقفہ نہیں ہے میں سوال کرسکتا ہوں کہ اگر ایسا وقفہ ہوتا ہے تو پھر اس کے نتائج کیا ہوتے۔

پروٹرچس: آپ کا مطلب ہے کہ اگر جسم برا یا اچھا تبدیل نہ ہوتا تو پھر نتائج کیا ہوتے؟

سقراط: جی ہاں۔

پروٹرچس: پھر کیوں سقراط۔ میں فرض کروں گا کہ نہ تو خوشی کا کوئی وجود ہے اور نہ ہی غم کا۔

سقراط: بہت خوب۔ لیکن اگر اب بھی میں غلطی نہیں کر رہا کیا آپ کہتے ہیں کہ آپ کو ان میں کسی ایک کا تجربہ ضرور کرنا چاہیے۔ یہ ہمیں دانا بتاتے ہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ تمام چیزیں نشیب و فراز کا شکار ہوتی ہیں۔

پروٹرچس: اور ان کے الفاظ کوئی معمولی سند نہیں۔

سقراط: یقیناً۔ کیونکہ وہ از خود بھی معمولی صاحب اختیار نہیں اور مجھے ان کی بحث پر حملہ کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ کیا مجھے آپ کو بتانا ہوگا کہ ان سے بچاؤ سے میری کیا مراد ہے۔ اس سے آپ میرے خیال کے ساتھی ہوں گے۔

پروٹرچس: کیسے۔

سقراط: ان کو آپ کہیں گے، ''اچھے''، لیکن ہم بھی ہیں یا تمام زندہ اشیا عمومی طور پر ہمیشہ اس چیز سے باخبر جو ہم سے رونما ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ہماری، پرورش یا اس طرح کے دوسرے عوامل؟ کیا ہم اس

کے برعکس اس سے اور ایسے عوامل سے مکمل طور پر بے خبر نہیں؟ آپ کو ان کا جواب دینا چاہیے۔

پروٹرچس: بعد میں آنے والا متبادل درست ہے۔

سقراط: پھر ہم یہ کہنے میں درست نہیں تھے کہ نشیب وفراز خوشی اور غم کو جنم دیتا ہے؟

پروٹرچس: درست۔

سقراط: یہ ایک بہتر اور غیر متوقع طریقۂ گفتگو ہوگا۔

پروٹرچس: کیا؟

سقراط: اگر ہم کہتے ہیں کہ بڑی تبدیلیاں خوشی یا غم کو جنم دیتی ہیں اور جدت پسند اور کم تبدیلیاں کچھ نہیں کرتیں۔

پروٹرچس: یہ بات کرنے کا زیادہ موزوں طریقہ ہے۔

سقراط: لیکن اگر یہ درست ہوگا تو زندگی جس کا میں ابھی حوالہ دے رہا تھا وہ دوبارہ ظاہر ہوتی ہے۔

پروٹرچس: کون سی زندگی؟

سقراط: زندگی جو خوشی یا غم سے خالی تصور نہیں کی گئی ہے۔

پروٹرچس: بالکل درست۔

سقراط: ہم شاید فرض کریں گے کہ زندگی تین قسم کی ہے۔ ایک خوشی، دوسری تکلیف اور تیسری جس میں غم ہے نہ خوشی، آپ کیا کہتے ہیں؟

پروٹرچس: مجھے وہی کہنا چاہیے جو آپ کہتے ہیں کہ زندگی تین اقسام کی ہے۔

سقراط: لیکن اگر ایسا ہے تو غم کی نفی ایسے نہیں ہوگی جیسے خوشی کی۔

پروٹرچس: یقیناً نہیں۔

سقراط: جب پھر آپ ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ ہمیشہ تکلیف سے پاک زندگی تمام چیزوں میں خوشی کی زندگی ہے تو آپ اس کے بیان سے کیا مطلب لیں گے؟

پروٹرچس: میرا خیال ہے خوشی سے اس کا مطلب غم کی نفی ہے۔

سقراط: آئیں کوئی تین چیزیں لیں یا فرض کریں ہم تھوڑا اپنی بات کو یوں بناتے سنوارتے ہیں اور پہلی کو سونا، دوسری کو چاندی کہتے ہیں تو ایک تیسری ہونی چاہیے جو کچھ بھی نہ ہو۔

پروٹرچس: بہت خوب۔

سقراط: اب کیا جو کچھ بھی نہیں وہ سونا یا چاندی ہو سکتی ہے۔

پروٹرچس: ناممکن۔

سقراط: وہ وسطی یا غیر جانبدار زندگی سے مبرا اور کچھ نہیں کہی جا سکتی یا خوشگوار یا تکلیف دہ سوچی جا سکتی۔

پروٹرچس: یقیناً نہیں۔

سقراط: اور اب بھی میرے دوست جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ کچھ لوگ ہیں جو ایسا سوچتے ہیں۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: اور کیا آپ سوچتے ہیں کہ وہ خوش ہوتے ہیں جب وہ تکلیف سے آزاد ہوتے ہیں۔

پروٹرچس: وہ ایسا کہتے ہیں۔

سقراط: اگر خوشی اور تکلیف اب بھی مختلف فطرت کی مالک ہیں تو وہ غلط ہیں۔

پروٹرچس: لیکن وہ بلاشبہ مختلف فطرت کی حامل ہیں۔

سقراط: پھر کیا ہم یہ نقطۂ نظر لیں گے کہ وہ تین ہیں جیسا کہ ہم ابھی کہہ رہے تھے کہ وہ صرف دو ہی ہیں۔ ایک تکلیف کی حالت کے باعث جو کہ برائی ہے اور دوسری تکلیف کا توقف جو از خود اچھائی اور خوشگوار کہلاتا ہے۔

پروٹرچس: لیکن کیوں سقراط۔ آخر کار ہم یہ سوال کیوں پوچھتے ہیں؟ میں اس کی وجہ نہیں سمجھ پایا۔

سقراط: پروٹرچس آپ نے ہمارے دوست فلیبس کے دشمنوں کو واضح کہتے نہیں سنا۔

پروٹرچس: وہ کون ہوں گے؟

سقراط: بعض لوگ جو قدرتی فلسفہ میں اعلیٰ شہرت کے مالک ہیں اور خوشی کے وجود سے انکار کرتے ہیں۔

پروٹرچس: حقیقتاً۔

سقراط: وہ کہتے ہیں جو فلیبس یا اس کے پیروکار کہتے ہیں تکلیف سے اجتناب خوشی ہے۔

پروٹرچس: اور کیا آپ نے ہمارے حوالے سے ان سے اتفاق کیا ہے؟

سقراط: کیوں نہیں، میں انھیں ایک آفاقی قسم کے طور پر استعمال کروں گا۔ جو سچ پھیلاتے ہیں۔ قوانین کے فن سے نہیں بلکہ شدید نفرت اور حسی تضاد سے جو ان کی عظیم فطرت کا خاصا ہے۔ جس میں وہ

خیال کرتے ہیں کہ وہ مستحکم نہیں اور اس پھسلانے (بہلانے) والے اثر کو وہ برائی کے فن کا نام دیتے ہیں۔اور آپ ان کا استعمال کر سکتے ہیں۔ جب آپ نے ان کی نفرت کی مختلف وجوہات بیان کر دی ہیں تو آپ مجھ سے سنیں گے کہ میں سچی خوشی کسے کہتا ہوں۔اس طرح خوشی کے سلسلے میں دونوں فطرتوں سے جائزہ لینے کے بعد ہم اسے فیصلے کے لیے سامنے لائیں گے۔

پروٹرچس: بہت اچھی طرح کہا گیا۔

سقراط: پھر آئیں ان فلسفیوں سے اتحاد بنائیں اور ان کی ناپسندیدگی کی تقلید کریں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ وہ اس طرح کا کچھ کہیں گے، وہ ابتدا کریں گے اور یہ سوال پوچھیں گے کہ آیا ہم کسی خوبی کی فطرت جاننا چاہتے تھے جیسا کہ سخت پن۔ اس بارے میں ہمیں اور جاننا چاہیے کم ترین سخت پن کی بجائے۔آپ پروٹرچس ان اچھے لوگوں کو جواب دیں گے جیسے مجھے جواب دیتے ہیں۔

پروٹرچس: ضرور میں ان کو جواب دوں گا کہ آپ کو اہم واقعات کو دیکھنا چاہیے۔

سقراط: اگر ہم خوشی کی ایک قسم کی حیثیت سے اصل فطرت کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں تو ہمیں ہلکی ترین خوشی کو نہیں دیکھنا چاہیے بلکہ سب سے زیادہ چھا جانے والی خوشی کو دیکھنا چاہیے۔

پروٹرچس: اس پر ہر کوئی اتفاق کرے گا۔

سقراط: اور بڑی خوشی کے واقعات جیسا کہ ہم نے اکثر کہا ہے جسمانی خوشی ہے۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: اور کیا ہم اسے محسوس کرتے ہیں کہ وہ بڑی ہوتی ہے جب ہم بیمار یا صحت یاب ہوتے ہیں۔اب ہمیں جواب کے بارے میں محتاط ہونا پڑے گا۔یا پھر ہمیں صدمہ اٹھانا پڑے گا۔

پروٹرچس: یہ کیسے ہوگا؟

سقراط: کیوں اس لیے کہ ہم شاید جواب کے لیے ٹھکائے جائیں گے۔''جبکہ ہم صحت یاب ہیں''

پروٹرچس: جی ہاں، یہ قدرتی جواب ہے۔

سقراط: خوب۔لیکن کیا وہ خوشیاں بڑی نہیں ہیں جن کی آدمی زیادہ خواہش کرتا ہے۔

پروٹرچس: درست۔

سقراط: کیا وہ لوگ جو بخار میں مبتلا ہوتے ہیں اور اسی طرح کسی دوسری بیماری میں وہ سردی یا پیاس اور اس

طرح دوسری علتوں کوزیادہ شدت سے محسوس نہیں کرتے۔کیا میں یہ کہنے میں حق بجانب نہیں کہ انھیں اپنی خواہش میں بڑی خوشی ہوتی ہے اور وہ بڑااطمینان محسوس کرتے ہیں۔

پروٹرچس: یہ واضح ہے جیسے کہا جاتا ہے۔

سقراط: خوب، تب کیا ہم یہ کہنے میں درست نہیں کہ اگر کوئی آدمی بڑی خواہش کرے گا تو اس کو صحت کو نہیں بیماری کو دیکھنا چاہیے؟ یہاں آپ کو اس کی ضرور تمیز کرنی چاہیے۔ یہ خیال نہ کریں کہ میرا پوچھنے کا مطلب یہ ہے کہ جو زیادہ بیمار ہیں وہ صحت مند لوگوں سے زیادہ خوش ہوتے ہیں۔ بلکہ سمجھیں کہ میں خوشی کی مقدار کی بات کرر ہا ہوں۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ زیادہ خوشی کہاں پائی جاتی ہے۔ کیونکہ جیسا کہ میں کہتا ہوں کہ ہمیں دریافت کرنا پڑے گا کہ خوشی کیا ہے اور ان کا خوشی سے کیا مطلب ہے جو اس کے وجود سے انکار کرتے ہیں؟

پروٹرچس: میں سوچتا ہوں میں آپ کو سمجھتا ہوں۔

سقراط: جلد آپ کے پاس بہتر موقع ہوگا کہ آپ بتا سکیں پروٹرچس کہ آیا آپ مجھے سمجھتے ہیں یا کہ نہیں اب جواب دیں اور مجھے بتائیں میں اس سے زیادہ نہیں کہوں گا کہ کیا کہ آپ اعتدال پسندی کی بجائے آوارگی میں زیادہ خوشی محسوس کرتے ہیں۔

پروٹرچس: میں آپ کو سمجھتا ہوا ور دیکھتا ہوں کہ ان میں بڑا فرق ہے۔اعتدال دانشور آدمی کے کبھی زیادہ نہ کرنے کا نام ہے جو کہ ان کا قانون اور اصول ہے اور خوشی میں زیادتی آوارہ گردوں اور احمقوں کا ملکہ ہے جس میں وہ پاگل پن کا مظاہرہ کرتے اور خوشی سے چلانا شروع کر دیتے ہیں۔

سقراط: بہت خوب اور اگر یہ سچ ہوگا تو یہ بڑی خوشی اور تکلیف روح اور دماغ کی بری حالت میں پائی جائے گی ،نیکی کی حالت میں نہیں۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: کیا ہمیں ان میں سے کچھ کو پڑتال کے لیے منتخب نہیں کرنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ ان کو کیا چیز بڑا بناتی ہے؟

پروٹرچس: یقیناً۔ہمیں کرنا چاہیے۔

سقراط: خوشی کا معاملہ لے لیں جو بعض بے ترتیبی سے پیدا ہوتی ہے۔

پروٹرچس: کون سی بے ترتیبی؟

سقراط: نادیدہ بے ترتیبی کی خوشی جس سے ہمارے عزیز دوست نفرت کرتے ہیں۔

پروٹرچس: کون سی خوشیاں؟

سقراط: اس طرح کی مثال کے طور پر سوئی چبھونے سے ملنے والا سکون یا بعض بیماریوں میں خارش کرنے سے ملنے والا سکون جو کہ واحد مطلوبہ آرام ہے کیونکہ خدا کے نام سے جو وہ احساسات ہیں جو اس طرح پیدا ہوتے، خوشی ہو یا غم۔

پروٹرچس: کوئی اس طرز کا آمیزہ، سقراط مجھے یہ کہنا چاہیے۔

سقراط: پروٹرچس۔ میں نے بحث کا تعارف فلیبس کی ذات کے حوالے سے نہیں کرایا لیکن اس طرح کی خوشیوں پر غور کیے بغیر ہم اصل معاملے کو نمٹانے کے قابل نہیں ہوں گے۔

پروٹرچس: اس کے لیے بہتر ہے کہ ہم خوشی کی قسم کے بارے میں جاننے کے لیے بات آگے بڑھائیں۔

سقراط: آپ کی مراد وہ خوشیاں ہیں جو غم میں مدغم ہوتی ہیں؟

پروٹرچس: بالکل۔

سقراط: بعض آمیزے ہیں جو صرف جسم کے ہیں اور جسم میں ہوتے ہیں جبکہ جو روح کے ہیں اور روح میں ہی ہوتے ہیں۔ تاہم کچھ دوسرے ہیں جو کہ خوشیوں کے، غم کے ساتھ آمیزش کرتے ہیں۔ جو روح اور جسم دونوں میں ہوتے ہیں۔ جنھیں ان کی مختلف حالتوں میں کبھی خوشیاں اور کبھی تکالیف کہا جاتا ہے۔

پروٹرچس: ایسا کس طرح ہے؟

سقراط: جب کبھی فطرت کی بحالی یا بے ترکیبی میں آدمی دو مختلف احساسات کا تجربہ کرتا ہے۔ مثال کے طور پر جب وہ ٹھنڈا ہے اور گرم ہو رہا ہو وہ ایک حالت سے نجات پانے اور دوسری کو برقرار رکھنا چاہتا ہو۔ مٹھاس کی بھی تلخی ہوتی ہے۔ جیسا کہ ایک عام آدمی کا کہنا ہے اور دونوں کو ایک موقع پر اس پر لاگو ہونا ناگواری کو جنم دیتا ہے اور وقت گزرنے پر اس کو علیحدہ کر دیتا ہے۔

پروٹرچس: وہ علیحدگی فطرت پر لازم آتی ہے۔

سقراط: اس قسم کی آمیزش میں بعض اوقات خوشیاں اور تکالیف برابر ہوتی ہیں۔ اور کبھی ان میں سے ایک

دوسری پر حاوی ہوتی ہے؟

پروٹرچس: درست۔

سقراط: جس معاملے میں تکلیف خوشی سے زیادہ ہو۔ایک مثال چھونے کی ہے جس کے بارے میں ہم ابھی کہہ رہے تھے وہ بے چینی جو ہم محسوس کرتے ہیں جب کھولنے اور تلخی پیدا کرنے والا عنصر اندر ہی موجود ہو۔اور رگڑنا اور حرکت دینا صرف اوپر والی سطح کو سکون دیتی ہے اور اس حصے تک نہیں پہنچتی جو متاثرہ ہے۔پھر اگر ہم انھیں آگ پر رکھ دیں۔اور ہم آخری ضرب کے طور پر ان پر ٹھنڈک لگاتے ہیں تو آپ اکثر اندرونی حصہ میں بے تحاشا خوشی اور تکلیف پیدا کریں گے۔جو تکلیف یا خوشی میں مدغم ہو جاتا ہے۔جیسا کہ معاملہ ہوگا۔یہ مجبوراً علیحدگی کی وجہ سے ہے۔جو متحد تھا، یا اس کا مجبوراً اتحاد ہے جو علیحدہ تھا اور خوشی اور تکلیف کو پہلو بہ پہلو رکھنے کی وجہ سے ہے۔

پروٹرچس: بالکل ایسے ہی ہے۔

سقراط: بعض اوقات خوشی کا عنصر آدمی میں حاوی ہوتا ہے اور معمولی سی تکلیف اسے بے چین کر دیتی ہے اور اس میں ناپسندیدگی کا اظہار ہوتا ہے۔یا پھر زیادہ خوشی اس میں مسرت کو جنم دیتی ہے۔وہ خوشی سے چھلانگیں لگاتا ہے، وہ ہر طرح کا رویہ اپناتا ہے۔وہ ہر طرح کے رنگ بدلتا ہے۔سانس ابھارتا اور حیرانگی کا اظہار کرتا ہے اور انتہائی جذباتی باتیں کرتا ہے۔

پروٹرچس: جی ہاں، درحقیقت ایسا ہی ہے۔

سقراط: وہ اپنے آپ سے کہے گا اور دوسرے اس کے بارے میں کہیں گے کہ وہ ان خوشیوں سے مرا جا رہا ہے۔جس کا اسے فائدہ نہیں۔اس کا شکار ہے اور ان کا ہر طریقے سے تعاقب کرتا ہے۔تمام خوشیوں کو بڑی قرار دیتا ہے۔اور وہ اپنے آپ کو خوشیوں میں زندگی بسر کرنے والا خوش قسمت ترین آدمی کہتا ہے۔

پروٹرچس: سقراط۔ہر خوشی کے بارے میں اکثریت کی رائے کا یہ سچا اظہار ہے۔

سقراط: جی ہاں پروٹرچس۔آمیزے والی خوشی کے بارے میں بالکل درست جو جسم کے اندرونی اور بیرونی احساسات کے باعث جنم پاتی ہے۔بعض واقعات جن میں ذہن جسم کے متضاد ایک عنصر سے منسوب ہوتا ہے۔آیا خوشی ہو یا تکلیف اور دونوں یکجا ہو کر ایک آمیزہ بن جاتے ہیں۔ان کے

حوالے سے میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ جب کوئی آدمی خالی ہوتا ہے تو وہ لبریز ہونے کی خواہش کرتا ہے۔اس کو امید میں خوشی اور مشکل میں تکلیف ہوتی ہے۔اب مجھے مزید اضافہ کرنا چاہیے۔ جو میں نے پہلے حذف کیا تھا۔اور اس طرح کے تمام جذبات و احساسات میں جن میں جسم اور دماغ ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہیں (اور وہ لاتعداد ہوتے ہیں) خوشی اور تکلیف مل کر ایک ہوجاتے ہیں۔

پروٹرچس: میں یقین کرتا ہوں کہ یہ بالکل درست ہوگا۔

سقراط: ابھی خوشی اور تکلیف کے ملاپ کی ایک دوسری قسم باقی ہے۔

پروٹرچس: وہ کیا ہے؟

سقراط: ملاپ جس کا ہم کہہ رہے تھے دماغ اکثر صرف ذہنی احساسات سے گزرتا ہے۔

پروٹرچس: آپ کا کیا مطلب ہے؟

سقراط: کیونکہ کیا ہم غصے، خوف، خوشی، افسوس، جیت، دشمنی، دوستی اور اس طرح کی دوسری اشیا جیسا کہ تکلیف، ان کے بارے میں نہیں کہتے جن کا تعلق صرف روح سے ہے؟

پروٹرچس: جی ہاں۔

سقراط: اور کیا ہم انھیں حیران کن خوشیوں سے لبریز نہیں پائیں گے۔کیا مجھے آپ کو غصے کو یاد دلانے کی ضرورت ہے۔

جو کہ ایک دانشور آدمی کو بھی پرتشدد بنا دیتا ہے۔اور شہد اور شہد کے کھگے سے زیادہ میٹھا ہوتا ہے۔

اور آپ یاد کریں کہ خوشیاں کس طرح آہ وزاری اور کسی عزیز کی وفات پر تکالیف میں ضم ہو جاتی ہیں۔

پروٹرچس: جی ہاں ان میں بھی ایک قدرتی تعلق ہے۔

سقراط: اور آپ یہ بھی یاد کریں کہ کسی امید میں اس کا سامع کس طرح آنسو بہاتا ہے۔

پروٹرچس: یقیناً میں یاد کرتا ہوں۔

سقراط: کیا آپ اس سے آگاہ ہیں کہ ایک مزاح پر مبنی کہانی میں بھی خوشی اور غم کے ملے جلے احساسات سے روح ہمکنار ہوتی ہے؟

پروٹرچس: میں آپ کو نہیں سمجھ پایا۔

سقراط: میں تسلیم کرتا ہوں، پروٹرچس کہ طنز و مزاح میں غم و خوشی کے ملاپ کو سمجھنا ایک مشکل کام ہے۔

پروٹرچس: میرا خیال ہے ایسا ہی ہے۔

سقراط: جس قدر معاملہ گھمبیر ہوگا، اس قدر اسے زیادہ محتاط انداز میں جانچ پڑتال کرنے کی ضرورت ہوگی۔ کیونکہ دوسرے معاملات میں تکلیف اور خوشی کی آمیزش کو سمجھنا آسان ہوگا۔

پروٹرچس: بات آگے بڑھائیں۔

سقراط: میں نے ابھی حسد کا حوالہ دیا ہے کیا آپ اسے روح کی تکلیف نہیں کہیں گے؟

پروٹرچس: جی ہاں۔

سقراط: اب بھی حسد کرنے والا اپنے پڑوس میں کوئی بدقسمتی کو پا کر خوش ہوتا ہے؟

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: اور جہالت اور وہ جو بہروپ پن کہا جاتا ہے۔ یہ یقیناً ایک برائی ہے۔

پروٹرچس: یقیناً ہوگی۔

سقراط: ان خیالات سے مضحکہ خیز کی فطرت کے بارے میں جاننا سیکھیں۔

پروٹرچس: وضاحت کریں۔

سقراط: مضحکہ خیز مختصر مخصوص نام ہے جو کہ کسی عادت کی بری صورت کے بیان کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور برائی عمومی طور پر اس قسم کی ہے جو کہ ڈیلفی (Delphi) کی تحریر سے مختلف ہوتی ہے۔

پروٹرچس: آپ کا سقراط مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو پہچانیں۔

سقراط: میرا یہی مطلب ہے اور اس کا الٹ بھی ہو سکتا ہے کہ اپنے آپ کو نہ پہچانیں۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: اور اب اے پروٹرچس اس کو تین میں تقسیم کرنے کی کوشش کریں۔

پروٹرچس: میں درحقیقت ڈرتا ہوں کہ میں یہ نہیں کر سکتا۔

سقراط: کیا آپ کا مطلب یہ ہے کہ میں آپ کے لیے یہ تقسیم کروں؟

پروٹرچس: جی ہاں مزید یہ کہ میں التجا کرتا ہوں کہ آپ کریں گے۔

سقراط: کیا تین طریقے نہیں جن کے ذریعے اپنی جہالت کا اظہار کیا جا سکتا ہے؟

پروٹرچس: وہ تین طریقے کیا ہیں؟

سقراط: پہلا طریقہ مال و دولت کے بارے میں ہے یعنی ایک جاہل آدمی اپنے آپ کو اس سے زیادہ امیر خیال کرتا ہے جتنا کہ وہ درحقیقت ہے۔

پروٹرچس: جی ہاں۔ یہ ایک عام غلطی ہے۔

سقراط: اور اکثر اوقات وہ یہ تصور کرے گا کہ وہ اس سے زیادہ لمبا اور خوبصورت ہے جس قدر وہ حقیقت میں ہوتا ہے یا کہ وہ کوئی اور فوائد کا حامل ہے جو کہ وہ نہیں ہوتا۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: اور اس طرح دوری کے باعث وہ کئی غلطیوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو زیادہ بہتر آدمی تصور کرتے ہیں۔

پروٹرچس: ہاں یہ دوری کے باعث عمومی فریب ہے۔

سقراط: اور تمام نیکیوں میں سے دانش وہ نہیں جس کا انسان دعویٰ کرتے ہیں اور جو ان میں اختلافات کو جنم دیتی ہے؟

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: اور کیا اس سب کو بری حالت نہیں کہا جائے گا۔

پروٹرچس: بہت بری۔

سقراط: لیکن ہمیں تقسیم کو ایک قدم آگے لے جانا چاہیے۔ پروٹرچس کیا ہم بچگانہ حسد میں خوشی اور غم کی واحد قسم نہیں پائیں گے۔

پروٹرچس: جو مزید تقسیم آپ تجویز کر رہے ہیں وہ کیسے کر سکتے ہیں؟

سقراط: وہ سب جو اپنے اندر کی خود بینی سے لطف اندوز ہونے کی حد تک احمق ہیں انھیں مزید تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ دوسرے انسانوں کی طرح دو اقسام ہیں۔ ایک جس کے پاس طاقت ہوتی ہے اور دوسری قسم وہ جو اس سے محروم ہوتی ہے؟

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: آئیں پھر اس کو تقسیم کا اصول بنائیں۔ان میں سے وہ جو کمزور ہوتے ہیں اور انتقام نہیں لے سکتے۔ جب ان پر لوگ ہنستے ہیں تو انھیں حقیقی طور پر مضحکہ خیز کہا جائے گا۔لیکن وہ جو اپنا دفاع کر سکتے ہیں وہ حقیقی طور پر طاقتور اور خوفناک ہوتے ہیں۔ کیونکہ طاقتور میں جہالت نفرت انگیز اور ہولناک ہوتی ہے۔ کیونکہ حقیقت اور افسانہ دونوں میں دوسروں کو تکلیف دینے والے ہوتے ہیں۔لیکن بے قوت جہالت سے زیادہ تباہ کن ہوگی اور سچی بات تو یہ ہے کہ مضحکہ خیز ہوتی ہے۔

پروٹرچس: وہ بہت درست ہے۔لیکن مجھے اب بھی معلوم نہیں ہوسکا کہ خوشی اور غم کا ملاپ کہاں ہے؟

سقراط: خوب،تب آئیں حسد کی فطرت کے بارے میں معلوم کریں۔

پروٹرچس: آگے بڑھیں۔

سقراط: کیا حسد ایک غلط خوشی اور غلط تکلیف نہیں؟

پروٹرچس: بالکل درست۔

سراط: دشمن کی بدقسمتی پر خوش ہونا غلط ہے نہ حسد؟

پروٹرچس: یقیناً نہیں۔

سقراط: لیکن ہمارے دوستوں کی بدقسمتی پر افسوس کی بجائے خوشی کا اظہار کرنا کیا یہ غلط نہیں؟

پروٹرچس: بلاشبہ۔

سقراط: کیا ہم نے نہیں کہا کہ جہالت ہمیشہ ایک برائی ہے؟

پروٹرچس: درست۔

سقراط: اور ہمارے دوستوں میں پائے جانے والے تین فضول خیالات جن کا ہم نے خوبصورتی کے، عقل اور دولت کے فضول خیالات کے بارے میں ذکر کیا، وہ مضحکہ خیز ہیں اگر کمزور ہوں اور قابل نفرت ہیں اگر طاقتور ہوں۔کیا ہم نہیں کہیں گے۔جیسا کہ میں پہلے کہہ رہا تھا جو ہمارے دوست اس ذہنی حالت میں ہیں جب دوسروں کے لیے تکلیف دہ نہ ہوں تو وہ محض مضحکہ خیز ہوں گے؟

پروٹرچس: وہ مضحکہ خیز ہیں۔

سقراط: کیا ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ ان کی جہالت بدقسمتی ہوگی؟

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: کیا ہم اس پر ہنستے ہیں، تکلیف یا خوشی محسوس نہیں کرتے؟

پروٹرچس: یقیناً۔ ہم خوشی محسوس کرتے ہیں۔

سقراط: کیا حسد ویسی ہی خوشی کا ذریعہ نہیں جو ہم دوستوں کی بدقسمتی پر محسوس کرتے ہیں۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: پھر بحث ظاہر کرتی ہے کہ جب ہم دوستوں کی غلطی پر ہنستے ہیں خوشی حسد میں ضم ہونے سے غم میں ضم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حسد کو ہم نے ذہنی تکلیف تسلیم کیا گیا ہے اور قہقہہ لگانے کو خوشگوار کہا ہے۔ اس طرح ہم خوشی اور حسد ایک ہی وقت میں محسوس کرتے ہیں۔

پروٹرچس: درست۔

سقراط: بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ المیہ، طنز میں خوشی اور غم کا ملاپ ہے، نہ صرف سٹیج پر بلکہ انسانی زندگی میں بھی۔ اس طرح یہ دوسرے معاملات میں لامحدود ہے۔

پروٹرچس: میں نہیں جانتا کہ کوئی کیسے انکار کر سکتا ہے جو آپ کہتے ہیں۔ سقراط خواہ کتنا ہی کوئی اختلافی رائے دینے کا متمنی کیوں نہ ہو؟

سقراط: میں نے غصے، خواہش، افسوس، خوف، محبت، جذبے، حسد اور اس طرح کے جذبات کا ذکر کیا۔ مثال کے طور پر جس میں ان دو عناصر کی آمیزش پائی جانی چاہیے۔ جن کو اکثر یہ نام دیا گیا ہے۔ کیا میں نے نہیں کہا؟

پروٹرچس: جی ہاں۔

سقراط: ہم شاید اس فیصلے پر پہنچیں کہ ہمارے نتیجے کا حوالہ صرف افسوس، حسد اور غصے کے حوالے سے تھا۔

پروٹرچس: میں نے دیکھا۔

سقراط: پھر کئی معاملات ابھی باقی ہیں۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: آپ پھر مجھ سے یہ فرض کرتے ہیں کہ مجھے آپ کو طنز میں پائے جانے والے ملاپ کے بارے

میں بتانا چاہیے تھا۔ کیوں اف آپ کو مطمئن کرنے کے لیے کہ خوف اور محبت اور اس طرح دوسرے معاملات میں آمیزش کو ظاہر کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ میرا خیال ہے کہ جب میں نے آپ کو بیان کر دیا ہے۔ تو آپ مجھے درگزر کر دیں گے۔ اور آپ نے ایک عمومی سچ کو تسلیم کیا ہے کہ روح کے بغیر جسم اور جسم بغیر روح اور دونوں مشترک بھی ہر طرح کی خوشیوں اور تکالیف کی آمیزش ہے۔ اس لیے اس بارے میں مزید بحث غیر ضروری ہوگی۔ اب میں جاننا چاہوں گا کہ کیا میں چلا جاؤں یا آپ آدھی رات تک یہاں مصروف رکھیں گے۔ میرا خیال ہے کہ آپ میری مزید التجاؤں کے بغیر ہی جانے کی اجازت دے دیں گے۔ اگر میں وعدہ کروں کہ میں کل آپ کو ان تمام معاملات کے بارے میں تفصیل سے بیان کروں گا۔ لیکن اس وقت میں ایک دوسری سمت میں چلوں گا۔ اور ان معاملات کے بارے میں کہوں گا جن کا فیصلہ ہونا باقی ہے۔ اس سے قبل کہ وہ فیصلہ دیا جا سکے جس کا فلیبس مطالبہ کرتا ہے۔

پروٹرچس: بہت خوب۔ سقراط۔ جو باقی ماندہ ہے اس کا اپنا راستہ خود لیں۔

سقراط: تب مخلوط خوشیوں کے بعد غیر مخلوط کی باری ہونی چاہیے۔ یہ ضروری اور قدرتی ترتیب ہے۔

پروٹرچس: بہت خوب۔

سقراط: ان کے بارے میں سلسلہ وار طور پر پھر میں بتانے کی کوشش کروں گا۔ کیونکہ یہ رائے رکھنے والوں سے اتفاق نہیں کرتا جن کے نزدیک تمام خوشیاں تکلیف کا پیش خیمہ ہیں، لیکن جیسا کہ میں کہہ رہا تھا۔ میں انھیں گواہ کے طور پر پیش کرتا ہوں کہ کچھ خوشیاں ایسی ہیں جو دکھائی دیتی ہیں لیکن ان کا وجود نہیں۔ کچھ دوسری خوشیاں ہیں جن کی بڑی قوت ہے اور وہ کئی قسموں میں ظاہر ہوتی ہیں۔ وہ اس وقت بھی تکلیف میں مدغم ہوتی ہے۔ وہ جزوی طور پر غم اور مصیبت کی مظہر ہوتی ہیں، دونوں ذہن اور جسم کے لحاظ سے۔

پروٹرچس: پھر سقراط کن خوشیوں کو ہمیں سچا ماننا چاہیے۔

سقراط: سچی خوشیاں وہ ہیں جو کہ شکل وصورت اور رنگ وروپ کی خوبصورتی سے حاصل ہوتی ہیں اور ان میں سے بہت سی خوشبو سے پیدا ہوتی ہیں اور بعض آواز سے جنم لیتی ہیں اور پھر عموماً ان میں سے ایسی بھی ہیں جو تکلیف سے عاری اور بے خبری میں چاہی جاتی ہیں اور کچھ خوشیاں جن کا حصول

آرزو، عقل وشعور پر صاف ظاہر ہے اور وہ خوشگوار اور درد سے عاری ہوتی ہیں۔

پروٹرچس: ایک بار پھر مجھے ضرور پوچھنا چاہیے کہ آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟

سقراط: میرا مطلب یقیناً واضح نہیں ہے اور میں اسے سادہ بنانے کی کوشش کروں گا۔ میری خوشیوں کی قسم سے مراد جانوروں یا تصویروں کی خوشی نہیں ۔ جسے بعض لوگ میرا مطلب خیال کریں گے۔ لیکن اس بات کی متقاضی ہے کہ مجھے الفاظ اور عنوان کے مطابق سمجھا جائے ۔ دائرے، گول یا دوسری اشکال کے مطابق جو کہ زاویوں کی پیمائش سے بنتی ہیں۔ کیونکہ میں یہ تصدیق کرتا ہوں کہ یہ صرف دوسری اشیا کی طرح نہ صرف مقابلتاً خوبصورت بلکہ وہ دائمی خوبصورت ہوں گی اور ان کی ایک خوشی ہوگی۔ کھینچنے، رگڑ لگانے کی خوشی کے برعکس۔ کچھ رنگ بھی ہیں جو اسی کردار کے حامل ہیں۔ کیا اب آپ میرا مطلب سمجھ گئے ہیں؟

پروٹرچس: میں سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں، سقراط۔ اور مجھے امید ہے کہ آپ اپنے معنی زیادہ واضح کرنے کی کوشش کریں گے۔

سقراط: جب آوازیں ہموار، یکساں اور صاف ہوتی ہیں اور ان کی ایک واحد آواز ہوتی ہے، تو وہ مقابلتاً خوبصورت نہیں بلکہ مکمل طور پر خوبصورت ہوتی ہے اور ان کے ساتھ قدرتی خوشی منسوب ہوتی ہے۔

پروٹرچس: جی ہاں، ایسی خوشیاں ہیں۔

سقراط: خوشبیوں کی خوشی کم درجے کی ہیں لیکن تکلیف سے ان کا ملاپ لازم نہیں ہوتا۔ اور ہر طرح کی خوشیاں وہ خواہ کسی موقع پر آئیں جو تکالیف سے مبرا ہوتی ہیں، ان میں ایک تمثیلی قسم ہے۔ لہٰذا خوشیاں دو اقسام کی ہیں۔

پروٹرچس: میں سمجھتا ہوں۔

سقراط: ان سے شاید علم کی خوشی کا اضافہ کیا جائے گا۔ اگر علم کی بھوک یا تکلیف ان تک نہیں پہنچتی۔

پروٹرچس: یہ معاملہ ہے۔

سقراط: خوب اگر ایک آدمی جو علم سے لبریز ہے، اپنے علم کو کھو بیٹھے، کیا بھولنے کی تکلیف نہیں ہے؟

سقراط: ضروری نہیں لیکن شاید عکاسی کا وقت ہوگا۔ جب وہ اپنے علم کھو بیٹھنے سے افسردہ ہوگا۔

سقراط: جی ہاں، میرے دوست۔ لیکن اس وقت ہم قدرتی تحلیل بیان کر رہے ہیں اور اس لیے اس وقت عکس سے کوئی سروکار نہیں۔

پروٹرچس: اس معاملے میں آپ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ علم کھونے سے تکلیف نہیں ہوتی۔

سقراط: یہ علم کی خوشیاں، تب غم سے ملی ہوئی نہیں۔ اور یہ کئی لوگوں کی خوشیاں نہیں بلکہ چند ایک کی ہیں۔

پروٹرچس: بالکل درست۔

سقراط: اور اب۔ عمدہ طریقے سے خالص خوشیوں کو غیر خالص سے علیحدہ کرنے کے بعد، آئیں ان کے بیان کے حوالے سے اضافہ کریں، یہ کہ خوشیاں جو کثرت میں نہیں ان کی کوئی پیمائش نہیں۔ لیکن جو کثرت میں ہیں ان کی پیمائش ہوتی ہے۔ جتنی بڑی، اتنی ہی زیادہ۔ آیا کم یا زیادہ اکثر ہم اس کا لامحدود کی تعداد میں حوالہ دینے میں درست ہوں گے۔ اور کم و بیش کا جو جسم اور روح میں یکساں ہوتا ہے کہ دوسری قسم کو اس قسم میں شامل کریں گے جس کی پیمائش ہوتی ہے۔

پروٹرچس: بالکل درست، سقراط۔

سقراط: ابھی خوشیوں کے بارے میں کسی چیز پر مزید غور کرنے کی ضرورت ہے۔

پروٹرچس: وہ چیز کیا ہے؟

سقراط: جب آپ زیادتی، واضح یا خالص پن کے بارے میں بات کرتے ہیں یا زیادہ، کافی اور کثرت کے بارے میں تو یہ الفاظ کس حوالے سے سچ پر صادق آتے ہیں؟

پروٹرچس: سقراط یہ آپ کیوں پوچھتے ہیں؟

سقراط: کیونکہ پروٹرچس میں خوشی اور تکلیف کو ہر انداز میں معلوم کرنا چاہتا ہوں اس لحاظ سے کہ اگر ان میں کسی ایک میں بھی خالص عنصر موجود ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ میں خالص عنصر کو فیصلہ کے لیے پیش کروں۔ اور پھر ہر کوئی آسانی سے ان کے بارے میں فیصلہ کر سکے گا۔

پروٹرچس: بالکل درست۔

سقراط: آئیں ساری خالص اقسام کے بارے میں تفتیش کریں۔ سب سے پہلے مثال کے طور پر ایک واحد لمحے کے بارے میں سوچیں۔

پروٹرچس: ہم کون سا موقع اس کے لیے منتخب کریں گے۔

سقراط: فرض کریں ہم سب سے پہلے سفیدی کا معاملہ لیں گے۔

پروٹرچس: بہت خوب۔ کیسے۔

سقراط: سفیدی میں خالص پن ہوگا۔ اور کون سا خالص پن ہے، کیا وہ خالص ہے جو زیادہ اور بڑا ہے۔ یا وہ جو تمام اقسام کی آمیزش سے پاک ہے۔

پروٹرچس: صاف طور پر۔ وہ جو سب سے زیادہ ملاوٹ سے پاک ہے۔

سقراط: درست، پروٹرچس، اس طرح خالص سفید، نہ کہ مقدار میں زیادہ یا بڑا، حقیقی خوبصورت خیال کیا جاتا ہے۔

پروٹرچس: درست۔

سقراط: حلف کے ثبوت کے لیے بحث کے حوالے سے مزید مثالیں دینے کی ضرورت نہیں۔ ایک ہمارے لیے یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ اگر تھوڑی خوشی تکلیف سے پاک ہو یا نہ ہو ہمارے لیے کسی دوسری قسم کی خوشی سے زیادہ سچی، عمدہ اور خوشگوار ہے۔

پروٹرچس: یقیناً۔ واقعہ جو آپ نے بتایا ہے، یہ کافی ہے۔

سقراط: لیکن آپ دوسرے سوال کے بارے میں کیا کہتے ہیں کیا ہم نے نہیں سنا کہ خوشی ہمیشہ جنم لیتی ہے اس کا حقیقی وجود نہیں ہوتا۔ کیا کچھ فلسفی اس نظریہ کا درس نہیں دیتے۔ اور کیا ہمیں ان کا شکرگزار نہیں ہونا چاہیے؟

پروٹرچس: آپ کا کیا مطلب ہے؟

سقراط: میرے عزیز پروٹرچس، ان کا کیا مطلب ہے میں آپ کو ایک سوال کی مدد سے بیان کروں گا۔

پروٹرچس: پوچھیں، میں جواب دوں گا۔

سقراط: میں فرض کرتا ہوں کہ فطرت کی دو اقسام ہیں۔ ایک خود بخود جنم لینے والی اور دوسری ہمیشہ کسی چیز کی طلب کے لیے پیدا ہوتی ہے۔

پروٹرچس: وہ فطرت کے کون سے انداز ہیں؟

سقراط: ایک ہمیشہ عظیم اور دوسری کمتر۔

پروٹرچس: آپ پہیلیاں بوجھوار ہے ہیں۔

سقراط: آپ نے اچھی محبتیں اور دلیر چاہنے والے بھی دیکھے ہیں؟

پروٹرچس: مجھے ایسا سوچنا چاہیے۔

سقراط: کائنات کی دو صورتوں کے حوالے سے تلاش کریں۔ جوان دونوں جیسی اور ہر جگہ موجود ہیں۔

پروٹرچس: تیسری بار مجھے تھوڑی وضاحت سے بات کرنی چاہیے، سقراط۔

سقراط: یہ کوئی مشکل نہیں پروٹرچس۔ بحث صرف ایک کھیل ہے، جو یہ ظاہر کرتی ہے کہ بعض چیزیں صرف دوسری چیزوں کے لیے ہیں اور دوسری چیز اختتامیہ ہیں جن کے لیے پہلی چیزیں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔

پروٹرچس: آپ کے کئی باتیں دہرانے سے مجھے سمجھنے میں مشکل آتی ہے۔

سقراط: جوں جوں بحث آگے بڑھتی ہے، میں یہ کہنے کی ہمت کروں گا کہ معنی واضح ہوتے جاتے ہیں۔

پروٹرچس: اس کا بڑا امکان ہے۔

سقراط: یہ دو نئے اصول ہیں۔

پروٹرچس: وہ کیا ہیں؟

سقراط: ایک ساری چیزوں کی نسل ہے اور دوسرا اصل۔

پروٹرچس: میں آپ کو نسل اور اصل دونوں کے حوالے سے فوراً قبول کرتا ہوں۔

سقراط: بالکل ٹھیک۔ اور کیا آپ کہیں گے کہ نسل اصل کی بقا کے لیے ہے، یا اصل چیز نسل کی بقا کے لیے۔

سقراط: جی ہاں۔

پروٹرچس: خدا کے لیے۔ میری خواہش ہے کہ آپ اپنا سوال دہرائیں۔

سقراط: میرا مطلب ہے کہ اے میرے عزیز پروٹرچس کہ آیا آپ مجھے بتائیں گے کہ جہاز سازی جہازوں کی بقا کے لیے ہے یا جہاز جہاز سازی کی بقا کے لیے۔ اس طرح کے تمام معاملات میں مجھے یہی سوال پوچھنا چاہیے۔

پروٹرچس: آپ خود ہی جواب کیوں نہیں دیتے، سقراط۔

سقراط: مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن آپ کو اپنا کردار ضرور ادا کرنا چاہیے۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: میرا جواب ہے۔ تمام چیزیں بنانے کے سبب ہمیں عطا کی گئی ہیں اور ہر نسل متعلقہ ہے کسی چیز کی بقا سے متعلق۔ تمام نسلیں تمام تر اصل چیزوں کی بقا کے لیے ہیں۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: پھر خوشی ایک پیدا کی گئی چیز ہونے کی بنا پر یقیناً کسی اصل چیز کی بقا کے لیے ہے۔

پروٹرچس: درست۔

سقراط: اور جو چیز دوسرے کی بقا کے لیے کی جائے وہ یقیناً اچھی قسم سمجھی جائے گی۔ یا وہ جو دوسری کسی چیز کی بقا کے لیے کی جائے وہ اچھی قسم ہوگی، میرے عزیز دوست۔

پروٹرچس: یقینی طور پر۔

سقراط: پھر خوشی۔ ایک پیداوار ہونے کی بنا پر اچھائی کی بجائے کسی دوسری قسم میں رکھی جائے گی۔

پروٹرچس: بالکل درست۔

سقراط: پھر جیسے میں نے پہلے کہا۔ ہمیں اس کا بہت شکر گزار ہونا چاہیے جس نے سب سے پہلے یہ واضح طور پر کہا کہ خوشی صرف ایک پیدا کردہ چیز ہے۔ اور اس کا حقیقی کوئی وجود نہیں۔ واضح طور پر وہ شخص ہے جو خوشی کے بارے میں اس خیال سے کہ یہ اچھائی ہے، اس پر ہنستا ہے۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: اور ان کا بھی یقیناً مذاق اڑائے گا۔ جو اس کی پیداوار کو اس کی انتہا کہے گا۔

پروٹرچس: آپ کس کی بات کر رہے ہیں اور آپ کا کیا مطلب ہے؟

سقراط: میں ان کی بات کر رہا ہوں۔ جب ان کی بھوک، پیاس یا دوسری طلب کو کسی عمل کے ذریعے پورا کیا جاتا ہے تو وہ اس پر خوش ہوتے ہیں۔ اور یہ کہ وہ ان کے بغیر زندہ نہیں رہنا چاہیں گے۔

پروٹرچس: یقیناً وہ ایسا سوچتے دکھائی دیتے ہیں۔

سقراط: کیا تباہی کائنات کے لحاظ سے پیداوار کا تضاد نہیں؟

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: وہ جو ان کا انتخاب کرتا ہے۔ کسی دوسری قسم کی زندگی کے مقابلے میں، وہ تباہی یا پیداوار کا انتخاب کرے گا، جس میں جیسا کہ ہم کہہ رہے تھے نہ تو خوشی تھی اور نہ ہی تکلیف بلکہ خالص ممکنہ خیالات

ہی خیالات تھے۔

پروٹرچس: وہ جوہمیں یہ یقین دلائے کہ پیدائش اچھائی ہے سقراط وہ بہت بڑی بیہودگی میں ملوث ہے۔

سقراط: بہت اچھے۔حقیقی طور پر، ان کی ایک چیز ابھی باقی ہے۔

پروٹرچس: وہ کیا ہے؟

سقراط: کیا یہ رائے دینے میں بیہودگی نہیں کہ جسم میں کوئی چیز کسی دوسری چیز کے مقابلے میں اچھی یا باوقار نہیں اور یہ کہ اچھائی صرف روح میں ہے اور روح کی اچھائی صرف خوشی ہے اور یہ کہ اعتدال یا سمجھداری یا حوصلہ یا روح کی دوسری خوبی، کیا یہ حقیقی اچھائی نہیں؟ اور کیا ہمیں یہ کہنے میں مزید بیہودگی نہیں کہ وہ جس کی تکلیف کے احساسات ہوں خوشی کی بجائے، وہ بری ہوتی ہیں، اس وقت جب وہ تکلیف میں ہوتا ہے۔خواہ وہ اعلیٰ ترین لوگوں میں سے ہی کیوں نہ ہو۔اور پھر وہ جو خوشی کے احساسات کا حامل ہے۔جب تک وہ خوشی محسوس کرتا ہے وہ اس حوالے سے نیکی میں اعلیٰ درجہ پاتا ہے؟

پروٹرچس: اس سے زیادہ سقراط اور کوئی بات غیر متعلقہ نہیں ہوسکتی جو آپ نے کہی۔

سقراط: اب خوشی کا ہر طرح سے امتحان لے لینے کے بعد آئیں ذہن اور علم کو مزید نظرانداز نہ کریں۔ آئیں ان کا دلیری سے احاطہ کریں۔اور دیکھیں کہ کیا ان میں سے کسی حصے میں کوئی کمزوری ہے جب تک ہم یہ نہیں جان جاتے کہ ان کی اصل فطرت کیا ہے۔اس وقت تک خوشی اور علم کو فیصلے کے لیے پیش نہیں کیا جاسکتا۔

پروٹرچس: درست۔

سقراط: علم کے دو حصے ہیں۔ایک پیداواری اور دوسرا تعلیمی؟

پروٹرچس: درست۔

سقراط: پیداواری یا دستکاری فنون ایک علم جیسا حصہ نہیں اور دوسرا کم، اور کیا ایک حصے کو خالص قرار نہیں دیا جائے گا اور دوسرے کو غیر خالص؟

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: آئیں ان میں سے ہر ایک میں حاوی ہونے والے یا اعلیٰ ترین عناصر کو علیحدہ کریں۔

پروٹرچس: وہ کیا ہیں اور آپ ان کو کس طرح علیحدہ کرتے ہیں؟

سقراط: میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر ریاضی، مساحت اور وزن کرنے کو فن سے علیحدہ کر دیا جائے تو جو باقی بچے گا وہ ناکافی ہوگا۔

پروٹرچس: زیادہ نہیں یقیناً۔

سقراط: باقی صرف قیاس رہ جائے گا اور احساسات کا بہتر استعمال جو کہ تجربے اور مشق سے ہوتا ہے۔ اندازہ لگانے کی اضافی خوبی کی بنا پر جسے فن کہتے ہیں، یہ توجہ اور تکلیف سے مکمل ہوتا ہے۔

پروٹرچس: مزید اور کچھ نہیں، یقیناً۔

سقراط: موسیقی۔مثال کے طور پر موسیقی اس تجربیت سے لبریز ہے۔کیونکہ آوازیں ہم آہنگ ہوتی ہیں نہ صرف پیمائش سے بلکہ ماہرانہ قیاس سے بھی۔بانسری کی موسیقی ہمیشہ آواز کے اتار چڑھاؤ کو جاننے کی سعی ہے۔اس لیے اسے ہمیشہ ملا دیا جاتا ہے جو زیادہ مشکوک ہوتی ہے۔

پروٹرچس: بالکل درست۔

سقراط: یہی کچھ ادویات، کھیتی باڑی، جہاز اڑانے اور عمومی کاموں میں اچھائی کے حوالے سے پایا جائے گا۔

پروٹرچس: بالکل درست۔

سقراط: دوسری طرف ایک معمار کا فن ہے۔جس میں کئی پیمائشوں اور آلات کا استعمال ہوتا ہے، اس میں دوسرے فنون کے مقابلے میں زیادہ اعلیٰ درجے کا معیار پاتا ہے۔

پروٹرچس: وہ کس طرح؟

سقراط: جہاز سازی اور گھر بنانے اور لکڑ ہارے کے دوسرے فن میں، معمار کی اپنی حکمرانی ہوتی ہے۔ لائنیں، کمپاس اور دوسری استعمال ہونے والی مشینیں لکڑی کو سیدھا کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہیں۔

پروٹرچس: بالکل درست سقراط۔

سقراط: پھر آئیں جس کے بارے میں ہم بات کر رہے تھے، اس علم کو دو اقسام میں تقسیم کریں۔فن جب وہ موسیقی کی طرح اپنے نتیجہ میں کمتر ہیں اور وہ جو لکڑی کے کام کی طرح بہتر۔

پروٹرچس: آ ئیں اس تقسیم کواپنا ئیں۔

سقراط: بعد میں ذکر کی جانے والی اقسام میں سب سے زیادہ درست وہ ہیں جن کا ابھی ہم نے ذکر کیا۔

پروٹرچس: میں نے جانا کہ آپ کا مطلب ریاضی، پیمائش یاوزن کرنے والے متعلقہ فنون ہیں۔

سقراط: یقیناً۔ پروٹرچس، کیاان کی بھی دواقسام میں تقسیم نہیں کی گئی۔

پروٹرچس: یہ دواقسام کیا ہیں؟

سقراط: پہلی بات یہ کہ ریاضی کی بھی دواقسام ہیں۔ جن میں سے ایک عام اوردوسری فلسفیانہ قسم ہے۔

پروٹرچس: آپ ان کی تمیز کیسے کریں گے؟

سقراط: ان میں بڑا فرق ہے۔ پروٹرچس۔ کچھ ریاضی دان غیر مساوی اکائیوں کو فنا کرتے ہیں۔ مثلاً دو فوجیں دو بیل دو بڑی یا چھوٹی چیزیں۔ وہ لوگ جو اس کی مخالفت کرتے ہیں وہ اصرار کرتے ہیں کہ دس ہزار میں اکائی دوسری اکائی جیسی ہونی چاہیے۔

پروٹرچس: بلاشبہ۔ ایسا ہے جیسا آپ کہتے ہیں سائنس کے پرستاروں میں بڑا فرق ہے۔ اور مناسب طور پر فرض کیا جائے گا کہ ریاضی کی دواقسام ہیں۔

سقراط: جب ہم عمارت کی تعمیر کی پیمائش کے فن کا فلسفے کی جیومیٹری سے موازنہ کرتے ہیں۔ یا گنتی کا فن جو تجارت میں درست نتیجے کے لیے استعمال ہوتا ہے کیا ہم ہر جوڑے کے لیے کہیں گے کہ یہ ایک ہے یا دو؟

پروٹرچس: گزشتہ بحث کے حوالے سے ہم انھیں دو کہیں گے۔

سقراط: لیکن آپ جانتے ہیں کہ میں نے اس عنوان پر بحث کیوں کی ہے؟

پروٹرچس: میں ایسا سوچتا ہوں لیکن میں چاہوں گا کہ آپ اس کا جواب دیں۔

سقراط: تمام تر بحث خوشی کے متوازی کی متلاشی ہے۔ اور اس اصلی منصوبے کے حوالے سے یہ پوچھنے پر توجہ مرکوز ہے کہ کیا علم کی ایک قسم، دوسری قسم سے زیادہ خالص ہے جیسا کہ ایک خوشی دوسری خوشی سے زیادہ خالص اور حقیقی ہے۔

پروٹرچس: صاف طور پر یہی نیت تھی۔

سقراط: اور جو بحث کی گئی ہے کیا اس میں یہ واضح نہیں ہوا کہ فنون کے مختلف حصے ہیں جو کہ یقین کے درجے

میں مختلف ہوتے ہیں؟

پروٹرچس: بالکل درست۔

سقراط: اور کیا ابھی بحث کے دوران ایک مخصوص فن کو ایک عام نام سے تفویض نہیں کیا گیا۔اس طرح ہمیں اس فن کے اتحاد کے بارے میں یقین دلایا گیا۔ پھر دوبارہ جیسا کہ اگر دو مختلف چیزوں کے بارے میں بیان کرتے ہوئے یہ سوال سامنے آتا ہے کہ آیا فلسفیوں یا کہ غیر فلسفیوں کا فن زیادہ خالص پن اور یقین کا حامل ہوتا ہے؟

پروٹرچس: یہ ایک اہم بنیادی سوال ہے جس کے جواب کی بحث متقاضی ہے؟

سقراط: اور کس طرح پروٹرچس۔ہم اس سوال کا جواب دیں گے۔

پروٹرچس: اے سقراط۔ہم اس نکتے پر پہنچ گئے ہیں جہاں مختلف قسم کے علوم میں صاف پن بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

سقراط: پھر جواب آسان ہوگا۔

پروٹرچس: یقیناً۔آئیں جواب میں کہیں کہ جن فنون میں ریاضی دان اور پیمائش کرنے والے داخل ہوتے ہیں۔وہ دوسرے تمام پر سبقت لے جاتے ہیں اور یہ کہ یہ سائنس اور آرٹس کے فنون جنھیں حقیقی فلسفی زندہ کرتے ہیں وہ سچ اور درستی میں اعلیٰ تر ہیں۔

سقراط: پھر یہ آپ کا فیصلہ ہے اور اس جواب کے حوالے سے ہم فن کے تمام جاننے والوں کو غلط بیان کریں گے۔

پروٹرچس: یہ کیا جواب ہے؟

سقراط: یہ کہ ریاضی اور پیمائش کی دو دو اقسام ہیں اور اس طرح کے کئی فن جن کی دہری فطرت ہے اور پھر بھی اس کا ایک نام ہے۔

پروٹرچس: آئیں ہمیں یہ جواب دلیری سے ان آقاؤں کو واپس دینے دیں جن کی آپ بات کر رہے ہیں۔سقراط اور اچھی قسمت کی امید رکھتے ہیں۔

سقراط: ہم نے وضاحت کردی ہے۔اس آرٹس یا سائنس کی جسے ہم بہت درست کہتے ہیں۔

پروٹرچس: بہت خوب۔

سقراط: اور اب بھی پروٹرچس علم الکلام ہمیں ماننے سے انکار کر دے گا۔ اگر ہم اسے اول مقام عطا نہیں کرتے۔

پروٹرچس: اور دعا کریں، علم الکلام کیا ہے؟

سقراط: یقیناً۔ سائنس جس کا تعلق تمام ان علوم سے ہے کہ جن کے بارے میں ہم ابھی بات کر رہے تھے۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ سارے لوگ جن میں ذہانت کا بیج ہے وہ تسلیم کریں گے کہ علم جس کا تعلق وجود اور حقیقت سے ہے اور یکساں اور غیر تبدیل ہونے والے سے وہ سب سے زیادہ اصل ترین ہیں۔ لیکن آپ اس سوال کا فیصلہ کیسے کریں گے؟

پروٹرچس: میں نے اکثر جارجیاس (Gorgias) کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ قائل کرنے کا علم دوسرے تمام علوم سے افضل ہے۔ جیسا کہ وہ کہتا ہے یہ ان سب سے بہترین ہے۔ کیونکہ اس کو سب چیزیں اپنی مرضی سے درخواست کرتی ہیں۔ اب مجھے اس سے یا آپ سے جھگڑنا پسند نہیں کرنا چاہیے۔

سقراط: آپ کا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو شرم محسوس نہ ہو تو آپ فنا کرنا پسند کریں گے؟

پروٹرچس: جیسے آپ خوش ہوں۔

سقراط: ایسا تو نہیں ہو سکتا میں آپ کو غیر موزونیت میں لے گیا ہوں؟

پروٹرچس: کیسے؟

سقراط: عزیز پروٹرچس۔ میں نے کبھی نہیں پوچھا کہ کون سی سائنس یا فن عظیم، مفید اور بہترین ہے لیکن یہ کہ کون سا واضح اور درست ہے۔ تاہم بڑی سعی یہی ہے کہ کون سا معمولی اور مفید فن ہے۔ جہاں تک جارجیاس کا تعلق ہے۔ اگر آپ انکار نہ کریں تو اس کا فن انسانوں کے فائدے کے ضمن میں بالاتر ہے۔ وہ آپ کو یہ کہنے کے لیے آپ سے جھگڑا نہیں کرے گا کہ مطالعہ جس کی میں بات کر رہا ہوں وہ اس مخصوص سچ میں بالاتر ہے۔ جیسا کہ سفید رنگ کے موازنے میں ایک کم سفید اگر وہ اصلی ہو۔ اسے زیادہ مواد والی سفید چیز سے بہتر کہا جائے گا جو غیر شفاف ہو۔ آئیں اب اس پر اپنی بہترین توجہ مرکوز کریں اور غور کریں سائنس کے تقابلی استعمال یا شہرت کے بارے میں نہیں بلکہ قوت اور شعبے کے حوالے سے۔ اگر ایسا ہوگا اس پر روح کو سچائی سے محبت ہے ساری چیزیں اس کی بقا کے لیے کرنے کے لیے۔ آئیں ذہن اور ذہانت کے اصل عناصر کی تلاش کریں۔ پھر ہم یہ

کہنے کے قابل ہوں گے کہ سائنس جس کی میں بات کررہا ہوں اس میں یہ شعبہ ہے یا کوئی اور ہوگا جو اس سے بڑا دعویدار ہے۔

پروٹرچس: خوب۔ میں غور کررہا ہوں۔ اور میں مشکل سے سوچ سکتا ہوں کہ کسی دوسرے فن یا سائنس کی اس مضمون پر اس سے زیادہ مضبوط پکڑ ہے۔

سقراط: کیا آپ ایسا اس لیے کہتے ہیں کہ عمومی طور پر فنون اور وہ جو اس میں مصروف ہوتے ہیں، انھیں رائے قائم کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں اور رائے کے معاملے کی تحقیقات کے لیے مصمم ارادے سے مصروف ہیں حتیٰ کہ وہ جو اپنے آپ پر فطرت کو حاوی سمجھتا ہے، اس پر بھی دنیاوی چیزیں حاوی ہیں۔ کیسے پیدا ہوئیں۔ کیسے عمل کرتی ہیں یا ان پر کیسے عمل کیا جاتا ہے۔ کیا یہ اس طرح کے سوال نہیں جن میں اس کی زندگی بسر ہوتی ہے۔

پروٹرچس: درست۔

سقراط: وہ مشقت کررہا ہے۔ وجود میں آنے کے بعد نہیں بلکہ چیزوں کے بارے میں جو کہ ہو رہی ہیں یا جو ہو چکی یا ہوں گی۔

پروٹرچس: بالکل درست۔

سقراط: کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان میں کوئی چیز جو کہ نہ نا قابل تبدیل ہے، نہ تھی، نہ ہوگی۔ جب اس کا سچے اصول پر سختی سے جائزہ لیا جاتا ہے تو یہ یقینی ہو جاتی ہے؟

پروٹرچس: ناممکن۔

سقراط: کسی مقررہ چیز کو دوسری بغیر مقررہ چیز سے کیسے منسوب کیا جا سکتا ہے؟

پروٹرچس: کیسے درحقیقت؟

سقراط: جب پھر ذہن اور سائنس کو اس طرح کی تبدیل کی ہوئی چیزوں پر لاگو کیا جاتا ہے تو یہ اعلیٰ سچائی حاصل نہیں کر پاتی۔

پروٹرچس: مجھے اس بارے میں نفی میں سوچنا چاہیے۔

سقراط: اور آئیں اب اسے خدا حافظ کہہ دیں۔ ایک طویل خدا حافظ مجھے، آپ کو، فلیبس جارجیاس کو اور بحث کے حوالے سے ایک نکتے پر زور دینا چاہیے۔

پروٹرچس: کون سا ایک نکتہ؟

سقراط: آ ئیں کہیں کہ مستحکم، اصل اور سچی اور شفاف، ملاوٹ سے پاک کا تعلق ان چیزوں سے ہے جو کہ دائمی اور تبدیل نہ ہونے والی ہیں۔ یا اگر نہیں کسی بھی قیمت پر ایسا نہیں تو اس جیسی چیزیں ہیں۔ اور وہ تمام چیزیں دوسری اور کمتر درجے کی چیزوں میں رکھی جائیں گی۔

پروٹرچس: بالکل درست۔

سقراط: اور نام جن میں شناخت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اچھی چیزوں کو اچھے نام نہیں دیے جائیں گے۔

پروٹرچس: یہ قدرتی بات ہے؟

سقراط: اور کیا ذہن اور عقل ایسے نام نہیں جن کی سب سے زیادہ تعظیم کی جائے گی؟

پروٹرچس: جی ہاں۔

سقراط: ان ناموں کا درست اور حقیقی اطلاق کہا جائے گا جب ذہن حقیقی چیزوں کے بارے میں فکر کرتا ہے؟

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: یہ وہ نام تھے جو میں نے خوشی کے تضاد کے ثبوت کے طور پر پیش کیے۔

پروٹرچس: بالکل درست سقراط۔

سقراط: اگلے مرحلے میں جیسا کہ یہاں ملاپ کے لیے اجزا ہیں۔ خوشی اور عقل اور ہمارا موازنہ فنکاروں سے کیا جائے گا۔ جن کا سامان ان کے ہاتھوں سے تیار ہے۔

پروٹرچس: جی ہاں۔

سقراط: اور اب ہمیں ان کو ملانا شروع کرنا چاہیے۔

پروٹرچس: ضرور۔

سقراط: لیکن بہتر نہ ہوتا اگر ہم ذہن کو تروتازہ کرنے کے لیے ابتدائی الفاظ ادا کرتے۔

پروٹرچس: کس بارے میں؟

سقراط: اس بارے میں جس کا میں نے پہلے ہی حوالہ دیا ہے۔ کہاوت میں خوب کہا گیا ہے کہ جو اچھا ہو ہمیں دو دفعہ یا تین دفعہ دہرانا چاہیے۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: خوب۔ زیوس(Zeus) کی قسم، آئیں بات آگے بڑھائیں۔ اور میں اپنے یقین کے مطابق بحث کا بہترین خلاصہ تیار کروں گا۔

پروٹرچس: مجھے سننے دیں۔

سقراط: فلپس کہتا ہے کہ خوشی زندہ چیزوں کا حقیقی انجام ہے۔ جو سب کا مقصد ہونا چاہیے اور مزید براں یہ سب اچھائیوں کی سربراہ ہے۔ اچھا اور خوشگوار دونوں نام ایک چیز اور ایک فطرت کو دیے گئے ہیں، سقراط۔ دوسری طرف اس کے انکار سے ابتدا ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ فطرت میں یہ دو نام ہیں۔ عقل خوشی کے مقابلے میں زیادہ کردار ادا کرتی ہے۔ کیا یہ وہ نہیں پروٹرچس جو ہم کہہ رہے تھے۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: کیا ایک اور نکتہ نہیں تھا یا نہیں ہے جو ہمارے درمیان زیر بحث رہا۔

پروٹرچس: یہ کیا ہے؟

سقراط: یہ کہ اچھا تمام دوسری چیزوں سے مختلف ہوتا ہے۔

پروٹرچس: کس لحاظ سے؟

سقراط: اس لحاظ سے وہ جن میں اچھائی ہوتی ہے وہ ہر کہیں اور ہر چیز میں مکمل کفایت پاتے ہیں انھیں کسی چیز کی کبھی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔

پروٹرچس: بالکل۔

سقراط: اور کیا ہم نے عقل اور خوشی میں ایک تخیلاتی علیحدگی کرنے کی کوشش نہیں کی، ہر ایک کو مخصوص زندگی تفویض کرتے ہوئے۔ اس طرح خوشی کو عقل سے مکمل طور پر علیحدہ کر دیا گیا تھا اور اسی طرح عقل کا خوشی سے کوئی رشتہ نہیں رکھا گیا تھا؟

پروٹرچس: ہم نے ایسا کیا۔

سقراط: کیا ہم نے سوچا کہ ان میں کوئی ایک کافی اور مکمل ہوگا؟

پروٹرچس: یقیناً نہیں۔

سقراط: اور اگر کسی نکتہ پر ہم سے غلطی ہوئی۔ پھر کسی ایک کو سوال اٹھانے دیں اور ہماری رہنمائی کرنے دیں۔ یہ فرض کرتے ہوئے کہ علم، یادداشت، عقل اور صحیح رائے کا ایک ہی قسم سے تعلق ہے، ایسے

شخص کو غور کرنے دیں کہ وہ ایسا کرنے کی خواہش کرے گا۔ میں نہیں کہوں گا خوشی بہر حال کثرت سے یا شدت سے، اگر اس میں خوش ہونے کا حقیقی تصور نہیں اور نہ ہی یہ کہ وہ کیا محسوس کرتا ہے۔ تاہم وقتی احساسات کو محسوس کرتا ہے، نہ ہی یادآ وری لیکن کیا ایسا شخص کسی چیز کی خواہش کرے گا اگر ایسے شخص کو ان شعبوں کی طلب تھی؟ اور عقل کے بارے میں بھی یہی سوال پوچھوں گا۔ کیا آپ یہ تسلیم کر سکتے ہیں کہ کوئی خوشی سے مکمل عاری عقل کا انتخاب کرے گا۔ کس درجے کی خوشی یا بجائے اس کے تمام خوشی جو کہ عقل سے بے بہرہ ہو یا بجائے اس کے عقل کے کس درجے کی۔

پروٹرچس: یقیناً نہیں۔ سقراط۔ لیکن میں ایسے سوال مزید کیوں دہراؤں؟

سقراط: پھر مکمل اور کائنات بھر میں اہل اور مکمل طور پر اچھے ممکنہ طور پر ان میں سے نہیں ہو سکتے۔

پروٹرچس: ناممکن۔

سقراط: پھر ہمیں اب زیادہ یا کم اچھے کی فطرت کے بارے میں ترتیب کے لحاظ سے ٹھیک طرح معلوم کرنا چاہیے۔ جیسا کہ ہم کہہ رہے تھے کہ اسے کما حقہ دوسری حیثیت دی جائے گی۔

پروٹرچس: درست۔

سقراط: کیا ہم نے وہ راستہ نہیں پا لیا جو اچھائی کو جاتا ہے؟

پروٹرچس: کون سا راستہ؟

سقراط: فرض کریں کہ ایک شخص کو یہ جاننا تھا اور آپ دریافت کر سکتے تھے کہ وہ کس گھر میں رہتا تھا۔ کیا یہ آدمی کے از خود بارے میں جاننے کے ضمن میں بڑی کامیابی نہیں ہو گی؟

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: اب سب ہمیں ظاہر کرتا ہے۔ جو ہم نے شروع کیا کہ ہمیں اچھے کی تلاش کرنی چاہیے آمیزش کے بغیر نہیں بلکہ آمیزے والی زندگی میں؟

پروٹرچس: درست۔

سقراط: یہ جاننے کی بڑی امید ہے کہ جو جسم دریافت کرنے جا رہے ہیں وہ آمیزش والی زندگی میں سے غیر آمیزش والی زندگی میں نہیں۔

پروٹرچس: بہت بڑی بات ہے۔

سقراط: تب آئیں اب ضم کریں۔ پروٹرچس۔ضم کرنے کی تقریب کی صدارت کرنے والے دیوتا ڈائیونائیسس (Dionysus) یا ہیفائیسٹس (Hephaestus) ہو یا کوئی اور دیوتا اس کے لیے دعا کریں۔

پروٹرچس: ضرور۔

سقراط: کیا ہم کپ اٹھانے والے نہیں اور یہاں دو چشمے ہیں جو ہماری جانب بہہ رہے ہیں۔ان میں سے ایک خوشی ہے جسے شاید شہد کے چشمے سے منسوب کیا جائے گا اور دوسرا چشمۂ عقل کا ہے ایک باوقار گھونٹ جس میں شراب شامل نہیں ہوتی وہ پانی کا ہے جو کہ اگرچہ خوشگوار لیکن صحت کے لیے مفید تر ہے۔ان میں ہمیں بہترین آمیزہ تیار کرنا چاہیے۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: مجھے پہلے یہ بتائیں کیا ہم کامیاب ہونے والے ہوں گے اگر ہم ہر طرح کی خوشی کو ہر طرح کی عقل کے ساتھ ضم کر دیں۔

پروٹرچس: شاید ہمیں کرنا چاہیے۔

سقراط: لیکن خطرے سے ڈرنا چاہیے۔اور میرا خیال ہے کہ میں محفوظ منصوبہ تیار کر سکتا ہوں۔

پروٹرچس: وہ کیا ہے؟

سقراط: ہم نے ایک خوشی کو دوسری سے زیادہ سچا فرض کیا تھا۔اور ایک فن دوسرے سے زیادہ درست ہوگا۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: سائنس میں فرق فرض کیا گیا تھا۔ان میں کچھ صرف غائب ہونے اور منتقل ہونے والی سائنس اور دوسرے دائمی اور نہ ختم ہونے والی انمٹ سائنس۔ جب انھیں سچ کے معیار پر پرکھا گیا بعد میں ذکر کی جانے والی سائنس پہلے سے زیادہ سچی اور حقیقی تھی۔

پروٹرچس: درست اور بہت خوب۔

سقراط: پھر اگر سائنس کی اس قسم کو جو سچ کی حامل ہے اس کے ہر حصے کو مدغم کرنے سے آغاز کیا جائے کیا یہ اشتراک ہمیں سب سے پیاری زندگیوں کے بارے میں بتانے کے لیے کافی نہیں ہوگا۔یا پھر بھی ہم دوسرے عناصر کے بارے میں جاننا چاہیں گے؟

پروٹرچس: میرا خیال ہے ہمیں وہی کچھ کرنا چاہیے جس کی آپ تجویز دیتے ہیں۔

سقراط: آ ئیں اس شخص کے بارے میں فرض کریں جو انصاف کو سمجھتا ہے اور اس کی اور دوسری چیزوں کی اصل فطرت کے بارے میں جانتا ہے۔

پروٹرچس: ہم ایسے آدمی کے بارے میں فرض کریں گے۔

سقراط: کیا وہ کافی علم رکھتا ہوگا اگر وہ صرف آفاقی دائروں سے واقف ہے لیکن انسانی دائروں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ اور وہ صرف آفاقی دائروں کو عمارت بنانے اور اس کی پیمائش کے لیے استعمال کرتا ہے۔

پروٹرچس: سقراط وہ علم جو ماورائے انسان ہے، وہ انسان کے لیے مضحکہ خیز ہے۔

سقراط: آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟ کیا آپ کا مطلب یہ ہے کہ آپ ملاوٹ والے اور غیر یقینی فنون کو ایک کپ میں ڈالنے والے ہیں جو کہ غلط دائرے بناتا ہے اور غلط پیمائش کرتا ہے۔

پروٹرچس: ہاں۔ ہمیں ضرور ایسا کرنا چاہیے۔ اگر ہم میں سے کسی نے کبھی اپنے گھر کا راستہ معلوم کرنا ہے۔

سقراط: اور میں نے موسیقی شامل کرنی ہے۔ جس کے بارے میں میں ابھی کہہ رہا تھا کہ یہ اندازے کے کام سے لبریز ہے اور نقل میں اور اصلیت میں درکار ہے؟

پروٹرچس: میرا خیال ہے آپ کو ضرور بات کرنی چاہیے اگر انسانی زندگی کو بالآخر زندگی ہونا ہے۔

سقراط: خوب۔ فرض کریں میں راستہ دیتا ہوں اور ایک دربان کی طرح جسے ہجوم دھکے مارتا ہے میں پورا دروازہ کھولتا ہوں اب آئیں ہر طرح کے علم کو اندر داخل ہونے دیں اور ملاوٹ والے علم کو ملاپ سے پاک والے میں داخل ہونے دیں۔

پروٹرچس: میں نہیں جانتا سقراط کہ ایسا کرنے سے کوئی بڑی مشکل پیدا ہوگی۔ اگر آپ کے پاس صرف پہلی قسم ہے۔

سقراط: خوب۔ کیا مجھے ان کو ملنے دینا چاہیے۔ اسی طرح جس کو ہومر (Homer) اپنی شاعری میں پانی کے ملاپ سے تعبیر کرتا ہے؟

پروٹرچس: ضرور، ہر حال میں۔

سقراط: وہاں، میں نے اسے اندر آنے دیا ہے۔ اب مجھے ضرور خوشی کے چشمے سے ابتدا کرنی چاہیے کیونکہ ہم نے اپنی بنیادی نیت کے مطابق دونوں اقسام کو ایک ہی ندی میں مدغم کرنے کی اجازت نہیں

دی تھی۔ لیکن تمام علوم کی محبت ہمیں اس پر مجبور کرتی ہے کہ خوشی سے قبل تمام سائنسوں کو ایک جگہ لینے کی اجازت دی جائے۔

پروٹرچس: بالکل درست۔

سقراط: اب خوشی کے بارے میں بھی غور کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ آیا ہم انھیں بھی سب کو ایک ساتھ ملنے کی اجازت دیں گے فوراً یا پہلے صرف سچی خوشیوں کو ضم ہونے دیا جائے گا۔

پروٹرچس: سچی اقسام کو پہلے لینے کی اجازت دینا زیادہ محتاط طریقہ ہوگا۔

سقراط: پھر آئیں انھیں لینے دیں۔ اور اب اگر کوئی ضروری خوشیاں ہیں جیسا کہ فنون اور سائنس لازم تھے۔ کیا ہم انھیں ضم نہیں کریں گے۔

پروٹرچس: جی ہاں ضروری خوشیوں کو یقیناً ضم ہونے کی اجازت دی جائے گی۔

سقراط: فنون کے علم کو معصوم تسلیم کیا گیا ہے اور ہمیشہ مفید بھی اور اگر ہم خوشیوں کے بارے میں بھی ایسے ہی کہیں کہ یہ ساری ہماری لیے سارے وقتوں کے لیے اچھی اور معصوم ہیں۔ ہمیں ان سب کو ضرور ضم ہونے دینا چاہیے۔

پروٹرچس: ہم ان کے بارے میں کیا کہیں گے اور کیا طریقہ اختیار کریں گے؟

سقراط: مجھ سے نہ پوچھیں پروٹرچس بلکہ خوشی اور عقل کی بیٹیوں کو از خود جواب دینے دیں۔

پروٹرچس: وہ کیسے؟

سقراط: بتائیں اے محبوبہ، کیا ہم آپ کو خوشی یا کسی دوسرے نام سے پکاریں گے۔ کیا آپ عقل کے بغیر یا عقل کے ساتھ زندگی بسر کریں گے میری رائے ہے کہ وہ یقیناً ایسے جواب دیں گے؟

پروٹرچس: کیسے؟

سقراط: وہ جواب دیں گے جیسا کہ ہم نے پہلے کہا اگر کسی واحد قسم کو خالص اور تنہا چھوڑ دیا جائے تو یہ بہتر نہ ہوگا اور نہ ہی ایسا کلی طور پر ممکن۔ کیونکہ اگر ہم نے ایک قسم کا دوسری سے موازنہ کرنا اور انتخاب کرنا ہے تو عمومی چیزوں کے لیے بہتر کوئی ساتھی نہیں ہو سکتا اور اسی طرح مکمل علم ہمارے لیے ہر لحاظ سے یہ بہتر ساتھی ہوگا۔

پروٹرچس: کافی حد تک ایسے ہی ہے۔

سقراط: ہم اپنی تمثیل کو لیں گے اور کہیں گے۔ کیا آپ اپنے ساتھی کے لیے حقیقی خوشی سے اضافی خوشی پانے کے خواہاں ہیں۔ کیوں سقراط۔ وہ پوچھیں گے۔ ہم کیسے ایسا کر سکتے ہیں یہ دیکھتے ہوئے کہ وہ ہمارے لیے دس ہزار رکاوٹوں کا باعث ہیں۔ وہ انسان کی روح کو تکلیف دیتے ہیں جو کہ ہمارا گھر ہے۔ اپنے پاگل پن کی وجہ سے، وہ ہمیں پیدا ہونے سے روکتے ہیں، اور عمومی طور پر بچوں کے قاتل ہیں ان کے بارے میں عدم توجہی پیدا کرنے کی وجہ سے لیکن اصل اور حقیقی خوشیاں جن کے بارے میں آپ نے کہا ہم انھیں اپنا خاندان کہتے ہیں اور وہ خوشیاں جو صحت اور اعتدال کے ساتھ آتی ہیں اور دوسری نیکیوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ ایک دیوی کی طرح جو جہاں جاتی ہے، خوشیاں اس کے ساتھ جاتی ہیں۔ ان کو ضم کریں دوسری خوشیوں کو نہیں۔ ہر کسی میں حس کی بڑی طلب ہوگی جو عمدہ اور مکمل آمیزہ بننا چاہے گا۔ اور اس میں یہ جاننے کے لیے کہ انسان اور کائنات میں بہترین اچھائی کیا ہے۔ اور اچھائی کو آفاقی بنانے کے لیئے اس میں بڑی حس کی طلب ہوگی جو کہ ہمیشہ برائی اور غلطی کو ساتھ لیے ہوتی ہے۔ کیا یہ ایک بڑا دانشمندانہ اور درست جواب نہیں ہے؟ جو ذہن نے دیا ہے اپنے آپ کو اور یادداشت اور درست رائے کو بھی۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: اب بھی کسی چیز کا مزید اضافہ کیا جانا چاہیے۔ جو کہ ہر آمیزے میں لازمی جزو ہے۔

پروٹرچس: وہ کیا ہے؟

سقراط: یقیناً سچ ایک ترکیب میں داخل ہوتا ہے اس میں نہ کسی چیز کا اضافہ اور نہ کمی کی جا سکتی ہے۔

پروٹرچس: ناممکن۔

سقراط: بالکل ناممکن۔ اب آپ اور فلیبس مجھے بتائیں گے کہ کیا ابھی آمیزے میں کوئی اور چیز بھی درکار ہے۔ کیونکہ میری رائے میں بحث مکمل ہے اور اس کا غیر مادی قانون سے موازنہ کیا جا سکے گا جو کہ انسانی جسم پر ایک عمدہ حکمرانی کرنے جا رہا ہے۔

پروٹرچس: میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں، سقراط۔

سقراط: اور کیا ہم نہیں کہیں گے سبب کی بنا پر کہ ہم اچھائی کے گھر کی دہلیز پر پہنچ چکے ہیں؟

پروٹرچس: میرا خیال ہے ہم پہنچ گئے ہیں۔

سقراط: پھر کیا اس آمیزے میں وہ چیز ہے جو اصل بنیاد ہے کہ اس طرح کی حالت کو کائنات بھر میں ہر کوئی کیوں چاہتا ہے۔ جب ہم اسے دریافت کر لیا ہے تو ہم پوچھیں گے کہ یہ فطرت کے لحاظ سے خوشی کے قریب تر ہے یا ذہن کے۔

پروٹرچس: بالکل درست۔ اس میں ہم زیادہ بہتر طریقے سے فیصلہ کرنے کے قابل ہوں گے۔

سقراط: اور یہ وجہ جاننے میں کوئی مشکل نہیں کہ جو اعلیٰ اہمیت کا آمیزہ تیار کرتی ہے یا کچھ بھی نہیں۔

پروٹرچس: آپ کا کیا مطلب ہے؟

سقراط: ہر کوئی اسے جانتا ہے۔

پروٹرچس: کیا؟

سقراط: وہ جانتا ہے کس آمیزے میں پیمائش یا شکل کی طلب خواہ وہ کسی بھی قسم کی ہو وہ تباہ کن ہو گی، عناصر اور آمیزے دونوں کے لیے جو کہ اس صورت میں آمیزہ نہیں بلکہ معجون مرکب ہو گا جو اس کو بنانے والوں کے لیے الجھن پیدا کرنے کا باعث ہوتا ہے۔

پروٹرچس: بالکل درست۔

سقراط: اب اچھے کی قوت خوبصورتی کے دائرے میں داخل ہو گئی ہے، کیونکہ پیمائش اور موزونیت خوبصورتی اور نیکی ہیں جسے ساری دنیا میں تسلیم کیا جاتا ہے۔

پروٹرچس: درست۔

سقراط: اور ہم نے یہ بھی کہا کہ سچ نے آمیزے میں ایک عنصر بنانا تھا۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: تب اگر ہم ایک مثال سے اچھائی کے بارے میں جاننے میں کامیاب نہ ہوں تو شاید تین چیزوں سے ہم اپنا شکار پکڑ سکیں یعنی خوبصورتی، موزونیت اور سچ تین چیزیں اور ان کو یکجا کرنے سے آمیزے کا واحد سبب قرار دیں گے۔ اور آمیزہ ان کے ملانے سے اچھا ہے۔

پروٹرچس: بالکل درست۔

سقراط: اور اب پروٹرچس کوئی شخص یہ اچھی طرح فیصلہ کر سکتا تھا کہ کیا عقل اور خوشی اعلیٰ ترین اچھائی کی مانند ہیں اور دیوتاؤں اور انسانوں میں زیادہ معزز۔

پروٹرچس: صاف طور پر یہ بہتر ہے کہ بحث کو اختتام تک پہنچایا جائے۔

سقراط: ہمیں ان میں سے ہر ایک کو ان کے خوشی اور ذہن کے حوالے سے علیحدہ بحث کرنی چاہیے۔ کیونکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ ان دو میں سے کون سی زیادہ ملتی جلتی ہیں۔

سقراط: آپ خوبصورتی، سچ اور پیمائش کی بات کرر ہے ہیں؟

سقراط: جی ہاں، پروٹرچس پہلے سچ کو لیں اور خوشی، سچ اور ذہن کا جائزہ لینے کے بعد تھوڑی دیر رکیں اور اپنے آپ کو جواب دیں کہ کیا خوشی یا ذہن سچ کے زیادہ قریب ہے۔

پروٹرچس: رکنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ ان میں فرق چھونے کے قابل ہے۔ دنیا میں خوشی زیادہ مطلوب ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ محبت کی خوشی بڑی دکھائی دیتی ہے۔ دھوکا بازی کو دیوتا معاف کر دیتے ہیں۔ خوشی میں بچوں کی طرح معمولی سا بھی سبب نہیں ہوتا۔ جبکہ ذہن یا تو سچ کی مانند ہے یا بالکل سچ۔

سقراط: اس کے بعد ہم پیمائش کے بارے میں غور کریں گے۔ اسی طرح اور پوچھیں گے کہ کیا خوشی عقل سے زیادہ ہے یا عقل خوشی سے زیادہ؟

پروٹرچس: ایک اور سوال بھی ہے جس کا آسانی سے جواب دیا جا سکے گا۔ کیونکہ میں سوچتا ہوں کہ خوشی کی نقل وحمل سے زیادہ کوئی اور دوسری چیز غیر معتدل نہیں ہو سکتی۔ یا یہ ذہن اور علم سے زیادہ پیمائش سے قرابت۔

سقراط: بہت خوب۔ ابھی تیسرا امتحان باقی ہے کیا ذہن کا خوشی کے بارے میں خوبصورتی کا زیادہ حصہ ہے۔

سقراط: بہت خوب۔ لیکن ابھی تیسرا امتحان باقی ہے۔ کیا ذہن میں خوشی کی مقابلے میں خوبصورتی زیادہ شراکت دار ہے۔ یا خوشی دونوں سے زیادہ عمدہ ہے۔

پروٹرچس: سقراط جاگتے یا خواب دیکھتے ہوئے کسی نے دیکھا یا خیال نہیں کیا ہوگا، ذہن یا عقل کا مشاہدہ نہیں کیا ہوگا، کسی بھی وقت میں ماضی، حال یا مستقبل میں۔

سقراط: درست۔

پروٹرچس: جب ہم کسی کو خوشی میں دیکھتے ہیں شاید بڑی خوشی میں تو مضحکہ خیز یا بے توقیر فعل ہمیں شرمندہ کرتا ہے۔ اس لیے ہم انھیں اندھیرے کی نذر کر دیتے ہیں اس خیال سے کہ انھیں دن کی روشنی نہیں دیکھنی چاہیے۔

سقراط: پھر پروٹرچس آپ ہر جگہ اعلان کریں گے خود یا ساتھیوں کو پیغامات دیں گے کہ خوشی پہلی یا دوسری ملکیت نہیں۔ بلکہ پیمائش، اعتدال، موزوں اور اس طرح کی چیزوں کی دائمی فطرت میں پائی گئی ہے۔

پروٹرچس: جی ہاں، یہ نتیجہ دکھائی دیتا ہے جواب کہا گیا ہے۔

سقراط: دوسری قسم میں متناسب اور خوبصورت اور مکمل یا کافی اور وہ سب جو اس گروہ سے تعلق رکھتی ہیں، شامل ہوتی ہیں۔

پروٹرچس: درست۔

سقراط: اگر آپ تیسری قسم میں ذہن اور عقل کو شامل کریں تو آپ غلطی پر نہیں ہوں گے۔ اگر میں درست انداز میں بات کہہ رہا ہوں۔

پروٹرچس: میں کہنے کی جرأت کرتا ہوں۔

سقراط: کیا آپ چوتھے گروہ میں اچھائی کو نہیں رکھیں گے۔ جسے ہم خصوصی طور پر روح سے منسوب کر رہے تھے۔ سائنس، فنون اور سچی رائے کو جیسا کہ ہم نے قرار دیا۔ یہ تیسری قسم کے بعد آئیں اور ان سے چوتھی قسم بن گئی۔ جیسا کہ وہ یقیناً خوشی کی بجائے اچھائی سے زیادہ قریب ہیں۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: پانچویں قسم میں خوشی کا شمار ہے۔ جسے ہم نے تکلیف کے بغیر قرار دیا تھا۔ خوشیاں روح کی از خود حقیقی خوشی ہونے کی بنا پر جیسا کہ ہم نے کہا جو کچھ سائنس اور کچھ احساسات کی ساتھی ہوتی ہیں۔

پروٹرچس: جیسا کہ آرفیئس (Orpheus) کہتا ہے۔

سقراط: چھٹی نسل سے میرے گانے کی شان رک جاتی ہے۔

یہاں چھٹے حکم میں آئیں اختتام کریں۔ جو باقی رہ گیا ہے وہ ہماری گفتگو کو توقیر بخشے گا۔

پروٹرچس: درست۔

سقراط: آئیں نتیجہ اخذ کریں اور دوبارہ اعادہ کریں جو کہا گیا ہے۔ اس طرح زیوس کو تیسرا مقصد پیش کرتے ہوئے۔

پروٹرچس: کیسے؟

سقراط: فلیبس نے تصدیق کی ہے کہ خوشی ہمیشہ اور ہر طریقے سے اچھی ہوتی ہے۔

پروٹرچس: میں سمجھا۔اس تیسرے مقصد کے لیے سقراط، جس کی آپ نے بات کی۔جس کا مقصد دوبارہ ہتھیار ڈالنا ہے۔

سقراط: جی ہاں۔لیکن آواز کو سنیں۔اس سے مطمئن جو ابھی میں کہہ رہا تھا اور اس نظریہ سے جنم لینے والا احساس، جس کا اعادہ کیا جاتا ہے۔صرف فلیبس کی طرف سے ہی نہیں بلکہ کئی ہزاروں دوسروں سے، میں نے تصدیق کی تھی کہ ذہن خوشی کے مقابلے میں انسانی زندگی کا عنصر ہونے کے ناطے زیادہ بہتر اور زیادہ نمایاں تھا۔

پروٹرچس: درست۔

سقراط: لیکن خدشہ ظاہر کرتے ہوئے کہ دوسری چیزیں بھی تھیں جو کہ بہتر بھی تھیں۔میں کہتا گیا کہ اگر کوئی ان سے بہتر چیز تھی۔تو پھر میں خوشی کی بجائے ذہن کو دوسرا درجہ دوں گا تو پھر خوشی پہلے اور دوسرے دونوں مقام سے محروم ہو جائے گی۔

پروٹرچس: آپ نے کہا۔

سقراط: کوئی چیز ان دونوں کی غیر مطمئن فطرت سے زیادہ مطمئن انداز میں پیش نہیں کی جاسکتی۔

پروٹرچس: بہت درست۔

سقراط: خوشی اور ذہن کے دعوے مکمل اچھے ہوں گے، بحث میں مکمل طور پر مسترد کیے گئے۔کیونکہ یہ دونوں تکمیل اور خود کو کافی ظاہر کرنے کے طالب ہیں۔

پروٹرچس: بالکل درست۔

سقراط: لیکن اگرچہ دونوں کو ایک دوسرے کی حمایت میں مستعفی ہو جانا چاہیے۔ذہن خوشی کے مقابلے میں دس ہزار گنا فاتح کی فطرت کے قریب اور اس جیسا ہے۔

پروٹرچس: یقیناً۔

سقراط: اسی فیصلے کے مطابق جو ابھی دیا گیا ہے۔خوشی کا درجہ پانچواں ہوگا۔

پروٹرچس: درست۔

سقراط: لیکن پہلا درجہ نہیں۔نہیں اگر سارے گھوڑے اور بیل خوشی کے خیال میں مگن ایسا ہونے کا اعلان کر دیں۔اگر کوئی ان پر اعتماد کرتے ہوئے جیسا کہ آفاقی پرندوں پر یقین رکھتے ہیں۔فیصلہ کریں کہ

خوشیاں زندگی میں اچھائی کو جنم دیتی ہیں ۔اور جانوروں کے بہتر گواہ ہونے کی شدید خواہش کا آفاقی فلسفہ کی حوصلہ افزائی کرنے کی بجائے خیال کرتے ہیں۔

پروڈیکس: اور اب سقراط۔ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ جو آپ کہہ رہے ہیں اس کی حقیقت ہم سب کی بحث سے ثابت ہوگئی ہے۔

سقراط: کیا اب آپ مجھے جانے کی اجازت دیں گے؟

پروڈیکس: ابھی تھوڑی بات باقی ہے۔میں آپ کو اس کی یاد دلاؤں گا۔کیونکہ مجھے یقین ہے کہ آپ بحث سے فرار حاصل کرنے والے پہلے شخص نہیں ہوں گے۔

ساتواں خط

افلاطون کا اپنے رشتہ داروں اور ڈائیون (Dion) کے دوستوں کے نام

آپ مجھے لکھتے ہیں کہ مجھے آپ کے نقطۂ نظر کو ڈائیون کی طرح سمجھنا چاہیے اور اس پر زور دیتے ہیں کہ میں اپنے عمل اور الفاظ سے جس حد تک ممکن ہو آپ کے سبب میں اضافہ کروں۔ میرا جواب یہ ہے کہ اگر آپ کی رائے اور خواہش ویسی ہے جیسی کہ اس کی تھی، میں آپ کے سبب کا اضافہ کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن اگر نہیں تو اس بارے میں، میں ایک سے زیادہ بار غور کروں گا۔ اب اس کی خواہش اور مقصد کیا تھا۔ میں آپ کو محض نتیجہ سے نہیں بلکہ مثبت علم سے آگاہ کر سکتا ہوں۔ کیونکہ جب میں نے سسلی کا پہلا دورہ کیا۔ اس وقت ڈائیون چالیس سال کی عمر کا ہونے کی بنا پر اس عمر میں تھا جس میں اب ہپارینوس (Hipparinos) ہے۔ اس نے اس وقت جس رائے کا اظہار کیا، وہ یہ تھی جو اس نے ہمیشہ قائم رکھی۔ یہ کہنے سے میری مراد وہ عقیدہ ہے کہ سائراکیوس کے باشندے (Syracusans) آزاد ہونے چاہئیں اور بہترین قانون کے ذریعے ان پر حکمرانی کی جانی چاہیے۔ اسی لیے یہ حیرانگی کا مسئلہ نہیں کہ اگر بعض دیوتا ہپارینوس کو حکومت کی اقسام کے بارے میں ڈائیون کی سی رائے قائم کرا دیں۔ لیکن یہ قابل قدر بات ہے کہ جب آپ سب بوڑھے اور جوان وہ طریقہ سنتے ہیں جس سے یہ رائے قائم کی گئی تھی اور میں ابتدا سے آپ کو اس کی ایک جھلک دکھانے کی کوشش کروں گا۔ کیونکہ اس وقت اس کے لیے موزوں موقع ہے۔

اپنی جوانی میں، میں نے بھی کئی دوسرے آدمیوں کی طرح ایسا ہی تجربہ کیا۔ میری سوچ یہ ہے کہ اگر زندگی کے ابتدائی دور میں، میں اپنا مالک خود بن جاتا تو مجھے سیاسی میدان کا شہسوار بن جانا چاہیے۔ میں نے اپنے شہر کے معاملات سے اپنے آپ کو مخالفت کرتے ہوئے پایا۔ موجودہ آئین کی عمومی طور پر مذمت کی گئی ہے، ایک انقلاب برپا ہوا اور انقلابی حکومت کے حکمران بننے کے خواہاں اکاون لوگ سامنے آ گئے۔ گیارہ افراد شہر میں اور دس افراد پیرائیس (Peiraeus) میں، ان میں سے ہر ایک شخص بازار اور شہری معاملات کا نگران تھا جبکہ باقی تیس افراد کو عوام پر مکمل اختیار سے حکمران بنا دیا گیا۔ ان میں کچھ میرے رشتہ دار اور جاننے والے تھے اور انھوں نے مجھے اپنے معاملات میں فوراً شراکت داری کی دعوت دے دی۔ جس چیز کا میں دعویدار تھا، اس سلسلے میں مجھ پر اس کا اثر میرے جوان ہونے کے باعث حیران کن نہ تھا۔ میں نے غور کیا کہ وہ

یقیناً ملکی معاملات کو اس طرح چلائیں گے کہ لوگوں کی بری حالت کو بہتر بنا دیں گے۔ اس لیے میں نے ان کو بڑے قریب سے دیکھا، یہ جائزہ لینے کے لیے کہ وہ کیا کریں گے۔

اور یہ دیکھتے ہوئے جیسا کہ میں نے کہا۔ بالکل تھوڑے عرصے میں انھوں نے سابق حکومت کو مقابلے میں نایاب چیز بنا دیا، بالکل ایسے جیسے سونا ہوتا ہے۔ دوسرے اقدامات میں انھوں نے میرے ایک دوست عمر رسیدہ سقراط کو بھیجنے کی سزا دینے کی کوشش کی میں اسے اس دور کے عظیم تر آدمی کہنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا۔ ایک آدمی کو دوسرے چند افراد کی مدد سے طاقت کے زور پر پھانسی دے دی۔ اس صورت میں آیا وہ اپنے ساتھیوں کے اخلاقی جرم میں حصہ دار تھا کہ نہیں۔ لیکن تمام تر نتائج کا خطرہ مول لیتے ہوئے اوران کے مکروہ کارناموں کے باعث ان کے حکم کی تعمیل نہیں کی گئی۔ میں نے ان تمام کاموں کو دیکھتے ہوئے بڑے پیمانے پر ان کی کارروائی کو رد کر دیا۔ اور جو لوگ وقت کے جابر تھے میں نے ان سے ہر قسم کا تعلق توڑ لیا۔

اس کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ایک انقلابی نے اس حکومت کو برطرف کر کے ایک نئی حکومت قائم کر لی جیسے کہ پہلی تھی۔ ایک بار پھر، اگر چہ زیادہ ہچکچاہٹ سے مجھے دوبارہ عوامی معاملات میں دلچسپی لینے پر قائل کیا جانے لگا۔ حتی کہ نئی حکومت میں بھی جو کہ غیر مستحکم تھی، ایسے واقعات رونما ہوئے جنھیں قدرتی طور پر مسترد کیا جائے گا۔ اور یہ حیرانگی کی بات نہ تھی کہ انقلابی دور میں سیاسی مخالفین کو سخت سزائیں اور جرمانے کیے گئے۔ اگر چہ وہ جو ملک بدری سے واپس آ گئے ان کے ساتھ اب تک زیادہ عفوودرگزر کا مظاہرہ کیا۔ لیکن ایک بار پھر ایسا ہوا کہ ان میں سے چند ایک لوگ جو اقتدار میں تھے انھوں نے میرے دوست سقراط کو، جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے، عدالت میں پیش کیا۔ اس پر انتہائی ناحق الزامات عائد کیے گئے۔ اس کے معاملے میں انتہائی غیر موزوں الزامات دھرے گئے۔ اس معاملے کے حق میں بعض لوگوں نے دلائل دیے اور کئی نے اس کی مذمت کی اور اس آدمی کو سزا دی جس نے ملک بدری کے دوران اور ایسے وقت میں جب وہ خود مصیبت اور ملک بدری میں تھے جماعت کے ایک ساتھی کی گرفتاری میں حصہ نہیں لیا تھا۔

جیسے میں نے ان تمام واقعات کا مشاہدہ کیا اور ان آدمیوں کو دیکھا جو عوامی معاملات میں مصروف تھے، میں نے قوانین کا بھی مطالعہ کیا اور رسم و رواج بھی دیکھے۔ جس قدر میں نے ان کو قریب سے دیکھا۔ اتنا ہی میں نے زندگی میں ترقی کی۔ اور مجھے عوامی معاملات درست انداز میں چلانا مشکل دکھائی دیا۔ کیونکہ دوستوں اور با اعتماد ساتھیوں کے بغیر سیاست کا متحرک ہونا مشکل تھا اور میرے لیے ان کو تیار کرنا آسان کام نہ

تھا۔ کیونکہ ایتھنز میں عوامی معاملات کو ہمارے آباواجداد کی مرضی کے مطابق نہیں چلایا جارہا تھا۔ اور نہ ہی ایتھنز میں پہلے سے تیار کوئی ایسا طریقہ تھا جس میں نئے دوست بنائے جاسکتے تھے۔ قوانین بھی تحریری اور غیر تحریری طور پر برے بنائے جارہے تھے اور برائی ششدر کردینے والی تیزی سے پھیل رہی تھی۔ ان تمام اسباب کا نتیجہ یہ نکلا کہ میں جو پہلے سیاسی زندگی کی طرف بھرپور انداز میں راغب تھا۔ جب میں نے سیاسی معاملات کو اس حد تک بگڑے دیکھا، اگرچہ میں اس میں دلچسپی لیتا رہا لیکن میں نے سیاست میں متحرک ہونے کا فیصلہ مناسب وقت تک موخر کردیا۔ آخر کار تمام موجود آبادکاروں سے متعلق مجھ پر یہ واضح ہوگیا کہ وہ ایک اور غلط طور پر حکمرانی کی زد میں ہیں۔ کیونکہ ان کے قوانین ایک ایسی حالت میں تھے جہاں ان کی اصلاح ناممکن تھی، سچے فلسفے کی تعریف کے ضمن میں سوائے بڑی اصلاحات اور عوامی مدد کے مجھے یہ کہنے پر مجبور کیا گیا تھا کہ یہ اس بنا پر تھا کہ لوگ یہ جاننے کے قابل نہ تھے کہ عوامی اور نجی زندگی کے انصاف میں کیا فرق ہے۔ اس لیے میں نے کہا کہ برائی آیندہ نسلوں سے بھی ختم نہ ہوگی جب تک سچے فلسفیوں کو ریاست میں اہم اختیارات نہ سونپے جائیں یا اقتدار میں موجود لوگ کسی وجہ سے سچے فلسفی نہ بن جائیں۔ اپنے ذہن میں یہ خیالات لیے میں اٹلی اور سسلی کے دورے پر آیا۔ یہاں پہنچنے سے پہلے یہاں کی زندگی کے بارے میں میرے تاثرات سخت نہیں تھے بلکہ اس قسم کی زندگی جو یہاں کے باسی بسر کرتے تھے، اسے رد کیے جانے کے تھے جسے وہ خوشگوار زندگی کہتے تھے، بھرپور زندگی جیسے اٹلی یونان اور سائراکیوس کے باشندوں کی دعوتیں جو دن میں دوبار سیر ہوکر تناول کرتے اور رات کسی صورت ساتھی کے بغیر نہیں گزارتے تھے۔ اس طرح کی عادتوں کا رد کیا جانا جو ایسی زندگی کا باعث تھیں۔ اس طرح کی زندگی میں کوئی آدمی عقل حاصل نہیں کرسکتا تھا۔ انسانی فطرت اس طرح کے غیر معمولی ملاپ کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ اس طرح کے لوگوں میں اعتدال پایا جانا بعید ہے۔ اور ایسا ہی نیکی کے بارے میں معاملہ ہے۔ کسی شہر میں قوانین کے شکنجے کے باعث سکون پیدا نہیں کیا جاسکتا خواہ کچھ بھی ہو۔ جب لوگ اپنی جائیداد اور مال ومتاع کو لٹانا درست تصور کرتے ہوں۔ اور ہر لحاظ سے نکما رہنا اپنا فرض سمجھتے ہوں سوائے کھانے، پینے اور اعلیٰ ترین عیاشی کے۔ اس کے بعد لازمی طور پر ان جیسے شہروں کا آئین تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ آمریت، امرا اور جمہوریت ایک کے بعد دوسری رونما ہوتی رہتی ہے۔ جبکہ وہ جو اقتدار میں ہوتے ہیں وہ دوسری کسی قسم کی حکومت کا ذکر تک سننا گوارا نہیں کرتے جس میں انصاف اور حقوق کی مساوات کے تحفظ کی ضمانت دی جاسکے۔

جب ان خیالات کے ساتھ جن میں مجھے مجرم ٹھہرایا جانا سب سے نمایاں تھا، میں سائرا کیوس (Syracuse) میں داخل ہوا۔ جہاں شاید اتفاق تھا کہ ایک بڑی قوت ان سب کی بنیاد رکھنے والی تھی جو ڈائیون اور ''سائرا کیوس سے ہو چکا تھا۔ مزید مشکلات کے لیے بھی، میں ڈرتا ہوں جب آپ مشورہ سننے کو تیار نہیں جو میری طرف سے دوسری بار دیا گیا ہے۔ میرا یہ کہنے کا کیا مطلب تھا کہ جب میں سسلی پہنچا تو بڑی قوت بنیاد رکھنے والی تھی۔ جس پر ساری کہانی کا دارومدار ہے۔ مجھے ڈائیون سے قریب سے گفتگو کرنے کا موقع ملا۔ جو کہ اس وقت ایک جوان آدمی تھا۔ میں نے انھیں اپنے نظریات ظاہر کیے جو کہ مثالی تھے جو ہر شخص کا مطمح نظر ہے۔ ان کو ان پر عمل کرنے کی ہدایت کی۔ ایسا کرتے وقت میں اس سے مکمل طور پر بے خبر تھا کہ اس وقت کیا رواج ہے۔ اس بات کا ادراک کیے بغیر اور یہ تدبیر کیے بغیر کہ آمریت کو کیسے روکا جا سکتا ہے۔ جو کہ اس کے نتیجے میں رونما ہوگئی۔ ڈائیون جس نے میری بات بڑے انہماک سے سنی اس طرح جیسا کہ میں نے کسی جوان آدمی کو سنتے نہیں دیکھا تھا۔ اور اس نے مستقبل میں اچھی زندگی بسر کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے اٹلی، سسلی اور یونان کے بیشتر لوگوں کے برعکس خود فریبی اور عیاشی کی زندگی بسر کرنے کی بجائے نیکی کو فوقیت دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ڈائیونائیسس کی زندگی کے خاتمے تک اس نے ایک ایسی زندگی بسر کی کہ وہ لوگوں کی نظر میں جن کی زندگی عیاشی سے مزین تھی، ناپسندیدگی کی علامت بن گیا۔

اس واقعے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ وہ عادت جو اس نے اچھی تعلیم کے باعث پائی تھی، اس تک محدود رہنے والی نہ تھی۔ بلکہ درحقیقت یہ کئی دوسرے لوگوں میں بھی پیدا ہو چکی تھی۔ شاید ایسے لوگ زیادہ نہیں ہوں گے۔ اور اس نے خیال کیا کہ دیوتاؤں کی مدد سے ڈائیونائیسس شاید ان میں سے ایک ہوگا اور یہ کہ اگر اس طرح کی چیز رونما ہو تو اس کے نتیجے میں اس کے ملک کے دوسرے باشندوں اور خود اس کے لیے ناقابل بیان خوشگوار زندگی معرض وجود میں آ جائے گی۔ مزید اس نے یہ ضروری خیال کیا کہ مجھے ہر حال میں کسی بھی طریقے سے جتنی جلدی ممکن ہو سکے ان منصوبوں میں اس کا شراکت دار بننے کے لیے سائرا کیوس آنا چاہیے۔ یہ یاد کرتے ہوئے اس کے معاملے میں اس کی مجھ سے گفتگو کے باعث اس کے اندر بہترین اور باتوقیر زندگی کے آثار پیدا ہوئے تھے اور اگر اس کے ویسے ہی اثرات ڈائیونائیسس پر ہوئے ہوں جیسا کہ اس کا مقصد تھا اس کو بڑی امید تھی کہ بغیر خون خرابے کے، قتل و غارت اور تباہی کے جواب ہوئی ہے وہ حقیقی خوشگوار زندگی سارے علاقے میں متعارف کرانے کے قابل ہوگا۔

ان ٹھوس نقطۂ نظر کے حامل ہونے کے باعث ڈائیون نے ڈائیونائیسس کو مجھے بلوانے پر راغب کیا۔اس نے بذات خود مجھے تحریری طور پر درخواست کی اور ہر حال میں جتنی جلدی ممکن ہو سکے آنے کی درخواست کی۔اس سے قبل کہ چند دوسرے وہاں باہر سے آنے والے لوگ ڈائیونائیسس کو بہتر زندگی کے برعکس دوسری طرف راغب کرتے۔اس نے جو کہا اگر چہ یہ دہرانا طویل بات ہوگی۔وہ یہ تھا کہ ہمیں کس موقع کا انتظار کرنا ہے۔کیا ہمیں اس پیشکش سے بڑے کسی موقع کا انتظار کرنا چاہیے جو عاقبت اندیشوں کی طرف سے کی گئی ہے۔اور اس نے اٹلی اور سسلی کی سلطنت میں اپنے مؤثر مقام و حیثیت کو متعارف کرایا۔ ڈائیونائیسس کی جوانی اور اس کی شدید خواہش کو تعلیم اور فلسفے کی طرف متوجہ کرایا۔اس نے کہا اس کے اپنے رشتہ دار اور بھانجے میرے بیان کردہ انداز کی طرف فوری طور پر راغب ہوئے یہ ڈائیونائیسس کو اس طرف متوجہ کرنے کے لیے کافی تھا۔اس لیے کہ اگر کبھی ہر امید کی تکمیل پائیں تو اس آدمی کو فلسفی اور اس عظیم ریاست کا حکمران ہونا چاہیے۔اور اسی طرح کئی اور یہ درخواستیں مجھ سے کی گئیں۔

جہاں تک نوجوانوں کا تعلق تھا اور جو اخلاق قبول کر سکتے تھے،ان کے بارے میں میری اپنی رائے خدشات سے پُر تھی۔کیونکہ نوجوان خواہشات قائم کرنے میں جلد باز ہوتے ہیں۔جو خواہشات ایک دوسری سے متضاد ہوتی ہیں لیکن میں جانتا تھا کہ ڈائیون کے کردار کی فطری حالت بہت مستحکم تھی اور کچھ زیادہ سالوں کا اس کو فائدہ حاصل تھا۔

اس لیے میں نے معاملے پر غور کیا لیکن میں دورائے کا شکار تھا۔ایک یہ کہ آیا مجھے درخواست پر لبیک کہتے ہوئے وہاں جانا چاہیے یا یہ کہ مجھے کسی اور انداز میں عمل کرنا چاہیے۔اور بالآخر فیصلہ اس حق میں ہوا کہ اگر ہر کوئی میرے قانون اور آئین کے خیالات سے استفادہ کرنا چاہتا تھا تو اب کوشش کرنے کا وقت تھا۔کیونکہ اگر میں ایک آدمی کو مکمل طور پر مطمئن کر سکتا تو میں نے ساری اچھی چیزوں کی تکمیل کر لی ہوتی۔

ان خیالات کے ساتھ اور کام کی دھن لیے میں گھر سے چل پڑا۔اس مقصد کے ساتھ ہی نہیں جو کچھ لوگوں نے سوچا بلکہ اپنے آپ میں شرم کے احساسات لیے کہ میں ایک دن کہیں صرف الفاظ میں دعوے کرنا والا شخص تصور نہ ہونے لگوں یا وہ شخص جو کبھی اپنی مرضی کے کام میں عملی طور پر ہاتھ نہیں ڈالتا۔ایسا سوچنے کی یہ بھی وجہ تھی کہ میں اپنے پہلے اور اولین دوست ڈائیون سے بے وفائی کر رہا تھا۔جو حقیقی طور پر خطرے میں گھرا ہوا تھا۔اس لیے اسے کچھ ہو جاتا۔یا اسے ڈائیونائیسس اور دوسرے دشمن پابند کر دیتے تو ہمارے ہاں ملک

بدر کر دیتے تو مجھ سے یہ کہا جاتا۔افلاطون میں آپ کے پاس مفرور کی حیثیت سے آیا ہوں، پناہ گزین کے طور پر نہیں، اس لیے نہیں کہ میرے پاس دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے فوج نہ تھی بلکہ ترغیب دینے کی صلاحیت، مشورے کی عدم دستیابی کی وجہ سے آیا ہوں جو میں جانتا ہوں کہ آپ کا خاص ملکہ ہے۔آپ کے،نو جوان نسل کو انصاف اور سچائی کی راہ پر چلانے کی خوبی کے مالک ہونے کے ناطے اوران میں دوستی اور بھائی چارے کی فضا پیدا کرنے کی خوبی کے حامل ہونے کی بنا پر، آپ سے یہ طلب کرنے کے لیے میں نے سائرا کیوس چھوڑا ہے اوراب میں یہاں ہوں۔اورآپ کی طرف سے میری بےتوقیری ایک معمولی معاملہ ہے۔لیکن فلسفہ جس کی آپ ہمیشہ تعریف کرتے آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ ساری دنیا نے اس کی توہین کی ہے۔کیا ہمیں ایسا نہیں کہنا چاہیے کہ میرے ساتھ اب فلسفے سے بھی بے وفائی کی گئی ہے۔جہاں تک آپ کے فعل کا تعلق ہے؟ اگر میں میگارا (Megara) میں رہ رہا ہوتا تو آپ یقیناً میری امداد کے لیے آتے جو میں نے آپ سے طلب کی تھی۔یا آپ اپنے آپ کو دنیا کا قابل توہین شخص سمجھتے۔لیکن جیسا کہ ہے۔کیا آپ طویل فاصلے کا بہانہ بنا کر بزدل کی تعریف سے بچ جاتے یا سمندری سفر کی طوالت کا بہانہ بنا کر یا اس سفر کے لیے درکار محنت جیسے بہانوں سے اپنا وقار اور توقیر بچا سکتے۔اس طرح کی سرزنش کے لیے میں کون سا قابل اعتماد بہانہ بنا سکتا تھا؟ یقیناً کوئی نہیں۔

اس لیے میں نے اپنا سفر شروع کیا اور جس قدر کوئی آدمی عملی طور پر انصاف اور سبب کے لیے کر سکتا تھا، کیا۔ان سباب کی بنا پر اپنے پیشے کو بھی خیر باد کہا جو بے وقت نہ تھا۔اپنے آپ کو آمریت کے رحم وکرم پر چھوڑنا جو یقیناً میری تعلیمات کے مطابق نہ تھا۔اپنے سفر کے آغاز سے میں نے اپنی آزادی کو زیوس زینیوس (Xenios) سے محفوظ کیا اور اپنے آپ کو ہر طرح کے الزامات سے پاک کر دیا جو بےتوقیری کا باعث بن سکتے تھے اگر بزدلی یا کمزوری کی وجہ سے مجھ پر کوئی حرف آتا۔

اپنی طویل کہانی کو مختصر کرتے ہوئے جب میں وہاں پہنچا۔میں نے ڈائیونائیسس کا دربار سازشوں اور ڈائیون کے خلاف بدگمانیاں پیدا کرنے کی کوششوں سے بھر پور پایا۔میں نے ان کا جس حد تک ہو سکتا تھا، مقابلہ کیا۔لیکن اس میں مجھے بڑی معمولی کامیابی ہوئی۔اور چوتھے یا اس کے کم وبیش عرصے میں ڈائیون کو تخت پر قابض کرنے کی سازش کا الزام لگا کر ملک بدر کر دیا اور ایک چھوٹی کشتی پر رسوا کر کے سوار کر دیا۔ہم سب جو اس کے دوست تھے، ڈرے ہوئے تھے کہ وہ ڈائیون کی سازش میں شریک ہونے کا الزام لگا کر ہم سے

انتقام لیں گے۔ میرے حوالے سے سائرا کیوس میں ایک افواہ گرم تھی کہ مجھے جو کچھ ہوا ہے ڈائنا نائیسس نے اس کو ذمہ دار قرار دے کر قتل کر دیا ہے۔ اس خطرے کو محسوس کرتے ہوئے کہ ہمارے خوف کے نتائج ہولناک نہ ہوں۔ اس نے ہماری سب کی ہمدردیاں جیتنے کی کوشش کی۔ خصوصی طور پر اس نے میری حوصلہ افزائی کی۔ مجھے خوش کرنے اور وہاں رہنے کی درخواست کی۔ کیونکہ اس کے خیال میں میرا اس سے فرار اس کی شہرت میں اضافہ کا باعث نہیں ہوسکتا تھا بلکہ میرا وہاں رہنا اس کے لیے اس نتیجے کا حامل ہوسکتا تھا۔ اس لیے اس نے مجھے وہاں رہنے کی درخواست کی۔ ہم جانتے تھے کہ اس کی درخواستوں میں مجبوری کا عمل دخل ہے۔ اس نے بالآخر اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے میرے وہاں سے نکلنے پر پابندی عائد کر دی۔ مجھے ایک ایسی جگہ پر پابند کر کے جہاں سے ڈائیونائیسس کی اجازت کے بغیر کسی جہاز کا کوئی کپتان مجھے نکال نہیں لے جا سکتا تھا، نہ ہی اس کے خاص حکم کے بغیر مجھے وہاں سے ہٹایا جا سکتا تھا، نہ ہی کوئی ایک بھی سوداگر ایسا تھا یا نہ کوئی ملک سے جانے کی اجازت دینے والا واحد سرکاری افسر ایسا تھا جو ایسا کر سکتا۔ نہ ہی مجھے کوئی گرفتار ہی کر سکتا تھا۔ اس بیان کے بعد خصوصی طور پر ڈائیونائیسس مجھ سے بہت زیادہ منسوب ہو چکا ہے۔ یہ بیان قتل کی پہلی افواہ کے یقیناً برعکس تھا۔ اس منسوب ہونے کے بارے میں حقیقت کیا تھی؟ مجھے ضرور سچ بیان کرنا چاہیے۔ جیسے جیسے وقت گزرتا گیا اور اس سے گفتگو کے باعث میری حیثیت اور کردار اس پر عیاں ہوتا گیا۔ وہ مجھ سے زیادہ سے زیادہ قریب آتا گیا اور اس نے خواہش کی کہ میں اس کی ڈائیون سے زیادہ تعریف کروں اور اسے ''ڈائیون'' سے زیادہ اپنا دوست قرار دوں۔ وہ اس طرح کی چیزوں کا بہت متمنی تھا۔ لیکن جب اسے اس صورت حال کا سامنا کرنا پڑا جو ہونا تھا۔ اگر ایسا ضرور ہونا تھا۔ وہ مجھ سے دوستی کی بجائے شاگرد کی حیثیت اختیار کر گیا اور میرے فلسفے کا سامع بن کر رہ گیا۔ فساد پیدا کرنے والوں کی تجاویز کے خوف سے اور یہ کہ شاید اسے جال میں پھانس لیا جائے گا اور اس طرح ڈائیون اپنا تمام تر مقصد پورا کر لے گا۔ میں نے یہ سب کچھ اس نیت سے برداشت کیا کہ اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ وہ شاید فلسفیانہ زندگی کی طرف آ جائے۔ لیکن اس کی مزاحمت میرے خلاف حاوی ہوگئی۔

میرا سسلی کا پہلا دورہ اور وہاں قیام اس طرح کے واقعات سے بھرا پڑا تھا۔ آخری موقع پر میں نے گھر کو خیر باد کہا اور دوبارہ ڈائیونائیسس کے فوری طور پر بلائے جانے پر وہاں پہنچ گیا لیکن اپنے اس بارے میں اخلاق اور مقاصد کو بیان کرنے سے قبل اور یہ بیان کرنے سے پہلے کہ میں کس قدر اس میں درست

تھا۔ مجھے اس خیال سے کہ کہیں میں اس معاملے کو جو کم اہمیت کا حامل ہے، اسے خط کا بنیادی موضوع نہ بنالوں میں آپ کو ہدایت دوں گا کہ ان حالات و واقعات میں کس طرح عمل کرنا چاہیے۔ اس کے بعد ان کو مطمئن کرنے کے لیے جو یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ میں دوسری بار وہاں کیوں آیا۔ میں اپنے سسلی کے دورے کے حقائق کے بارے میں اسے بیان کروں گا۔ اب میں نے جو کہنا ہے وہ یہ ہے۔

وہ جو ایک ایسے بیمار آدمی کا معالج ہے جس کا انداز زندگی صحت کے بارے میں غلط رائے پر مبنی ہے۔ وہ سب سے پہلے ایسے بیمار کی زندگی کے انداز کو بدلنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر مریض اس کی ہدایت کی تعمیل کرنے کا خواہاں ہے۔ تو پھر معالج اسے دوسری ہدایات دے گا۔ لیکن اگر وہ اس کی بات ماننے کو تیار نہیں تو میں ایسے شخص کو جو اس کا علاج کرنے سے انکار کرے اسے طبیب اور دانا شخص مانوں گا اور جو اسے مزید ہدایات دے اسے غیر پیشہ ورانہ اور غیر دانا آدمی کہوں گا۔ اس طرح ایک ریاست کے بارے میں آیا اس پر ایک آدمی کی حکمرانی ہو یا زیادہ لوگوں کی جب حکومت کو کسی طریقہ کے تحت درست انداز میں چلایا جا رہا ہو اگر حکمران کسی پالیسی سے متعلق مشورہ طلب کریں تو ایسے حکمرانوں کو مشورہ دینا عقل مند آدمی کی علامت ہے۔ لیکن اگر حکومت کے ذمہ دار لوگ مکمل طور پر غلط انداز میں چل رہے ہوں اور درست سمت میں چلنے سے بالکل انکار کر دیں اور اپنے مشیروں کو نوٹس دینا شروع کر دیں کہ وہ حکومت کو تنہا چھوڑ دیں اسے ان کے مشوروں کی ضرورت نہیں اور موت کی سزاؤں میں کمی نہ کریں، اگر ایسے حکمران اپنے مشیروں کو ہدایت کریں کہ وہ ان کی خواہشات کے مطابق مشورہ دیں تاکہ وہ اپنا کام تیزی اور آسانی سے مکمل کر سکیں۔ مجھے ایسے حکمرانوں کو مشورہ دینے کے لیے تیار ہونے والوں کو غیر انسانی سمجھنا چاہیے۔ اور وہ جو ایسے حکمرانوں کو جواب دے دے، انھیں انکار کر دے، وہ سچا آدمی ہوگا۔

ان خیالات کے ساتھ جب کبھی کوئی زندگی کے مشکل معاملات کے بارے میں مجھ سے مشورہ کرتا ہے۔ جیسا کہ مثال کے طور پر زمین کی خرید یا انسانی جسم کے یا ذہن کے علاج معالجے کے بارے میں، اگر یہ دکھائی دے کہ مشورہ طلب کرنے والے کی روزمرہ کی زندگی میرے نظام کے مطابق ہے اور وہ ان چیزوں کے بارے میں جن پر مشورہ کرتا ہے اسے تسلیم کرنے کو تیار رہے۔ میں ایسے شخص کو فوراً مشورہ دیتا ہوں اور اپنے آپ کو محض سوالات کے جواب دینے تک محدود نہیں کرتا۔ لیکن اگر کوئی آدمی مجھ سے سرے سے مشورہ نہیں کرتا یا نتیجتاً اس پر عمل کرنے کو تیار نہیں۔ میں ایسے شخص کو مشورہ دینے کو تیار نہیں ہوتا اور اس پر مجبوراً مشورہ نہیں ٹھونستا،

خواہ وہ میرا اپنا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ ان حالات میں، میں غلام کو مشورہ دوں گا یا کہ مجبوری کا استعمال کروں گا اگر وہ اس کے لیے تیار نہ ہو۔ باپ یا ماں کے لیے میرا خیال نہیں کہ انھیں رحم کے نام پر مجبوری ہوسکتی ہے جب تک کہ ان پر پاگل پن کا دورہ نہ پڑا ہو اور اگر وہ معمول کی زندگی کی عادتیں اپنائے ہوئے ہوں جوان کی خوشی کا ذریعہ ہو لیکن میرے لیے نہیں۔ میں انھیں فضول مشورہ دے کر ناراض نہیں کروں گا۔ نہ ہی میں ان کی چاپلوسی کروں گا۔ ان کو اطمینان دلانے کی خواہشات کے لیے، وسائل فراہم کرنے کے لیے، جس کے لیے شاید میں خوش ہونے سے قبل خود مر جاؤں۔ عقلمند آدمی کو اس ذہن سے اپنے ملک میں زندگی بسر کرنی چاہیے۔ اگر وہ دیکھے کہ اس کے ملک میں کوئی پالیسی اختیار کی جارہی ہے جو اچھی نہیں ہے، تو اس کو ایسے کہنا چاہیے بشرطیکہ اس سے اس کی اپنی زندگی کو خطرہ نہ ہو یا اس کے الفاظ کسی بہرے کے لیے نہ ہوں۔ لیکن آئین میں تبدیلی لانے کے لیے اسے طاقت کا استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ جب آئین میں۔ بغیر ان لوگوں کو جنھیں ملک بدر کیا گیا ہو یا سزائے موت دی گئی ہو کوئی اچھی تبدیلی لانا ممکن نہ ہو۔ اس کو خاموش رہنا چاہیے۔ اور اپنی اور اپنے ملک کی فلاح کے لیے دعا گو ہونا چاہیے۔

یہ وہ اصول ہیں جن کے تحت مجھے آپ کو مشورہ دینا چاہیے۔ جیسا کہ ڈائیون سے ملنے پر بھی میں نے ڈائیونائیسس کو ہدایت کی پہلی کوشش کرتے ہوئے کہ وہ اپنی روزمرہ کی زندگی ایسے انداز میں بسر کرے جس سے وہ اپنے آپ کا حقیقی آقا بن سکے اور اپنے دوستوں اور حامیوں میں اضافہ کرنے کے قابل ہو سکے۔ اس لحاظ سے کہ وہ بھی اپنے باپ کا سا تجربہ نہ کر پائے۔ کیونکہ اس کے باپ نے سسلی کے کئی شہروں میں اپنی حکومت قائم کر لینے کے بعد جسے وحشیوں نے مکمل طور پر تباہ کر دیا تھا جس کی وجہ سے وہ وہاں کوئی مؤثر اور قابل اعتماد حکومت اپنے ساتھیوں کی طرف سے قائم نہیں کر پایا تھا۔ نہ ہی ان لوگوں کی مدد سے جن کا اس سے کوئی خونی رشتہ نہیں تھا۔ یا اپنے بھائی جنھیں اس نے پالا پوسا تھا۔ جو معمولی حیثیت سے اعلیٰ مقام اور انتہائی غربت سے امیر ترین حیثیت پا چکے تھے، وہ بھی وہاں قابل اعتماد حکومت قائم کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ نہ ہی ان میں سے کسی کو وہ راغب کرنے میں کامیاب ہو سکا تھا۔ تاکہ وہ اس کے ساتھ اقتدار میں شریک ہو سکیں۔ اس نے اپنے آپ کو ڈیریئس (دارا : Darius) سے سات گنا کم درجے کا شخص ثابت کیا۔ کیونکہ ڈیریئس نے اپنے بھائیوں اور ان افراد پر جن کی اس نے نشوونما کی تھی، اعتماد نہیں کیا تھا، بلکہ صرف اپنے ساتھیوں پر اعتماد کیا اور انھیں اپنی سلطنت کا ایک بڑا حصہ سونپ دیا۔ جو کہ تعداد میں سات تھے اور ہر ایک حصہ

سارے سسلی سے بڑا تھا۔ وہ سب اس پر عقیدہ رکھتے تھے انھوں نے اس پر یا اپنے آپ پر حملہ نہ کیا۔ اس طرح اس نے ایک بڑے حکمران اور قانون دان کی حیثیت سے اپنے آپ کو ثابت کر دکھایا۔ اس نے ایسے قوانین وضع کیے جن کے تحت ایرانی سلطنت کو محفوظ انداز میں موجودہ دور میں داخل کر دیا۔

دوبارہ ایک اور مثال دینے کے لیے ایتھنز کے باشندوں نے کئی شہروں کو اپنے اقتدار میں شامل کر لیا جو انھوں نے دریافت نہیں کیے تھے۔ جنھیں وحشیوں نے بری طرح تباہ کر دیا تھا۔ لیکن ابھی بھی ان کا وجود باقی تھا۔ اس نے ان پر ستر سال تک اپنا اقتدار برقرار رکھا۔ کیونکہ ان کے ہر حصے میں بااعتماد لوگ موجود تھے۔ لیکن ڈائیونائیسس جس نے سارے سسلی کو ایک شہر میں سکیڑ دیا تھا اور اس قدر ہوشیار تھا کہ کسی پر اعتماد نہیں کرتا تھا۔ بلکہ بڑی مشکل سے اپنا تحفظ کر سکتا تھا۔ کیونکہ وہ اپنے بااعتماد دوست سے مکمل محروم تھا۔ برائی اور اچھائی کا اس سے زیادہ محفوظ اور کوئی طریقہ نہیں ہے۔ آیا کوئی شخص اپنے دوستوں کا محتاج ہے کہ نہیں۔

یہ وہ مشورہ تھا جس پر ڈائیون عمل پیرا تھا اور میں نے اور اس نے ڈائیونائیسس کو یہی مشورہ دیا۔ جب نشوونما دینا جو اس نے اپنے باپ سے وراثت میں پایا تھا۔ پہلی بات یہ کہ اسے نہ تو تعلیم اور نہ ہی موزوں سبق کا فائدہ حاصل تھا۔ دوسری بات اس طرح آغاز کرنے کے بعد اس نے دوسروں کے دوستوں میں اضافہ کیا۔ ان میں جو اس کے ہم عمر اور اچھائی کے خیال سے ہمدردی رکھتے تھے۔ سب سے بالاتر یہ کہ اسے اپنے آپ سے ہم آہنگی ہونی چاہیے۔ اس کی انھیں بہت سخت ضرورت تھی۔ یہ ہم سادہ الفاظ میں نہیں کہتے کیونکہ ایسا کرنا محفوظ نہیں ہوگا۔ بلکہ ہم ایک صاف زبان میں یہ کہتے ہیں کہ اسی طرح وہ اپنے آپ کو بھی اور ان کو جن کی وہ قیادت کرتے ہیں، محفوظ بناتے ہیں۔ اور اگر وہ یہ راستہ اختیار نہ کریں تو اس کا نتیجہ پہلی بات کے برعکس ہوگا۔ یہ راستہ اختیار کرنے کے بعد جو ہم نے بیان کیا اور اپنے آپ کو عقلمند، اعتدال پسند اور میانہ رو بنا کر وہ دوبارہ ان شہروں کو فتح کر سکتا ہے جو وحشیوں نے تباہ کر دیے ہیں، وہ آئین اور قانون کا پابند ہو کر وحشیوں کے خلاف مشترکہ جدوجہد کر کے نہ صرف اپنے باپ کی سلطنت کو دگنا کر سکتا ہے بلکہ اسے اس سے کئی گنا بڑھا سکتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ کام کیے جائیں تو اسی کا راستہ کارتھے جینیوں (Carthaginians) کی شکست کے لیے صاف ہو جائے گا۔ جو علاقے گیلون (Gelon) کے وقت میں انھوں نے فتح کر لیے تھے۔ جبکہ ہمارے دور میں ہی اس کے باپ نے وحشیوں کو خراج تحسین پیش کرنے کا الٹ راستہ اختیار کر لیا تھا۔ یہ تھی زبان اور بڑھا چڑھا کر ہم نے اس کو مشورہ دیا۔ سازشیوں نے ڈائیونائیسس کے خلاف مختلف ذرائع سے یہ الزام عائد کر دیے۔

ویسے ہی جیسے ڈائیون کے خلاف لگائے گئے تھے۔اس نے مجھے خدشات میں مبتلا کر دیا۔لیکن بات مختصر کرتے ہوئے آنے والے اوقات میں جو زیادہ دور کا زمانہ نہ تھا جو واقعات رونما ہوئے ڈائیون پیلو پونیز (Peloponnese) اور ایتھنز سے واپس آ گیا۔اس کے ڈائیونائیسس کے لیے مشوروں نے تحریک کی شکل اختیار کر لی۔

بات کو آگے بڑھاتے ہوئے جب ڈائیون نے دوبارہ شہر کو شہریوں کے لیے بحال کر لیا تو سائرا کیوس کے باشندے اسی قسم کے اور اسی کے بارے میں ان احساسات سے گزرے جن احساسات سے ڈائیونائیسس گزرے تھے۔جب ڈائیون نے تعلیم دینے کی کوشش کی اور اسے ایک سلطنت کی اعلیٰ ترین طاقت کا اثاثہ بنانے کی ترتیب دینے کی سعی کی،تو جب ایسا کیا گیا تو اس کا ساتھی ڈائیونائیسس ان کے بہکاوے میں آ گیا۔جنھوں نے اس حد تک پروپیگنڈا کیا کہ ڈائیون نے اس وقت جو اقدامات کیے ان کا مقصد آمریت قائم کرنا تھا۔اس نیت کے ساتھ کہ جب ڈائیونائیسس کا ذہن ثقافت کا شکار ہو جائے۔وہ حکومت کو نظر انداز کر دے اور اسے اس کے ہاتھوں میں چھوڑ دے اور پھر اسی نے غداری کے ذریعے ڈائیونائیسس کو اقتدار سے باہر کرنا تھا۔یہ بہتان اس وقت مؤثر اور کامیاب ہوئے،جب وہ سائرا کیوس کے باشندوں میں پھیلائے گئے،وہ اس قدر موثر ثابت ہوئے کہ اس سے غیر معمولی صورت حال پیدا ہوگئی جو مصنفین کے لیے بے توقیری کا باعث بنا۔اس کے بعد جس کہانی نے جنم لیا وہ ایسی ہے جو موجودہ صورت حال سے نبرد آزما ہونے کی دعوت دینے والوں کی بھرپور سنجیدہ توجہ کی مستحق ہے۔

میں ایک ایتھنز کا باشندہ اور ڈائیون کا دوست اور ساتھی ہونے کے ناطے ڈائیونائیسس کی عدالت میں پیش ہوا۔اس لیے کہ شاید میں جنگ و جدل کی بجائے بہتری کا عنصر پیدا کر سکتا تھا،ان الزامات کے خالقوں سے کشمکش میں،میں سب میں سخت ترین تھا۔جب ڈائیونائیسس نے مجھے دولت اور احترام اور شہرت کے لالچ کے ذریعے اپنا ہم نوا بنانے کی سعی کی۔اور اس نظریے کے ساتھ کہ ڈائیون کی ملک بدری کو بہترین فیصلہ قرار دینے والا اس کا دوست ہوگا۔وہ اپنی اس کوشش میں مکمل طور پر ناکام ہوگیا۔اس کے بعد ڈائیون ملک بدری سے واپس لوٹا وہ اپنے ساتھ ایتھنز سے دو بھائی لے کر آیا جو کہ اس کے دوست تھے،فلسفیوں کے حلقۂ احباب سے تعلق رکھنے والے نہیں بلکہ عام دوستوں میں ساتھی ہونے کے ناطے اور،جو اس کی میزبانی اور گفتگو کی بنا پر،وہ دوست تھے جب ایک آدمی دوسروں سے بھول بھلیوں سے گفتگو کا آغاز کرے۔اس کی

خدمت کرنے والے دوساتھی اس کے ساتھ آئے۔ سسلی پہنچنے کے بعد جب انھیں معلوم ہوا کہ ڈائیون کو سسلی کے یونانیوں کے سامنے جنھیں اس نے آزادی دلائی تھی، غلط طور پر پیش کیا گیا تھا۔ جس سے منصوبہ ساز شہنشاہ بن گیا۔ انھوں نے نہ صرف اپنے دوست اور ساتھی سے بے وفائی کی کہ بلکہ ذاتی طور پر اس کے قتل میں حصہ لیا۔ ان کے کردار کے جرم اور گناہ کو میں نے کبھی معاف نہ کیا اور نہ ہی کبھی اس پر انحصار کیا۔ کیونکہ کئی دوسروں نے اسے اپنا مطمحِ نظر بنالیا اور آیندہ بھی اسے اپنا ذریعۂ معاش بنائیں گے۔ لیکن اس بیان میں، میں اس امکان کا اظہار کرتا ہوں کہ چونکہ وہ ایتھنز کے باشندے تھے۔ وہ اس شہر میں شرمندگی کا باعث تھے۔ کیونکہ میں کہتا ہوں کہ وہ بھی ایتھنز کا باشندہ ہے۔ جس نے ڈائیون سے بے وفائی کی۔ جب اسے امارت اور توقیر و وقار کی پیشکش کی گئی کیونکہ اس کی دوستی عام یا بے حیائی پر مبنی نہ تھی۔ بلکہ اس کا دارومدار باشندوں کی تعلیم پر تھا۔ یہ ایک چیز ہے جس میں عام آدمی یقین کرے گا۔ جسمانی یا ذاتی تعلق سے زیادہ اس لیے ڈائیون کے دو قتل کافی اہمیت کے حامل نہ تھے۔ اس بنا پر جو ہتک اس شہر سے روا رکھی گئی تھی۔ اگرچہ وہ اعلیٰ مقام کے حامل لوگ تھے۔

یہ سب کچھ ڈائیون کے خاندان کے افراد اور دوستوں کے مشورے کے لیے کیا گیا ہے۔ اس میں اضافہ کے طور پر میں تیسری بار آپ کو وہی نصیحت کروں گا جو میں دوبار دوسروں کو کر چکا ہوں کہ سسلی کو غلام نہ بنائیں اور نہ دوسری ریاستوں کے مطلق العنان بنیں۔ یہ میرا مشورہ ہے۔ بلکہ قانون کی حکمرانی قائم کریں۔ کیونکہ دوسرا طریقہ نہ تو غلام بنانے والے حاکموں اور نہ غلام بننے والے محکوموں کے لیے بہتر ہے، نہ ان کے لیے اور نہ ہی ان کی آیندہ نسلوں کے لیے بہتر ہے۔ اس سلسلے میں کوئی بھی کوشش تباہی کا پیش خیمہ ہوگی۔ یہ محض حقیر اور کمتر درجے کی فطرت ہے کہ کوئی اپنے آپ کے لیے اس طرح کے فائدے کے حصول کی کوشش کرے۔ فطرت جو انصاف اور اچھائی سے محروم ہے، وہ اس انسانی یا آفاقی زندگی سے کوئی سروکار نہیں رکھتی۔

یہ وہ سبق ہیں جو میں نے پہلے ڈائیون اور پھر ڈائیونائیسس کو دینے کی کوشش کی۔ اور اب تیسری بار آپ کو یہ سبق دے رہا ہوں۔ کیا آپ زیوس اور محفوظ رکھنے پر مامور دیوتا، تیسری قسم کا سرپرست اور ڈائیون اور ڈائیونائیسس پر توجہ مرکوز کیے ہوئے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ جن لوگوں نے میری حکم عدولی کی، وہ بے وقار اور توہین آمیز زندگی سے دوچار ہوئے۔ جبکہ جن لوگوں نے حکم کی تعمیل کی، وہ وقار کی موت مرے۔ کیونکہ وہ چیز جو درست اور عظیم تر وقار کی حامل ہے وہ یہ ہے کہ اس چیز کے لیے کوشش کی جائے جو آدمی کے لیے عزت

کا باعث ہو اور ملک کے لیے بھی۔ اس کے نتائج کا سامنا کرنے کے لیے خواہ یہ جو بھی ہوں۔ کیونکہ ہم میں سے کوئی بھی موت سے کنارہ کش نہیں ہوسکتا۔ نہ ہی کوئی کر سکے گا جیسا کہ بے وقار آپ کو خوش تصور کرتا ہے کیونکہ جو کوئی چیز اچھی یا بری یا جو قابل ذکر ہے، ایسی چیزوں سے جو بے روح ہوں بلکہ اچھائی اور برائی ہر روح کا حصہ ہے آیا یہ جسم میں ہو یا اس سے رہائی پا چکا ہو۔

اور ہمیں ان قدیم اور متبرک تعلیمات پر ہمیشہ سچے عقیدے سے یقین کرنا چاہیے، جن میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ روح ایک فنانہ ہونے والی چیز ہے، اس کے فیصلہ کرنے والے ہیں اور جب جسم سے علیحدہ ہو چکی ہوتی ہے تو بڑی سزائیں پاتی ہے۔ اس لیے ہمیں اسے ہمیشہ چھوٹی برائی کو بڑی غلطیوں سے دوچار ہوتے غور کرنا چاہیے۔ ان غلطیوں کو کرنے کی بجائے لالچی کنگال آدمی جیسا کہ وہ روح کے لیے بنیادی طور پر ہوتا ہے وہ ان تعلیمات کے بارے میں بات نہیں سنتا۔ یا اگر وہ اسے سنتا ہے تو اس پر طنزیہ ہنسی ہنستا ہے اپنے آپ کو بالاتر خیال کرتے ہوئے اور بے شرمی سے ہر چیز کو اپنے آپ کے لیے ہر ممکن وسیلے سے کھانے پینے کا ذریعہ بناتا ہے۔ یا اپنے آپ کو گری ہوئی اور بیہودہ خوشی سے لبریز کرتا ہے۔ جسے غلط طور پر محبت کی دیوی کہا جاتا ہے۔ وہ اندھا ہے جو لوٹ مار کو نہیں پاتا جو کہ مطلق العنانیت کی ساتھی ہے۔ جس کا ہر قابل نفرت اقدام غلط کاری سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ کہ اس گناہ کا مرتکب اپنے ساتھ مطلق العنانیت کا بوجھ بھی گھسیٹے گا جب وہ زمین پر چلتا ہے۔ جب وہ زمین کی تہ میں سفر کرتا ہے شرمندگی اور مصائب ہر حال میں اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔

یہ اس طرح کے سچ پر زور دیتا تھا کہ میں نے ڈائیون کو مطمئن کر لیا اور یہ میں ہی تھا جسے اس کے قاتلوں کے ساتھ غصہ کرنے کا پورا حق حاصل تھا اور مجھے ڈائیونائیسس سے بھی اسی انداز میں ناراض ہونے کا حق تھا۔ کیونکہ ان دونوں نے مجھے بڑے زخم دیے تھے۔ میں ساری دنیا کو کہوں گا کہ آدمیوں کے قتل سے جو درست کام کرنے کا خواہاں ہوگا وہ اپنے سارے اقتدار میں درست کام کرنے سے عاری ہوگا۔ جب وہ اعلیٰ قوت کا مالک ہوتا ہے۔ جس انداز حکمرانی میں اگر فلسفہ اور اقتدار کا حقیقی ملاپ ہوتا تو یہ تمام لوگوں کے لیے روشنی کا باعث ہوتا۔ یونانی اور وحشی سچا یقین رکھتے ہوئے اسی بات پر کہ انفرادی طور پر یا بحثیت مجموعی اس وقت خوشی کا امکان نہیں ہوسکتا۔ جب تک وہ قانون کی حکمرانی اور عقل کی قیادت میں زندگی بسر نہیں کرتا۔ آیا یہ خوبیاں اپنے اندر رکھنے یا نیک لوگوں میں ہونے کی بنا پر یا صحیح تعلیم پانے کی بنا پر۔ یہ وہ مقاصد تھے جن پر

ڈائیونائیسس نے گھات لگائی۔ میرے نزدیک اس کے علاوہ کوئی اور گھاؤ معمولی کام ہے۔

ڈائیون کے قاتل نے بغیر جانے وہی کیا تھا جو ڈائیوائیسس نے کیا۔ کیونکہ ڈائیون کے معاملے میں میں درست طور پر جانتا تھا جہاں تک ایک آدمی کے لیے دوسروں کے بارے میں مثبت کہنا ممکن تھا کہ اس نے بہت اعلیٰ طاقت پائی ہے، اس نے اپنا ذہن کبھی کسی دوسری قسم سے منسوب نہیں کیا۔ لیکن یہ کہ سائرا کیوس اپنے آبائی وطن میں جب اس نے اسی غلامی کا خاتمہ کیا۔ سفید لباس میں ملبوس ہونے کی بنا پر اور اس کو آزادی کا لبادہ دیتے ہوئے اس نے درست احکامات صادر کیے اور اپنے ملک کے پسے ہوئے لوگوں کے لیے بہترین قوانین متعارف کرائے۔ اس لحاظ سے اگلی چیز جو اس نے تکمیل کے لیے پیش کی ہوگی وہ یہ کہ سسلی کی تمام ریاستوں کو دریافت کیا اور انھیں وحشیوں سے آزاد کرایا ہوگا۔ جو کچھ لوگ کو نظر انداز کرتے اور کچھ پر مظالم ڈھاتے ہوں گے، اس کے لیے ہیرو (Hiero) کی نسبت یہ ایک آسان کام تھا اگر یہ کام ایک دلیر آدمی اور ایک معتدل اور فلسفی پایۂ تکمیل تک پہنچاتا تو نیکی کے لیے یہی خیال اکثریت میں پیدا ہوجاتا۔ اگر ڈائیونائیسس اس کے فاتح ہوتے تو اس سے ایسا اچھا کام سرانجام پاتا۔ میں کہوں گا کہ تمام انسانوں میں انھیں نجات دی ہوتی۔ لیکن اب کچھ بڑی قوتیں یا انتقامی بھوت ان پر وارد ہوچکے تھے۔ انھوں نے لاقانونیت اور جہالت سے پیدا ہونے والے افعال کی حوصلہ افزائی کی جو تمام برائیوں کے جنم پانے کا سبب بنے، اس سے مستقبل کے لیے تباہی جنم لے گی۔ یہ وہ جہالت تھی جس نے ہر چیز کو نیست و نابود کردیا۔

اور اب اچھی قسمت کے تحفظ کے لیے آئیں اس مہم جوئی میں بدقسمت الفاظ کے استعمال سے گریز کریں۔ لیکن تاہم میں آپ کو اور اس کے دوستوں کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ ڈائیون کی ملک کے لیے محبت اور اس کی روزمرہ کی معتدل عادتوں اور اس کی خواہشات کی تقلید کریں۔ یہ عادتیں اور خواہشات کیا تھیں آپ مجھ سے سادہ الفاظ میں سن چکے ہیں۔ آپ میں سے جو بھی اپنے آباو اجداد کی رسومات کے مطابق ڈائیون کی سی سادہ زندگی بسر نہیں کرسکتا، لیکن ڈائیون کے قاتلوں کے انداز زندگی کو اپنانے والے سے قابل تقلید یا وفاداری کی توقع نہیں کرنی چاہیے۔ لیکن سب دوسروں کو سسلی کی تمام ریاستوں میں آبادکاری کی دعوت دیں اور انھیں سارے پیلوپونیز سے بلا کر قانون کے تحت مساوات قائم کریں، اس میں کسی کا خوف نہ ہوگا حتیٰ کہ ایتھنز کے باشندوں سے بھی خوف نہ ہوگا۔ کیونکہ وہاں بھی ایسے لوگ ہیں جو نیکی کے علمبردار اور دوستوں کا خون بہانے والوں کے خوفناک فعل سے مکمل نفرت کرتے ہیں۔ لیکن اگر آخرکار مستقبل کے لیے یہ کام ہے حتیٰ کہ جلدی کا

کام تمام طرح کی خرابیوں کا باعث بنتا ہے۔ جو روزمرہ کی زندگی میں ریاستی جھگڑوں کو جنم دیتی ہے۔ ہر کوئی جسے دوراندیشی کے حوالے سے درست قابلیت کا معتدل کردار قرار دیا ہوا سے جاننا چاہیے کہ خانہ جنگی کے دور میں تباہی کا اس وقت تک خاتمہ نہیں ہوتا جب تک فاتح اپنے بغض کو پھانسیوں، پابندیوں اور قتل و غارت سے ٹھنڈا کر کے اس سلسلے کا خاتمہ نہ کر دیں۔ انھیں اپنے آپ کو قانون میں یکتا کرنا چاہیے اور غیر جانبدار قوانین کا اطلاق کرنا چاہیے۔ ان قوانین کا مقصد اپنے آپ کو فاتحوں سے زیادہ نمایاں بنانا نہیں بلکہ عوامی بہبود ہونا چاہیے۔ عوام کو احترام اور خوف کے ڈر سے ان قوانین پر عملدرآمد کے لیے مجبور کیا جانا چاہیے۔ کیونکہ فاتح آقا ہیں اور وہ طاقت کا بہتر مظاہرہ کر سکتے ہیں۔ احترام اس لیے کہ وہ لطف سے بالاتر ہوتے جاتے ہیں اور قانون کے پابند ہونے کے خواہاں ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی تباہی سے دوچار شہر کو بچانے کا کوئی اور طریقہ نہیں جو کہ خانہ جنگی کا شکار ہو۔ لیکن ایسے حالات سے دوچار شہروں میں اندرونی خرابیوں کا تسلسل، نفرت اور باہمی عدم اعتماد عام ہے۔ اس لیے جنھیں وقتی طور پر سبقت حاصل ہوگئی ہو وہ اپنی بالادستی کو قائم رکھنے کے خواہاں ہوتے ہیں انھیں اپنے فعل سے اس بات کا انتخاب کرنا چاہیے، اور ان لوگوں میں سے انتخاب کرنا چاہیے جنھیں وہ اس مقصد کے لیے بہتر لوگ جان چکے ہیں۔ سب سے پہلے انھیں پختہ عمر کے لوگ ہونا چاہیے، جن کے بچے اور بیویاں ہوں۔ جس حد تک ممکن ہو ان کے اچھی شہرت کے حامل آباؤاجداد ہوں اور ان سب کی کافی جائیداد ہونی چاہیے۔ دس ہزار کی آبادی کے شہر میں ان کی تعداد نصف ہونی چاہیے کیونکہ یہ تعداد کافی ہوگی۔ ان لوگوں کو قانون کی حکمرانی کو یقینی بنانی چاہیے۔ اور یہ کہ انھیں اپنی غیر جانبداری حلفاً ثابت کرنی چاہیے اور فاتح اور مفتوح سے برابر سلوک کرنا چاہیے اور ساری ریاستوں کو برابر حقوق دینے چاہئیں۔

جب قوانین وضع کیے جا چکے ہوں اس کے بعد ہر چیز کا انحصار کس پر ہوتا ہے وہ یہ کہ اگر فاتح مفتوح کی بجائے قانون کی زیادہ پاسداری کریں۔ تو ساری ریاست خوشیوں اور تحفظ کا نمونہ ہوگی اور تمام مصیبتوں سے نجات ملے گی۔ لیکن اگر وہ قانون کا احترام نہیں کرتے یا مجھے یا کسی اور کو مشورے کے لیے نہیں بلاتے ان لوگوں کے خلاف سوچ و بچار کے لیے جو قانون کا احترام نہیں کرتے، یہ طریقہ اس جیسا ہے جو میں نے اور ڈائیون نے سائراکیوس کی بہبود کے لیے اپنے دل سے اپنانے کی کوشش کی۔ یہ حقیقت میں دوسرا اچھا طریقہ ہے۔ پہلا اور بہترین طریقہ تمام مخلوق کی بہبود کا طریقہ ہے جو ڈائیونائیسس کی مدد سے اپنانے کی کوشش کی گئی تھی۔ لیکن کسی اور موقع نے جو افراد سے زیادہ زوردار تھا، اسے ناکام بنا دیا۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ اچھی

قسمت اور خدائی مدد آپ کی کوششوں کو اچھے نتائج پر منتج کرتی ہے۔

اسے میرے مشورے، حکم امتناعی اور ڈائیونائیسس کے دورے کا اختتام سمجھیں۔ جو کوئی میرے دوسرے دورے کے سفر کے بارے میں سننا چاہتا ہے اور جانتا ہے کہ یہ ایک مناسب اور موزوں کہانی ہے میرا سسلی کا پہلے قیام اس طرح سے تھا جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ ڈائیون اور اس کے رشتہ داروں کو نصیحت کرنے سے پہلے کی کہانی میں بیان کی ہے۔ان واقعات کے بعد میں نے ڈائیونائیسس کو ان دلائل سے ترغیب دینے کی کوشش کی تا کہ وہ مجھے جانے کی اجازت دے دے۔ہم نے ایک سمجھوتا کیا کہ کیا کیا جائے۔ جب امن قائم ہو جائے کیونکہ اس وقت سسلی میں خانہ جنگی تھی۔ ڈائیونائیسس نے کہا کہ جب وہ ریاست کے معاملات اپنے تحفظ اور سلامتی کے حوالے سے مستحکم کر لے گا تو وہ ڈائیون اور مجھے دوبارہ بلائے گا۔اس نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ ڈائیون جو کچھ ہو چکا اسے ملک بدری کی بجائے رہائش کی تبدیلی سمجھے۔ میں ان شرائط پر دوبارہ آنے پر راضی ہوا۔ جب امن قائم ہو گیا۔اس نے مجھے بلانا شروع کر دیا۔اس نے درخواست کی کہ ڈائیون کو ایک سال مزید واپسی کے لیے انتظار کرنا چاہیے لیکن استدعا کی کہ میں جس قدر جلدی ممکن ہو سکے وہاں پہنچوں۔ڈائیون نے اب مجھے بات کرنے کے لیے درخواستیں کرنا شروع کر دیں۔ کیونکہ یہ مسلسل افواہیں آ رہی تھیں کہ ڈائیونائیسس ایک بار پھر فلسفے کی شدید خواہش لیے ہوئے ہے۔اس وجہ سے ڈائیون نے مجھے ڈائیونائیسس کی درخواست رد نہ کرنے پر زور دیا۔لیکن اگرچہ میں جانتا تھا کہ نوجوانوں میں فلسفے کے بارے میں ایسی علامتیں عام بات نہیں تھی۔ پھر بھی مجھے اس وقت یہ زیادہ محفوظ دکھائی دیا کہ ڈائیون اور ڈائیونائیسس سے مکمل علیحدگی اختیار کی جائے۔اس لیے میں نے یہ کہہ کر دونوں کو ناراض کر دیا کہ میں بوڑھا آدمی ہوں اور یہ کہ جو اقدامات اس وقت کیے جا رہے ہیں وہ ہمارے درمیان طے پانے والے سمجھوتے سے مختلف ہیں۔

اس کے بعد ایسے دکھائی دیتا ہے کہ آرچائٹس (Archytes) ڈائیونائیسس کے دربار میں آیا۔ میں نے اپنی روانگی سے قبل اسے اور اس کے ٹارنٹائینی حلقے کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرا دیے تھے۔ سائرا کیوس میں کچھ اور لوگ بھی تھے۔جنھوں نے ڈائیون سے کچھ ہدایات حاصل کی تھیں۔اور دوسرے نے ان سے سیکھا تھا۔ان کے دماغ فلسفہ کے حوالے سے غلط سوالات سے بھرے ہوئے تھے۔ یہ ایسے دکھائی دیتا کہ وہ ڈائیونائیسس سے اسی عنوان کے بارے میں بحث کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔اس خیال سے کہ اس

نے میری ہدایات پر عمل کیا ہے اب وہ سیکھنے کی فطری خوبی سے محروم نہ تھا۔ اور اسے احترام اور عظمت کی زیادہ خواہش نہ تھی، جو کچھ کہا گیا غالباً اسے اس سے خوشی ہوئی تھی۔ جب اس پر یہ واضح ہوا کہ اس نے میرے دورے کے دوران میری تعلیمات پر عمل کیا تو اس نے کچھ شرمندگی محسوس کی تھی۔ ان بنا پر اس نے کچھ مزید واضح ہدایات لینے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ اور اس کی شہرت سے محبت اس کے لیے ایک اضافی مراعات تھی۔ گزشتہ بحث کے دوران اس وجہ کو بیان کیا گیا تھا کہ اس نے میرے پہلے دورے کے دوران کیوں کوئی چیز نہیں سیکھی تھی۔ اسی طرح اب جب کہ میں گھر پر محفوظ تھا۔ اور اس کی دوسری دعوت کو مسترد کر دیا تھا۔ جس کے بارے میں، میں نے ابھی کہا ہے۔ ڈائیونائیسس ہر طرح کی پریشانی سے دوچار دکھائی دیتا تھا کہ کہیں لوگ یہ نہ سمجھیں کہ میں اس کی دعوت پر دوبارہ دورہ کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔ کیونکہ میری اس کی فطری خوبیوں اور کردار کے بارے میں رائے اچھی نہ تھی۔ اور جیسا کہ میں اس کے اطوار و طریقے جانتا تھا، میں نے اسے ردّ کر دیا ہے۔

میرے لیے سچ بولنا ٹھیک ہے اور میں کوئی شکایت نہیں کروں گا اگر ان حقائق کو سننے کے بعد میرے فلسفہ کے بارے میں کمزور رائے قائم کرے۔ ڈائیونائیسس نے مجھے میرے سفر کے اختتام پر آرام فراہم کرنے کی ضمانت کے ساتھ تیسری بار دعوت دی۔ اس نے آرچیڈیموس (Archedemos) کو بھی بھیجا، ان میں سے ایک جنھوں نے آرچائٹس کے ساتھ کچھ وقت گزارا تھا اور جس کے بارے میں اس نے فرض کیا کہ میری سسلی کے یونانیوں سے زیادہ اعلیٰ رائے تھی اس کے ساتھ سسلی کے نمایاں شہرت کے حامل دوسرے سب افراد کی بھی یکساں اطلاع تھی کہ ڈائیونائیسس نے فلسفہ میں قابل قدر ترقی کی ہے۔ اس نے میرا ڈائیون سے تعلق جانتے ہوئے ایک طویل خط بھی مجھے لکھ بھیجا اور ڈائیون کی شدید خواہش بھی کہ مجھے فوراً جہاز پر سوار ہو کر سائرا کیوس پہنچ جانا چاہیے۔ اس خط کے ابتدائی حصے میں وہ تمام شرائط تحریر کی گئی تھیں۔ اس کا قرینہ اس طرح تھا۔ ڈائیونائیسس کی طرف سے افلاطون کے لیے۔ اس کے بعد رواج کے مطابق مبارک باد دینے کے بعد اس نے براہِ راست کہا کہ اگر ہماری درخواست کو قبول کرتے ہوئے آپ اب آئیں، سب سے پہلے ڈائیون کا مسئلہ جس طرح آپ چاہیں، اسی طرح حل کر دیا جائے گا۔ میں جانتا ہوں کہ آپ ایک مناسب خواہش کا اظہار کریں گے اور میں اسے قبول کر لوں گا۔ لیکن اگر نہیں تو ڈائیون کے بارے میں کوئی فیصلہ ڈائیون کی ذات کے بارے میں یا دوسرے معاملات کے حوالے سے آپ کی خواہش کے مطابق نہیں ہوگا۔ یہ اس کے خط کے

مندرجات تھے۔ باقی تفصیلات تھکا دینے والی طویل بحث ہے۔ جس کا اس وقت حوالہ دینا بے محل ہوگا۔ آرچائٹس اور ٹارنٹائن سے آنے والے دوسرے خطوط میں ڈائیونائیسس کے فلسفہ کے بارے میں مطالعہ کی تعریف کی گئی تھی۔ ان میں کہا گیا تھا کہ اگر میں اب نہیں آیا تو میں ان کے ڈائیونائیسس سے تعلقات مکمل طور پر توڑ دینے کا سبب بنوں گا۔ جو میری وجہ سے قائم ہوئے تھے اور ان کی سیاسی مفادات کے حوالے سے اہمیت کم نہ تھی۔

جب مجھے یہ دعوت ملی، اس وقت تک ان شرائط کے ساتھ جو مجھے سسلی اور اٹلی کی جانب سے ڈائیونائیسس کے پاس جانے پر مجبور کرنے کے ضمن میں تھیں۔ جبکہ میرے ایتھنز کے دوست بھی اس بارے میں مجھ پر دباؤ ڈال رہے تھے۔ یہ وہی پرانی کہانی ہے جس میں مجھ پر زور دیا جا رہا تھا کہ میں نہ ان دعوتوں کو مسترد کروں نہ ہی ڈائیون اور دوسرے دوستوں اور حامیوں سے بے وفائی کروں۔ مجھ میں از خود چھپی خواہش پیدا ہو چکی تھی کہ اس میں کوئی حیرانگی کی بات نہیں کہ ایک جوان آدمی جو سیکھنے میں تیز ہو وہ فلسفے کی سچائی کے بارے میں سننے کے بعد اعلیٰ زندگی کے بارے میں تانے بانے بُننا شروع کر دے۔ اس لیے میں نے معاملے کا امتحان لینے کا فیصلہ کیا، یہ جاننے کے لیے آیا ڈائیونائیسس کی خواہش سچی ہے کہ نہیں۔ نہ ہی میں اس معاملے کا جائزہ نہ لے کر اپنے لیے رسوائی کا سامان پیدا کرنا چاہتا تھا۔ اگر مجھ تک پہنچنے والی اطلاعات سچی تھیں۔ اس لیے اپنے آپ کو اس معاملے پر کئی طرح کے خدشات و خطرات کے باوجود مجھے سسلی کے لیے روانہ ہونا پڑا۔ میرا اس موقع پر فعل کسی بھی حوالے سے محفوظ کرنے والے کے لیے تیسرے معاملے کی مانند تھا۔ کیونکہ میری واپسی اچھی قسمت کا نتیجہ تھی۔ اس کے لیے مجھے خدا کے بعد ڈائیونائیسس کا مشکور ہونا تھا۔ کیونکہ کئی لوگ مجھے ختم کرنے کے درپے تھے جنھیں ڈائیونائیسس نے ایسا کرنے سے روک دیا اور مجھے کچھ مناسب توقیر بخشی۔

میرے وہاں پہنچنے پر میں نے پہلے سوچا کہ مجھے یہ سوال کرنا چاہیے، یہ جاننے کے لیے کہ آیا ڈائیونائیسس کو فلسفے سے واقعی شغف تھا یا وہ تمام اطلاعات جو ایتھنز پہنچی تھیں، وہ محض افواہیں تھیں۔ اب اس طرح کی چیزوں کے بارے میں جاننے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ جو شہنشاہوں کے لیے مناسب ہوتا ہے اور اسے وہ حقیر محسوس نہ کریں، خاص طور پر ان کے لیے جن کو غلط مشوروں سے غیر ضروری ہوا دی گئی ہو۔ جو کہ میں نے ڈائیونائیسس کے بارے میں وہاں پہنچنے کے فوراً بعد محسوس کیا۔ ایسے شخص کو یہ بتایا جانا چاہیے کہ فلسفہ اپنی اصل

روح کے ساتھ حقیقت میں کیا ہے؟ اس کا دائرہ کار کیا ہے اور اس کو سیکھنے میں کس قدر محنت درکار ہوگی؟ کیونکہ وہ شخص جو یہ جانتا ہو۔ اگر اس میں فلسفے کے لیے سچی محبت اور قدر دیوتاؤں جیسا معتدل مرد یہ ہو تو فلسفے کی روح جیسا اور قابل قدر بناتا ہے۔ پھر وہ یہ سوچتا ہے کہ اس کو ایک بہت بڑا راستہ دکھا دیا گیا ہے اور اسے اس پر اپنی قوت سے چلنا ہے اور یہ کہ اگر اس کے علاوہ کچھ کہا جائے تو اس کا نام زندگی نہیں۔ اس کے بعد وہ اپنی اور رہنمائی کرنے والوں کی بھرپور قوت کا استعمال کرتا ہے۔ اور ان سے فرار اختیار نہیں کرتا۔ جب تک یا تو وہ اس معاملے کو پوری طرح مکمل کر کے اس پر عبور حاصل نہ کر لے یا اپنے رہنما کے بغیر آگے بڑھنے کی صلاحیت حاصل نہ کر لے۔ یہ وہ روح اور خیالات ہیں جن سے اس طرح کا آدمی اپنی زندگی کی رہنمائی کرتا ہے۔ اس کا پیشہ کوئی بھی ہو وہ اپنا کام جاری رکھتا ہے۔ لیکن اس سارے عمل میں فلسفے کے بارے میں ڈٹا رہنے اور اس طرح کے اپنی روزمرہ کی زندگی کے معمولات اور کھانے پینے کے اصولوں سے اسے اندرونی سنجیدگی و متانت حاصل ہوتی ہے۔ اس سے اسے تیزی سے سیکھنے میں مدد ملتی ہے۔ اچھی یادداشت اور سوچنے کی قوت اور اس طرح کی زندگی جو فلسفی کے بتائے گئے طریقوں سے متضاد ہوں وہ ان سے نفرت کرتا ہے۔ وہ جن کا رویہ فلسفیانہ نہ ہو بلکہ محض سطحی رائے پر مبنی ہو تو جب وہ یہ دیکھتے ہیں کہ اس علم کا دائرہ کار کس قدر وسیع ہے اور اس پر عبور حاصل کرنے کے لیے کس قدر محنت درکار ہوگی۔ اس کے ساتھ ساتھ معمول کی زندگی کو اس علم کے مطابق ڈھالنا کس قدر لازم ہے تو وہ اس مطالعے کو جاری رکھنے کے قابل نہیں رہتے۔ جبکہ بعض لوگ اپنے آپ کو یہ ترغیب دیتے ہیں کہ انھوں نے اس علم کے بارے میں سب کچھ سیکھ لیا ہے، اب انھیں اس بارے میں مزید کوشش کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ ان کے امتحان کا مناسب طریقہ ہے جو آرام دہ زندگی بسر کرتے اور ایسے علم کے لیے درکار محنت کو مسلسل جاری رکھنے کے قابل نہیں ہوتے۔ یہ یقین دلاتا ہے کہ ایسے لوگ اپنے معلم پر الزام نہ دھریں۔ بلکہ اگر وہ ناکام ہوں تو اس کا ذمہ دار خود کو قرار دیں کیونکہ وہ ساری خوبیوں کو یکجا نہیں کر سکا۔ اس طرح یہ سب ہوا اور میں نے اس موقع پر یہ تمام کچھ ڈائیونائیسس سے کہا۔

تاہم میں نے مکمل تفصیل بیان نہ کی اور نہ ہی ڈائیونائیسس نے اس بارے میں پوچھا۔ کیونکہ اس نے کافی کچھ جاننے کی نوید سنائی۔ جن میں کئی اہم نکات اور معاملات تھے جن پر دوسرے لوگوں کی طرف دی گئی ہدایات کی وجہ سے اسے کافی عبور حاصل ہو چکا تھا۔ میں نے یہ بھی سنا کہ اس نے جو کچھ مجھ سے سنا اسے تحریری طور پر محفوظ کر لیا تھا۔ اور کتابوں سے حاصل کرنے کے بعد اس نے کافی سیکھ لیا تھا۔ وہ یہ سب کچھ مجھ

سے سیکھے گئے نظریے کے حوالے سے کہنا تھا۔لیکن مجھے ان کے سیاق و سباق کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔ میں یہ ضرور جانتا ہوں کہ دوسروں نے بھی اسی عنوان کے بارے میں تحریر کیا ہے۔لیکن وہ لکھنے والے کون ہیں یہ ان کے اپنے جاننے سے زیادہ ہے۔ میں یہ کچھ مصنفوں کے بارے میں کہہ سکتا ہوں۔ ماضی اور مستقبل کے مصنفوں کے بارے میں جن کا کہنا ہے کہ وہ جانتے ہیں جس کے لیے میں نے اپنے آپ کو وقف کر رکھا ہے۔ مجھ سے یا دوسروں سے سیکھنے کے باعث جس کے بارے میں میرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ ان کے لیے اس علم کے بارے میں مہارت پانا ناممکن ہے۔ نہ ہی اس علم کے بارے میں میری مہارت کوئی صحیفہ ہے، نہ ہوگا۔ کیونکہ اس میں دیگر علوم کی طرح کوئی چیز واضح نہیں ہوتی۔لیکن اس معاملے پر کافی گفتگو اور مشترکہ زندگی گزارنے کے بعد اچانک کسی کے اندر سے ایک روشنی کا شعلہ نمودار ہوتا ہے۔ جو اسے دوسرے پر مرکوز کرتا ہے اور اس کے بعد وہ اسے برقرار رکھتا ہے۔ ابھی میں یہی جانتا ہوں۔ اور اگر چیزیں تحریر کی گئی ہیں تو یہ میری طرف سے بہتر کیا گیا ہوگا اور اگر اسے برے طریقے سے لکھا گیا تو میں یہ سب سے زیادہ میرے لیے تکلیف دہ ہوگا۔ اگر وہ بیان کردہ اور تحریر میں مجھے مناسب طور پر محفوظ دکھائی دیں تو اس سے زیادہ عظیم کام میری زندگی میں اور کیا ہوسکتا ہے۔ انمول قدرتی چیزوں کو سب کے لیے بیان کرنا انسانی زندگی کے لیے بڑی خدمت ہے۔لیکن میں اسے ایک بڑی اچھائی تصور نہیں کرتا اس پر تحقیق ہونی چاہیے۔ جیسا کہ اس نکتہ میں قرار دیا گیا ہے۔سوائے چند ایک کے جو اپنے آپ کو معمولی تعلیم کے بعد آپے سے باہر کر لیتے ہیں، جہاں تک باقی کا تعلق ہے۔ یہ بعض میں مکمل غیر منطقی طور پر غلط احساسات پیدا کرتے ہیں اور دوسروں میں بلا مقصد فضول اعلیٰ توقعات کو جنم دیتے ہیں۔ ان میں یہ خیال جنم پالیتا ہے کہ انھوں نے کوئی بڑی اور اعلیٰ چیز سیکھ لی ہے۔

اس موقع پر میں کچھ تفصیل میں جانا چاہوں گا۔ مثلاً میں نے جب یہ کچھ کر لیا ہے تو میرے موجودہ عنوان کے بارے میں چیزیں زیادہ واضح ہو جائیں گی۔ ایک بحث ہے جو انسان کے بارے میں بہتر ہوتی ہے۔ جو فطرت کے بارے میں سوال کرنے اور اسے تحریر میں لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں نے یہ اکثر پہلے بیان کیا ہے اور یہ مجھے اس وقت بھی دہرانا موزوں لگتا ہے کہ جو چیز موجود ہے اس کے بارے میں علم حاصل کرنے کے تین طریقے ہیں اور چوتھا علم خود ہے اور پانچویں چیز کو ہمیں گننا چاہیے اگر آپ جاننا چاہتے ہیں کہ میرا مطلب کیا ہے تو کسی ایک چیز کو لے لیں اور اس سے سب کے بارے میں جان لیں۔ ایک دائرہ وہ چیز ہے جس کے بارے میں بات کی گئی ہے۔ اس کا نام ہر وہ لفظ ہے جو ابھی ہم نے ادا کیا۔ اس سے تعلق رکھنے

والی ہر دوسری چیز کی تعریف ہے، جن کے نام رکھے گئے ہوتے ہیں کیونکہ جس کا نام مرکز ہے، اس کی تعریف یہ ہوگی کہ جس کا اپنے قطر سے ہر جانب برابر فاصلہ ہو۔ تیسرا یہ کہ وہ جو بنایا اور دوبارہ مٹایا جاتا ہے۔ یا خراد مشین پر چڑھایا اور توڑ دیا جاتا ہے ان میں کوئی چیز از خود دائرہ پر رونما نہیں ہوسکتی جس کا دوسری چیزوں نے حوالہ دیا ہے۔ کیونکہ یہ ان سے مختلف قسم کی چیز ہے۔ چوتھی چیز علم، ذہانت اور ان چیزوں کے بارے میں درست رائے ہے۔ اس ایک پہلو میں ہمیں ہر چیز یکجا کرنی چاہیے جس کا اپنا وجود ہے نہ صرف جسمانی یا زبانی لحاظ سے بلکہ روح میں۔ جس سے یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ یہ دائرے کی فطرت سے مختلف ہے، اور اوپر بیان کی گئی تینوں چیزوں سے۔ ان چیزوں میں سے ذہانت پانچوں کے قریب ترین ہے اور دوسرے کچھ فاصلے پر ہیں۔

یہی بات لکیر اور دائرے کی شکل، رنگوں، اچھائی، خوبصورتی، انصاف اور ان چیزوں کے بارے میں صادق آتی ہے جن کا وجود ہے یا وہ فطرت کے عمل میں وجود میں آنے کو ہیں۔ آگ، پانی اور اس طرح کی تمام دوسری اشیا کے بارے میں بھی، ہر زندہ چیز کے لیے، روح کی خوبیوں اور تمام پیش آنے والی چیزوں یا کیے جانے والے معاملات میں یہ بات موجود ہوتی ہے۔ ان تمام چیزوں میں کوئی بھی جس میں پہلے بیان کردہ خوبیاں اور اشیا موجود نہ ہوں، وہ کسی صورت بھی پانچوں میں موجود نہیں ہوسکتی۔ مزید زبان کی کمزوری کے باعث یہ جو چوتھی ہے وہ یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ ہر چیز اس جیسی اور اس سے نہیں ہے۔ اس بنا پر کوئی فلسفہ دان اپنا فلسفیانہ نقطۂ نظر زبان میں بیان نہیں کرے گا۔ خاص طور پر اس زبان میں جو نا قابل تغیر ہے اور اس پر صادق ہے جو تحریری شکل میں محفوظ کی گئی ہے۔

پھر آپ کو وہ نقطہ سمجھنا چاہیے جو آگے آتا ہے۔ ان لوگوں کا ہر حلقہ جسے تختۂ مشق بنایا جاتا ہے وہ پانچویں چیز کے متضاد ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر جگہ اس کا تعلق سیدھی لکیر سے ہوتا ہے۔ لیکن دائرہ کا راز خود اپنے آپ سے کچھ نہیں ہوتا۔ یہ دائرہ بڑا ہو یا چھوٹا۔ اس کا جو اس سے متضاد ہو۔ ہم کہتے ہیں کہ کسی چیز کا نام اس کی دائمی شناخت نہیں۔ اور کوئی چیز جن کو دائرہ کہا جاتا ہے، انھیں سیدھی لکیر اور جو سیدھی لکیر ہے اسے دائرہ کہنے سے نہیں روکتی۔ جہاں تک کہ ان کا تعلق ہے جو تبدیلیاں لاتے ہیں اور چیزوں کو متضاد نام سے پکارتے ہیں۔ کوئی چیز بھی نام سے کم مستقل نہیں ہوگی۔ دوبارہ اس کی تعریف کے حوالے سے اگر یہ ناموں پر ہی مشتمل ہے اور زبانی شکل میں ہے تو وہی لفظ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ان میں کوئی مستقل مزاجی نہیں، غیر واضح یا الجھن کی اس حوالے سے کوئی آخری حد نہیں ہوتی جس کے چاروں ہی شکار ہوتے ہیں۔ لیکن ان میں سے سب سے بڑی

مشکل یہ ہے کہ جس کا ہم نے تھوڑی دیر پہلے ذکر کیا۔ وہ یہ کہ جہاں کہیں دو چیزیں ہوں جن کا حقیقی وجود ہے۔ جب روح جاننا شروع کر دیتی ہے۔ معیار کے بارے میں نہیں بلکہ خوشبو کے بارے میں تو ان چاروں میں سے ہر ایک روح کو وہ پیش کرتی ہے جس کی وہ تلاش نہیں کر رہا ہوتا۔ جو کہ معیار ہے۔ ایک چیز جسے احساسات مسترد کرنے کو تیار ہوتے ہیں، وہ چیز محض روح کو پیش کی جانے کے باعث ہر صورت خواہ بیان یا عمل کے ذریعے پوری ہوتی ہے، کوئی ہوسکتا ہے جو یہ کہے کہ پریشانی اور مشکل کی بنا پر ایسا ہوتا ہے۔

اب وہ عنوانات جن میں ہماری خراب تعلیم کی وجہ سے ہم عمومی سچ کی تلاش سے واقف تک نہیں ہوتے بلکہ جو کچھ ہمارے سامنے پیش کیا جائے اسی سے مطمئن ہوتے ہیں۔ ہم ایک دوسرے کو مضحکہ خیز ہونے کا تاثر پیش نہیں کرتے۔ سوال پوچھنے والے کے پوچھے گئے سوالات کی طرف کھنچ سکتے ہیں اور چاروں چیزوں پر تنقید کرتے ہیں۔ لیکن وہ سوال جس کے بارے میں جواب دینے کے لیے ہم کسی کو مجبور کرتے ہیں وہ پانچویں کے بارے میں ہے۔ وہ جو اپنے مخالفین کو شکست دے سکتے ہیں وہ ہم میں سے بہتر ہیں، اس آدمی سے جو تحریر، گفتگو کے ذریعے سنتے یا پڑھنے والوں کو کوئی چیز نہیں دے سکتا، کیونکہ اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ کیا جو کہ لکھا یا کہا گیا ہے وہ مصنف کی غلطی نہیں ہے بلکہ یہ چاروں مذکورہ چیزوں کی خرابی ہے۔ تاہم ان چاروں چیزوں کے بارے میں عمل کے دوران پیش آنے والا نشیب و فراز باشعور ذہن کے لیے علم میں اضافے کا باعث ہے۔ لیکن اگر فطرت کوئی غلط چیز کو جنم دے (جیسا کہ روح ذہن اور اخلاقی کردار کی صلاحیت جاننے کی صورت میں ہوسکتا ہے) یا ہوسکتا ہے ایسا زوال پذیری کے باعث ہو، ایسے افراد کے لیے لائنسی اس (Lynceus)، بھی بصارت کی قوت نہیں بخش سکتا۔

مختصراً وہ شخص جس میں اسی عنوان کے جاننے کے لیے قدرتی صلاحیت موجود نہ ہو اسے یادداشت یا تعلیم و تربیت کے لیے فلسفہ سکھایا جا سکتا۔ اگر آدمی فطری طور پر اور قرابت داری کے لحاظ سے انصاف اور دوسرے باعزت کاموں سے آشنائی کی صلاحیت نہیں رکھتے، خواہ وہ سیکھنے اور یادداشت اور دوسرے علم سیکھنے کی خوبی کے مالک کیوں نہ ہوں یا اگر وہ فطری طور پر اسے سیکھنے کی صلاحیت رکھتے ہوں لیکن وہ اس عمل میں سست ہوں یا ان کی یادداشت نہ ہو ایسے لوگوں میں سے کوئی بھی نیکی اور اچھائی کے بارے میں پوری طرح نہیں سیکھ سکتا۔ کیونکہ ان دونوں کے بارے میں ایک ہی وقت میں سیکھا جا سکتا ہے، ان دونوں کے بارے میں مکمل مطالعہ اور جہد مسلسل کے ذریعے ہی سیکھا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ میں نے شروع میں کہا کہ صحیح اور غلط ان تمام

چیزوں کے بارے میں جن کا وجود ہے۔ کافی تگ ودو کے بعد جیسا کہ ناموں، تعریف، بصارت اور احساسات کے بارے میں معلومات اکٹھی کرنے اور ان کا ایک دوسرے سے موازنہ کرنے کے بعد جانچ پڑتال اور ان افراد کی آزمایش کے بعد جو سوالوں کا جواب کسی بری نیت کے بغیر دیتے ہیں۔ اچانک ہر مسئلے کے بارے میں چوتھی افہام وتفہیم اور ایک قسم کی ذہانت جو انسانی اختیارات کے دائرہ کار میں ظاہر ہوتی ہے۔ اس لیے ہر باشعور ذہین آدمی جب اہم معاملات سے نبردآزما ہوتا ہے تو وہ لوگوں کے بارے میں غلط رائے یا سوچ قائم نہیں کرتا۔ ایک لفظ میں اس سے یہ معلوم ہو سکے گا کہ اگر کوئی تحریر پاتا ہے، آیا وہ قانون سازوں کا بنایا ہوا قانون ہو یا کسی اور شکل میں یہ بنانے یا تحریر کرنے والے کے لیے زیادہ قیمتی نہیں ہوگا۔ اگر وہ قابل آدمی ہے اور اس کے خزانے موزوں جگہ پر ہوں اور اسے حقیقی چیز پر صرف کیا گیا ہو تو یقیناً دیوتا نہیں، لیکن انسان خود ایسے شخص کی عقل پر ناز کریں گے۔

وہ جس نے اس گفتگو کو سنا اور تجاوز کرنے سے بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ اگر ڈائیونائیسس یا کسی اور چھوٹے یا بڑے نے کسی اہم مسئلہ پر تحریر کیا ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ اس نے نہ تو سنا ہوگا اور نہ ہی اعلیٰ تعلیمات حاصل کی ہوں گی۔ وگرنہ وہ اس کے لیے وہی عزت وتوقیر کا حامل ہوتا۔ اس کو میں دیتا جو تنازعات اور بدزیب ہے میں نے اسے پیش کرنے سے اجتناب کیا ہے اور کروں گا۔ کیونکہ مصنف نے اسے یادداشت میں اضافہ کے لیے تحریر نہیں کیا۔ اگر یہ انسان کی روح میں ایک بار داخل ہو جائے تو چونکہ یہ مختصر بیان ہے اس لیے اس کے بھول جانے کا بھی کوئی خطرہ موجود نہیں ہے۔ لیکن اگر وہ اسے تحریر کرتا ہے تو اس کا مقصد توقیر پانا ہے۔ آیا اسے اپنی مرضی سے پیش کرے یا اپنے آپ کو ثقافت میں بڑا نام ظاہر کرے جو کہ وہ اس کا حقیقی روپ نہیں ہے۔ یا اگر اس کے دل میں اس کو پیش کرنے کا خیال عود کر آیا ہو۔ اگر ڈائیونائیسس نے یہ ثقافت میرے ایک درس سے سیکھ لی ہو جو میں نے اسے دیا۔ ہم شاید اسے اس کو پانے کی منظوری دے دیں۔ خدا پیدا کرتا ہے جیسا کہ تھیبا کا باشندہ۔ میں تعلیمات دیتا ہوں جس کا میں نے وعدہ کیا ہے، ایک مخصوص وقت پر لیکن پھر کبھی دوبارہ نہیں۔

اس کے بعد کا معاملہ جو ہر کسی پر واضح ہونا چاہیے جو یہ جاننا چاہتا ہو کہ چیزیں کیسے وقوع پذیر ہوئیں۔ ایک وجہ ہے کہ یہ کیوں وجود میں آئیں۔ میں نے تعلیمات ایک لمحے میں دینی شروع نہیں کیں نہ تیسرا درس اور دیگر اسی طرح۔ کیا ڈائیونائیسس نے ایک واحد درس کے بعد یقین کر لیا کہ وہ خود معاملہ جان سکتا ہے

اور کیا اسے اس کا کافی علم ہے۔ آیا خود جان کر یا دوسروں سے سیکھنے سے یا کیا اس کو یقین تھا کہ میری تعلیمات فضول ہیں۔ یا تیسری بات یہ کہ وہ اس کے دائرۂ کار سے باہر ہیں۔ اور وہ از خود عقل اور اچھائی کو سمجھنے کے قابل نہیں ہے۔ کیونکہ اگر وہ اسے فضول تصور کرتا ہے تو اسے اس سے اتفاق کرنا ہوگا جس کی رائے اس سے متضاد ہے۔ ایسے شخص کی شہرت منصف کی طرح مقدم ہوگی ڈائیونائیسس کے مقابلے میں۔ اگر وہ دوسری طرف، سوچتا ہے کہ اس نے چیزیں سیکھ لی ہیں یا دریافت کی ہیں اور وہ محض آزاد خیال تعلیم کا حصہ ہیں۔ وہ ایسا کیسے کہہ سکتا ہے جب تک کہ وہ غیر معمولی صلاحیت کا مالک نہ ہو۔ اس نے اپنے استاد کی اس معاملے میں کسی طرح توہین کی، میں اب بیان کروں گا۔

اس وقت تک اس نے ڈائیون کو اپنی جائیداد میں رہنے اور اس سے آمدنی حاصل کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ لیکن گزرے ہوئے لمحات کو زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایسے جیسے وہ اپنے اس حوالے سے لکھے گئے خط کا سب کچھ بھول گیا تھا۔ اس نے مزید ڈائیون کے متولیوں کو اس کے لیے پیلوپونیز رقوم بھیجنے سے روک دیا تھا۔ اس جھوٹ موٹ دعوے کے ذریعے کہ ڈائیون جائیداد کا مالک نہیں تھا، بلکہ اس کا بیٹا جو اس کا اپنا بھانجا تھا وہ اس جائیداد کا مالک ہے۔ جس کا وہ خود قانونی طور پر متولی تھا۔ یہ وہ حقائق تھے جو اس بحث میں سامنے آئے جو ہم نے کی ہے۔ انھوں نے ڈائیونائیسس کی قدر کے لحاظ سے میری آنکھیں کھول دی تھیں۔ اس کی فلسفے کے لیے خواہش کے بارے میں بھی جان چکا تھا۔ مجھے اس کے خلاف شکایت کرنے کا حق ہے۔ آیا میں نے اس کی خواہش کی یا کہ نہیں۔ اب اس وقت تک گرمیوں کا موسم آ چکا تھا اور یہ سمندری راستے سے سفر کے لیے مناسب موسم تھا اس لیے میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے ڈائیونائیسس کو بلکہ اپنے آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہیے اور ان کو جنھوں بھی نے مجھے تیسری بار آنے پر مجبور کیا تھا۔ لیکن مجھے اس سے قبل ڈائیونائیسس کو یہ بتانا چاہیے کہ اس کے ڈائیون کے خلاف ظلم اور بربریت کے باعث میرے لیے اس کے ہاں مزید رہنا ناممکن تھا۔ اس نے مجھے اطمینان دلانے کی کوشش کی اور مجھے اس کے ہاں رہنے کی التجا کی۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ مجھے ذاتی طور پر ان خیالات کے ساتھ تیز رفتاری سے نہیں پہنچ جانا چاہیے۔ جب اس کی درخواستوں کا کوئی اثر نہ ہوا تو اس نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ میرے جانے کے لیے سواری کا خود بندوبست کرے گا۔ کیونکہ میری خواہش ایک تجارتی جہاز میں سوار ہونے کی تھی اور ناپسندیدگی اور روکے جانے کی صورت میں تمام تر خطرات کو اپنا فرض سمجھ کر نمٹنے کے خیال سے ایک ایسے وقت میں جب میرا کوئی مقصود نہ تھا

بلکہ ڈائیونائیسس نے غلط کیا تھا میں نے تجارتی بحری جہاز کے ذریعے سفر کرنے کا حتمی فیصلہ کرلیا۔

یہ دیکھتے ہوئے کہ میں رکنے کے لیے کسی صورت تیار نہیں ہوں۔اس نے سفر کرنے کے موسم میں مجھے بحری سفر کرنے سے روکنے کے لیے ایک ترکیب لڑائی۔اگلے دن وہ میرے پاس آیا اور ایک مکروفریب سے پُرکشش تجویز پیش کی۔اس نے کہا "آئیں اس معاملے کو ختم کریں" روز روز کے جھگڑوں کو جو ڈائیون اوراس کے معاملات کی وجہ سے آپ کے اور میرے درمیان پیدا ہوجاتے ہیں۔آپ کی خاطر میں ڈائیون کے لیے یہ کرسکتا ہوں کہ میں چاہتا ہوں کہ ڈائیون پیلوپونیز میں اپنی جائیداد خرید لے اور وہ وہیں قیام کرے۔ملک بدری کی بنا پرنہیں بلکہ باہمی افہام وتفہیم کے ذریعے،اس طرح کہ اس کے لیے یہاں آنے کی اس کی مرضی کے مطابق آزادی ہوگی جب یہ معاملہ اس کے، میرے، آپ کے اور دوستوں کے درمیان منظوری سے ہوگا تو اس کے لیے یہ لازم ہوگا کہ وہ میرے خلاف سازش نہ کرے۔آپ اوراس کے یہاں دوست اس کے لیے ڈائیون کی طرف سے ضامن ہوں گے۔اوراس نے اس کے لیے آپ کو ضمانت دینا ہوگی۔اس کے ساتھ ڈائیون جو رقوم حاصل کرتا ہے اس کو اسے پیلوپونیز اورایتھنز میں جمع کرانے اوراس کی آمدنی سے استفادہ کرنے کی کھلی اجازت ہوگی۔لیکن اس کے لیے اسے آپ کی اور آپ کے دوسرے دوستوں کی پیشگی اجازت حاصل کرنی ہوگی۔کیونکہ مجھے اس پر قطعی اعتماد نہیں ہے۔اگر یہ رقوم اس کی اجازت سے اس کو مل سکتی ہوں تو وہ اس سے میرے خلاف کام کرے گا۔لیکن مجھے آپ اور آپ کے دوستوں پر اعتماد ہے۔دیکھیں اگر اس پر آپ کو اطمینان ہو اور یہ شرائط اس سال نافذ العمل رہتی ہیں تو اگلے سال آپ اس جائیداد کے ساتھ یہاں سے جاسکتے ہیں۔مجھے پورا یقین ہے کہ ڈائیون، اس کے لیے آپ کا مشکور ہوگا۔اگر آپ اس کے لیے اتنا بڑا کام کرتے ہیں۔

جب میں نے یہ تجویز سنی میں تو پریشان ہوگیا لیکن سوچنے کے بعد میں نے کہا کہ میں اپنا نقطۂ نظر اسے اگلے دن بتاؤں گا۔ہم وقتی طور پر اس بات پر متفق ہوگئے۔اس سے جب مجھے تنہائی ملی تو میں نے اس بارے میں زیادہ غوروخوض کیا۔پہلا خیال جو میرے ذہن میں آیا اپنے آپ میں سوچ وبچار کے بعد وہ یہ تھا کہ آیئے،سوچیں کہ ڈائیونائیسس ان میں سے کوئی چیز نہیں کرنا چاہتا جو اس نے بیان کی تھیں اور یہ کہ میری روانگی کے بعد ڈائیون کو ایک خوشنما خط تحریر کرتا ہے۔اوراپنی بہت ساری مخلوق کو ایسے ہی لکھنے کا حکم دیتے ہیں۔اس کو یہ تجویز بتاتے ہوئے جو اس نے مجھے پیش کی تھی۔اس بارے میں کہ جو کچھ اس نے تجویز کیا ہے وہ اس پر

عمل کرنے کے لیے تیار ہے۔ لیکن اگر یہ میں ڈائیون کے مفادات کو نظر انداز کر کے اسے جواب دے دوں، مزید فرض کریں کہ وہ مجھے جانے کی اجازت نہیں دیتا اور ذاتی حکم کے بغیر وہ تمام جہازوں کے عملے کو کہہ دیتا ہے کہ وہ مجھے بھیجنے کے لیے تیار نہیں جو کہ وہ بآسانی کر سکتا تھا۔ تو اس صورت میں کیا مجھے کوئی اپنے ساتھ ایک مسافر کی حیثیت سے لے جانے کے لیے تیار ہوگا۔

میری دوسری مشکلات کے علاوہ ایک مشکل یہ بھی تھی کہ میں اس باغ میں رہائش پذیر تھا جو اس کے گھر کے اردگرد پھیلا ہوا تھا۔ جس میں سے چوکیدار بھی ڈائیونائیسس کی اجازت کے بغیر باہر نکلنے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔ فرض کریں کہ میں ایک سال کے لیے رک جاتا ہوں۔ میں ڈائیون کو خط لکھ کر اس حالت سے آگاہ کر سکتا تھا جس سے میں دوچار تھا اور ان اقدامات کے بارے میں جو میں اٹھانے کی منصوبہ بندی کر رہا تھا اور اگر ڈائیونائیسس، ان میں سے کوئی کام کرتا ہے جو وہ کہتا ہے۔ میں نے کم از کم ایسا کام مکمل کر لیا ہوگا جس کا تمسخر نہیں اڑایا جا سکتا تھا۔ کیونکہ ڈائیون کے لیے ایک اعلیٰ جگہ پر یہ سینکڑوں ذرائع آمدن سے بہتر تھا۔ تاہم اگر وہ خطرات جن کا خدشہ ہے وہ وقوع پذیر ہو جائیں تو میں نہیں جانتا کہ میں اپنے آپ کیا کروں گا۔ ابھی اس کے لیے شاید ایک سال کام کرنا بہتر تھا۔

اس فیصلے پر پہنچنے کے بعد اگلے دن میں نے ڈائیونائیسس سے کہا کہ میں نے رکنے کا فیصلہ کیا ہے، لیکن میں نے بات جاری رکھی، میں یہ ضرور کہوں گا کہ آپ مجھے ڈائیون کی طرف سے کام کرنے پر مجبور نہیں کریں گے۔ بلکہ آپ اسے میرے ہمراہ خط لکھیں گے جس میں بیان کریں گے کہ ہمارے درمیان کیا طے ہوا ہے۔ اور اس سے پوچھیں کہ کیا اسے یہ طریقہ کار مطمئن کرتا ہے۔ اگر نہیں کرتا اگر اور اس کی خواہشات اور مطالبات کچھ اور ہیں وہ ان کے بارے میں جتنا جلدی ممکن ہو، وہ تحریر کرے گا۔ آپ اس کے مفادات کے حوالے سے کوئی فیصلہ جلد بازی میں نہ کریں۔

یہ وہ سب کچھ تھا جو کہا گیا اور تقریباً انہی الفاظ میں سمجھوتا طے پا گیا۔ اس کے بعد تجارتی جہاز روانہ ہو گئے اور اس کے بعد میرے لیے سفر کرنا ممکن نہ تھا کہ ڈائیونائیسس نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ اگر آپ کو پسند ہو تو نصف جائیداد ڈائیون اور نصف اس کے بیٹے کے نام ہونی چاہیے تاکہ وہ اسے فروخت کر سکے۔ اور جب یہ جائیداد بک جائے تو وہ اس رقم میں نصف رقم مجھے دے گا تاکہ میں اسے ڈائیون تک پہنچا دوں اور باقی نصف اس کے بیٹے کے لیے چھوڑ دی جائے۔ اس نے کہا، یہ طریقہ انتہائی منصفانہ تھا۔ میں نے اس حوالے

سے اس سے مزید گفتگو کرنا فضول سمجھا۔ تاہم میں نے اسے کہا کہ مجھے ڈائیون کے جوابی خط کا انتظار کرنا چاہیے اور اسے ایک بار پھر خط لکھ کر اس نئی تجویز کے بارے میں آگاہ کرنا چاہیے۔ اس کا اگلا قدم ڈائیون کی ساری جائیداد کی فروخت کا تھا اپنی مرضی کی شرائط کے تحت، وہ بھی کسی اپنی پسند کے خریدار کے ہاتھوں۔ وہ اس کے بعد مجھ سے شروع سے اختتام تک ایک لفظ بھی نہ بولا اور نہ ہی میں نے اس کی تقلید کی اور اس سے اس بارے میں کوئی بات نہ کی۔ کیونکہ میرا ایسا خیال تھا کہ میں ایسا کر کے ڈائیون کے لیے کوئی بہتری کر سکوں گا۔

اس کے بعد ڈائیونائیسس اور میں روزمرہ کی زندگی میں مصروف ہو گئے۔ میری نظر اس پرندے کی طرح باہر کو لگی ہوئی تھیں جو میرے اڑنے کی شدید خواہش لیے ہو، اور وہ مجھے وہاں روکنے اور ڈائیون کی جائیداد پر تسلط قائم رکھنے کے لیے ہر روز نئی ترکیبیں کر رہا تھا۔ تاہم ہم نے سارے سلسلے کو یہ تاثر دیا کہ ہم دوست ہیں۔ اس وقت تک ڈائیونائیسس نے اپنے باپ کی پالیسیوں کو تباہ کرتے ہوئے اپنے محافظوں کی تنخواہوں میں کمی کرنے کی کوشش کی۔ اس پر سپاہی سخت غصے میں تھے اور اس کے خلاف اکٹھے ہو رہے تھے۔ انھوں نے یہ اعلان کر دیا کہ وہ اس فیصلے کو قبول نہیں کریں گے۔ اس پر ڈائیونائیسس نے ان کے خلاف طاقت کے استعمال کی کوشش کی۔ قلعے کے دروازے بند کر لیے لیکن سپاہیوں نے دیواروں پر چڑھائی کر دی۔ ڈائیونائیسس اس سے خوف زدہ ہو گیا اور ان کی ساری شرائط مان لیں لیکن اس بات سے اس کے خلاف مزید نفرت بڑھ گئی۔

جلد ایک افواہ گردش کرنے لگی کہ اس ساری افراتفری کے پیچھے ہراکلیڈس (Heracleides) کا ہاتھ تھا۔ یہ سن کر ہراکلیڈس غائب ہو گیا۔ ڈائیونائیسس اسے قابو کرنے کے لیے کوشاں تھا اور اس میں ناکامی کی وجہ سے اس نے تھیوڈوٹس (Thedotes) کو بلا بھیجا کہ وہ اسے اس کے شاہی باغ میں آ کر ملے۔ میں باغ میں ٹہل رہا تھا جب یہ ملاقات ہوئی۔ اگرچہ نہ تو میں جانتا تھا اور نہ ہی مجھے معلوم تھا کہ ان کے درمیان کیا گفتگو ہوئی لیکن تھیوڈوٹس نے جو کچھ میری موجودگی میں کہا، وہ مجھے یاد ہے۔

''افلاطون''، اس نے کہا، میں اپنے دوست ڈائیونائیسس کو اس بات پر مطمئن کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ اگر ہم ہراکلیڈس کو اپنا دفاع کرنے کے لیے اس کے سامنے پیش کریں اس الزام کے حوالے سے جو اس پر لگایا گیا ہے اور اگر وہ یہ فیصلہ کرے کہ ہراکلیڈس سسلی میں نہ رہے تو اسے جانے کی اجازت دی جانی چاہیے کہ وہ اپنے بیٹے اور بیوی کو یہاں سے لے جا کر پیلوپونیز میں اپنی رہائش اختیار کر لے۔ اور

وہاں ڈائیونائیسس آپ اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے اور اسے اپنی جائیداد سے حاصل ہونے والی آمدن سے استفادہ کرنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ میں نے اسے پہلے ہی پیغام بھجوار کھا ہے اور اب ایک بار پھر اسے پیغام بھجواؤں گا۔ اگر وہ ان پیغامات پر یہاں آتا ہے تو بہتر وگرنہ میں ڈائیونائیسس سے التجا کروں گا کہ اگر کوئی ہراکلیڈ س کو تلاش کر لے تو اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ اور اسے آپ کے کسی نئے فیصلے تک ملک چھوڑنے کی اجازت ہوگی۔ کیا آپ اس سے اتفاق کرتے ہیں؟ اس نے ڈائیونائیسس کو مخاطب کرتے ہوئے مزید کہا، جی ہاں "مجھے اس سے اتفاق ہے"۔ اس نے جواب دیا اور اگر وہ آپ کے گھر سے تلاش کر لیا جاتا ہے تو بھی اسے کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچنی چاہیے اور اس سے زیادہ نہیں کہا جانا چاہیے جو ابھی ہمارے درمیان طے پایا ہے۔

اگلے دن تھیوڈوٹس اور یوربیوس (Eurybios) شام کو پریشانی کے عالم میں میرے پاس آئے۔ انھوں نے مجھ سے کہا۔ افلاطون۔ آپ کل اس وقت موجود تھے جب ڈائیونائیسس سے ہماری ہراکلیڈ س کے بارے میں گفتگو ہوئی تھی۔ یقیناً۔ میں نے جواب دیا۔ اس نے جو بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ اس وقت سرکاری اہلکار ہراکلیڈ س کو ملک بھر میں تلاش کر رہے ہیں، اور اس کو گرفتار کرنے کے لیے کوشاں ہیں، وہ یہی کہیں قریب میں ہی ہوگا۔ خدا کے واسطے آپ ہمارے ساتھ ڈائیونائیسس کے پاس آئیں۔ ہم اس کے بعد فوری طور پر ڈائیونائیسس کے سامنے پیش ہوگئے وہ دونوں خاموش کھڑے ہو کر آنسو بہانا شروع ہوگئے، جبکہ میں نے کہا کہ یہ لوگ خوفزدہ ہیں کہ کل جو ہراکلیڈ س کے حوالے سے ہمارے درمیان طے پایا تھا آپ اس کے برعکس کوئی سخت اقدام کرنے والے ہیں کیونکہ ایسا دکھائی دیتا ہے کہ وہ واپس آ گیا ہے اور اب یہاں کہیں دیکھا گیا ہے یہ سن کر وہ آگ بگولا ہوگیا اور اس کے چہرے کا رنگ غصے کے باعث تبدیل ہوگیا۔ تھیوڈوٹس نے روتے ہوئے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے اور التجا کی کہ وہ کوئی ایسا اقدام نہ کرے۔ لیکن میں نے مداخلت کی اور اس کو یہ کہتے ہوئے حوصلہ دلانے کی کوشش کی کہ تھیوڈوٹس آپ خوش ہوں ڈائیونائیسس ہراکلیڈ س کے بارے میں اپنے کل کے وعدے کے برعکس کوئی اقدام نہیں کرے گا۔ اس پر ڈائیونائیسس نے مجھ پر نظریں جمائیں اور مکمل شاہانہ انداز اپناتے ہوئے اس نے کہا کہ میں نے کل آپ سے کوئی وعدہ نہیں کیا تھا۔ خدا کی پناہ۔ میں نے کہا۔ آپ نے اس رحم کا وعدہ کیا تھا۔ جس کے لیے اب یہ ہمارے دوست التجا کر رہے ہیں۔ ان الفاظ کے ساتھ میں باہر نکل گیا۔ اس کے بعد اس نے ہراکلیڈ س کی گرفتاری کے لیے کوشش

جاری رکھی۔ تھیوڈوٹس نے یہ دیکھتے ہوئے ہراکلیڈس کو پیغام بھجوایا کہ وہ فرار ہو جائے۔ ڈائیونائیسس نے ٹیسیاس (Teisias) اور کچھ اہلکاروں کو اس حکم کے ساتھ بھیجا کہ وہ تھیوڈوٹس کا پیچھا کریں۔ جیسا کہ بتایا گیا کہ یہ صرف وقت کا معمولی سا فرق تھا کہ اس کو کارتھیجینی علاقے میں فرار ہونے کا موقع مل گیا۔

اس کے بعد ڈائیونائیسس نے سوچا کہ اس کی طرف سے ڈائیون کے لیے پرکشش مراعات کی سکیم کو بحال نہ کرنے سے میں اس کے خلاف سخت رویہ اپنانے کا سبب بنے گا۔ سب سے پہلے اس نے مجھے قلعہ سے باہر بھجوایا، یہ بہانے بنا کر کہ باغ میں جہاں میری رہائش تھی وہاں دس روز تک خواتین مذہبی رسومات ادا کریں گی۔ اس لیے اس نے مجھے کہا کہ میں قلعے کے باہر ہراکلیڈس کے گھر میں رہائش رکھ لوں۔ جب میں نے وہاں رہنا شروع کر دیا تو تھیوڈوٹس نے میرے پاس پیغام بھجوایا اور اس کے ذریعے ان حالات پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور اس کے لیے ڈائیونائیسس کو موردالزام ٹھہرایا۔ یہ جان کر میں تھیوڈوٹس سے ملاقات کرنے والا ہوں، ڈائیونائیسس نے اسے بھی گزشتہ بہانے کی طرح ایک اور بہانہ بنایا اور مجھے پیغام بھجوایا کہ کیا میں واقعی تھیوڈورس سے اس کی دعوت پر ملنے جا رہا ہوں۔ یقیناً، میں نے جواب دیا۔ خوب قاصد نے بات جاری رکھی اور کہا کہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں آپ کو بتا دوں کہ آپ ڈائیون اور اس کے دوستوں کو ڈائیونائیسس پر فوقیت دے کر اچھا کام نہیں کر رہے اب جب اسے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ میں تھیوڈوٹس اور ہراکلیڈس کا دوست تھا تو اس نے مجھے یہ پیغام نہیں دیا تھا کہ میں واپس اپنی جگہ پر رہائش اختیار کرنے کے لیے آ جاؤں۔ اب وہ دشمن ہو چکا تھا۔ اس نے یہ بھی سوچا کہ میری اس کی جانب سوچ اور احساسات نرم نہیں ہیں کیونکہ ڈائیون کی جائیداد پر قبضہ کر لیا گیا تھا۔

اس کے بعد میں نے قلعے کے باہر مبلغوں کے ہمراہ رہائش اختیار کر لی۔ کئی لوگ اس دوران میرے پاس آئے۔ ان میں ایتھنز سے آنے والے جہازوں کا عملہ، میرے ہم وطن اور دوسرے لوگ شامل تھے۔ انھوں نے بتایا کہ میرے بارے میں شاہی اہلکاروں میں سخت ردعمل پایا جاتا ہے اور ان میں سے بعض نے مجھے جان سے مار دینے پر زور دیا ہے۔ اگر وہ مجھے پا سکیں۔ اس کے بعد ان حالات کے پیش نظر میں نے اپنی سلامتی کے لیے یہ منصوبہ بنایا۔

میں نے آرچائٹس اور ٹاراس (Taras) میں موجود اپنے دوسرے دوستوں کو اس صورت حال سے آگاہ کیا۔ انھوں نے کچھ بہانہ بنا کر اپنے شہر سے ایک تیس رکنی سفارتی وفد کو بھجوایا جس میں ایک رکن

لیمسکوس (Lamiscos) نے ڈائیونائیسس سے ملاقات کر کے میرے لیے سسلی سے جانے کی اجازت طلب کی۔ کہ اگر میں جانا چاہوں تو میرے راستے میں رکاوٹ نہ بنے۔ وہ راضی ہو گیا اور مجھے جانے کی اجازت دے دی۔ اور مجھے سفر کے اخراجات کے لیے رقوم بھی دیں۔ لیکن ڈائیون کی جائیداد کے لیے میں نے اس سے کوئی درخواست نہ کی، اور نہ ہی اس کی بحالی کے لیے۔

میں نے پیلوپونیز کے لیے سفر شروع کیا جہاں ڈائیون میرا منتظر تھا۔ میں نے زیوس کو گواہ بنا کر اس سے مل کر وہ سب کچھ بتایا جو پیش آیا تھا۔ اس نے فوراً مجھے دوستوں اور عزیز رشتہ داروں سے مل کر ڈائیونائیسس سے انتقام لینے کی تیاری کرنے کے لیے کہا۔ اس کی پیمان سے بدعہدی کی بنیاد پر ہم نے اس کے خلاف کارروائی کی۔ اس کے علاوہ اس کا اپنا غیر قانونی ملک سے اخراج اور واپس جانے پر پابندی بھی غیر منصفانہ ہونے کے ناطے اس کا حصہ تھی۔ یہ سن کر میں نے کہا کہ میرے ان دوستوں کو بھی بلوائیں جو اس مہم میں شریک ہونا چاہتے تھے۔ اگر وہ جانا چاہیں۔ لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے، میں نے بات جاری رکھی آپ اور دوسرے دوستوں نے مجھے ایک طریقے سے ڈائیونائیسس کے ساتھ اپنے اور اس کے مذہب میں شریک ہونے پر مجبور کیا۔ وہ غالباً یقین کرتا تھا کہ موجودہ سازش جو میں آپ کے ساتھ مل کر، اس کے اور اس کی بادشاہت کے خلاف کر رہا تھا۔ اس کے باوجود شک پیدا ہونے کی بنا پر اس نے میری زندگی بخش دی۔ دوبارہ اب میں اس عمر میں نہیں ہوں کہ کسی کے ساتھ مسلح جدوجہد میں شامل ہو جاؤں۔ اس کے علاوہ میں آپ دونوں کے درمیان غیر جانبدار رہوں۔ اگر کبھی آپ ایک دوسرے سے دوستی کرنا چاہیں اور ایک دوسرے سے استفادہ کرنا چاہیں تو اس کے لیے غیر جانبدارانہ کردار ادا کر سکوں گا۔ لیکن اب جب آپ ایک دوسرے کو گھاؤ دینے کے لیے تلے ہوئے ہیں۔ آپ اس ضمن میں مدد کے لیے دوسروں کو پکاریں۔ یہ میں نے کہا کیونکہ میں اپنے سسلی کے غلط سفر اور وہاں پیش آنے والے واقعات کی وجہ سے سخت نالاں تھا۔ لیکن انھوں نے میری بات کو رد کر دیا اور اپنے ذہن میں مکمل برائی کو ہوا دی جو اس وقت تک پیدا ہوئی تھی۔ کیونکہ اگر ڈائیونائیسس نے ڈائیون کی جائیداد بحال کر دی ہوتی اور اس سے صلح کی کوشش کی ہوتی تو اب رونما ہونے والے واقعات میں سے کوئی واقعہ پیش نہ آتا۔ ڈائیون کو آسانی کے ساتھ میرے اثر و رسوخ اور خواہشات سے قابو کیا جا سکتا تھا۔ لیکن اب ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے سے انھوں نے کائنات میں تباہی پیدا کر دی تھی۔

ڈائیون کی تمنا تاہم وہی تھی کہ مجھے اپنی بات کرنی چاہیے یا کسی دوسرے باشعور آدمی کی بات ہونی

چاہیے۔قوت کی بجائے لوگوں کے دل جیتنے کا طریقہ خدمت بجالانا ہونا چاہیے۔لیکن یہ مقصد از خود امیر بننے سے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔اس کے حامی، اس کا ملک سازشوں کی وجہ سے، غریب مخلوق بزدلی کا شکار ہوجاتی ہے۔نہ ہی یہ مقصد لوگوں کو قتل کرنے سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔جن سے وہ دشمن کے سے انداز میں بات کرے۔یا ان کے اثاثے لوٹنے سے اور پھر اپنے حامیوں کو بھی یہی راستہ دکھانے سے بھی یہ مقصد حاصل نہیں کیا جاسکتا۔اس طرح کہ کوئی یہ نہ کہہ پائے کہ اس نے غلط کام کیا ہے۔اگر وہ غریب ہونے کی شکایت کرے۔ ایسا ہی درست ہوگا اگر کوئی ملک کے لیے خدمات سرانجام دے اور وہ جائیداد چند ایک کی بجائے زیادہ لوگوں کو دینے سے عزت پاتا ہے یا ملکی امور کا نگران ہونے کے ناطے وہ چھوٹی ریاستوں کے حقوق سلب کرتا ہے۔نہ تو ڈائیون یا کوئی اور اقتدار میں آنے کے لیے ایسا کوئی اقدام کھلی آنکھوں سے نہیں کرے گا جو اس کی ہمیشہ کے لیے تباہی کا باعث ہو۔بلکہ وہ آئینی حکومت اور اچھے قوانین بنانے کے لیے اقدامات کرے گا اور ان مقاصد کے حصول کے لیے معمولی خون خرابے کے بغیر اقدامات کرے گا۔

ڈائیون نے حقیقتاً ناانصافی پر مبنی کارناموں سے بچنے کے لیے اور ان لوگوں کے خلاف پیشگی اقدام کرتے ہوئے یہ راستہ اپنایا۔تاہم جب وہ اپنے دشمنوں کے خلاف فتح حاصل کر کے عروج پر پہنچ گیا۔اس نے ایک غلط قدم اٹھایا اور زوال پذیر ہوگیا۔ایک مثل جو حیرانگی کا باعث نہیں۔ایک معتدل، رحمدل، عقلمند شخص بے رحموں سے نبرد آزما ہوتے ہوئے، ایسے لوگوں کے کردار سے مکمل ناآشنا نہیں ہوگا۔لیکن یہ کہنا حیران کن نہیں ہوگا کہ وہ شاید ایک اچھے کپتان کا اسیر ہوجائے جو طوفان کے آنے سے بے خبر تو نہ ہو۔لیکن شاید وہ طوفان کی شدت سے ناآشنا ہو۔یہی چیز ڈائیون کی تباہی کا باعث بنی۔وہ اس سے بے خبر نہیں تھا کہ اس کا دشمن بدترین دشمن ہے لیکن وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ وہ دلفریبی اور لالچ اور بدمعاشی میں کس حد کو پہنچ چکے تھے، یہ اس کی ناکامی کا سبب تھا جس نے سسلی کو بے شمار مشکلات سے دوچار کردیا۔

ان واقعات کے بعد جو میں نے بیان کیے ہیں میری اس بارے میں رائے کو بڑی اہمیت دی گئی۔ اگر آپ مجھ سے میرے سسلی کے دوسرے دورے کے بارے میں کہانی بیان کرنے کی وجہ پوچھیں تو یہ میرے نزدیک ایک دور میں سسلی میں ہونے والے واقعات کے اظہار کے لیے لازم تھی۔اگر موجودہ حالات میں اس کی زیادہ وجہ دکھائی پڑتی ہے تو میرا یہ بیان جو زیادہ طویل بھی نہیں ہے، کافی ہے۔

☆☆☆

Makālmāt-e-Aflāṭūn
(JILD SHASHUM)
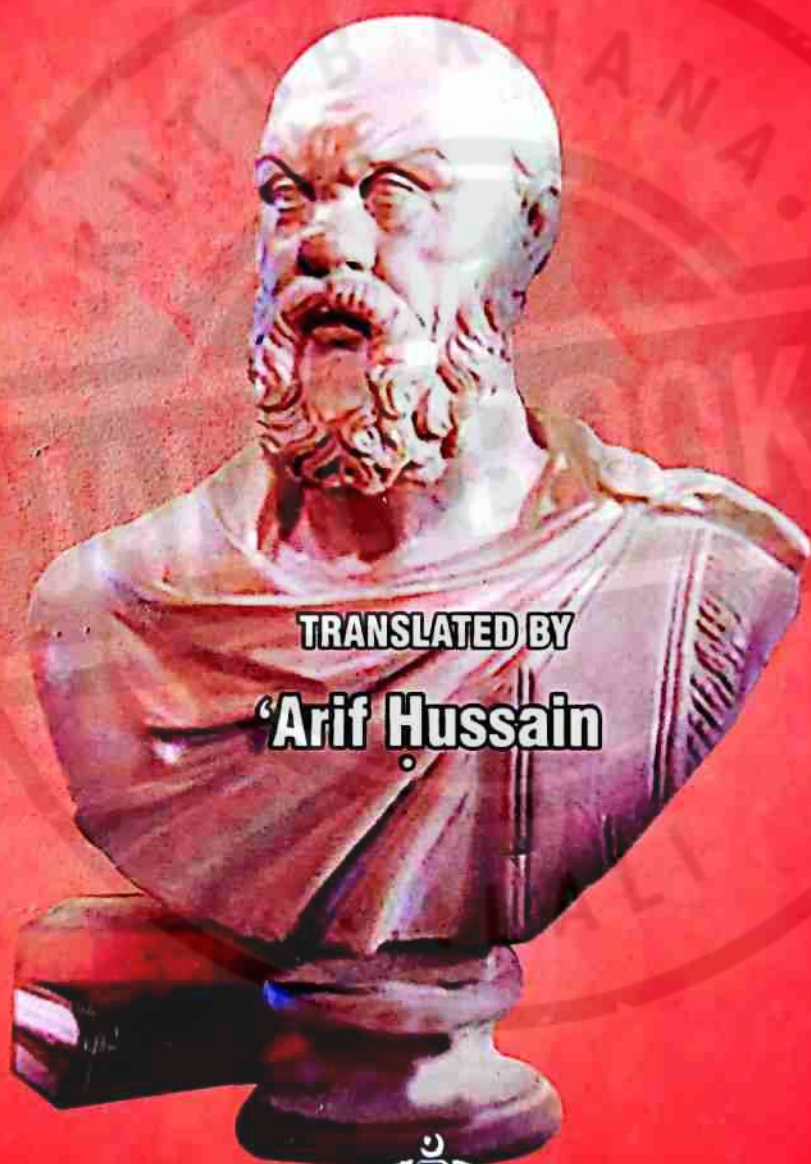
TRANSLATED BY

'Arif Ḥussain

NATIONAL LANGUAGE AUTHORITY
PAKISTAN